یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

کریمۂ اہل بیت سلام اللہ علیہا

حضرت فاطمۂ معصومہؑ
بنتِ امام موسیٰ کاظمؑ
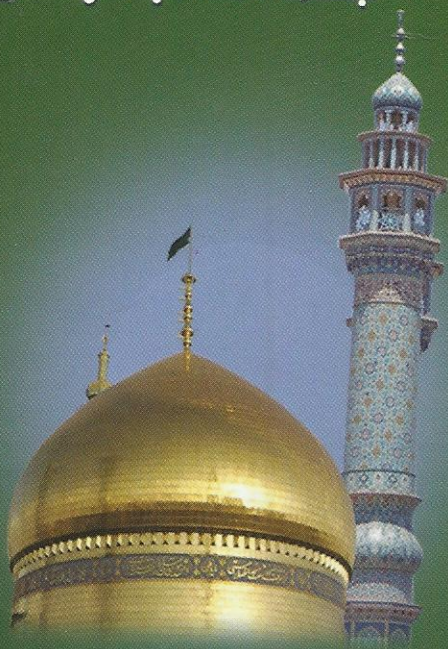
تالیف:

سیّدہ صالحہ تقوی

ترجمہ شرح زیارت نامہ:

محقّقین

باب العلم دار التحقیق

کریمۂ اہل بیتؑ

(حضرت فاطمہ معصومہؑ بنتِ امام موسیٰ کاظم علیہما السلام کی حیاتِ طیبہ)

تالیف:

سیّدہ صالحہ تقوی

ترجمہ و شرح زیارت نامہ:

محققینِ بابُ العلم دارالتحقیق

فروغِ ایمان ٹرسٹ، مسجد بابُ العلم

شمالی ناظم آباد، کراچی

نام کتاب:..........................کریمۂ اہل بیتؑ

تالیف:..........................سیّدہ صالحہ نقوی

ترجمہ و شرح زیارت نامہ:..........محققینِ باب العلم دار التحقیق

نظر ثانی:..........................مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی

تاریخ طبع:..........................۲۰۱۰ء

تعداد:..........................۱۰۰۰

ایڈیشن:..........................اوّل

مطبع:..........................الباسط پرنٹرز

ہدیہ:..........................۲۰۰ روپے

ملنے کا پتا

محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

محمد علی بک ڈپو، خراسان، کراچی

افتخار بک ڈپو، لاہور

الحسن بک ڈپو، مسجد باب العلم کراچی

ماہنامہ طاہرہ، سولجر بازار، کراچی

پیام، فیڈرل بی ایریا (انچولی) کراچی

انتساب بہ
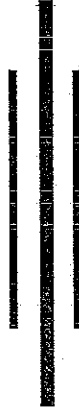
عبد الصّالح، صابر، امین،

باب الحوائج، ابوالحسن اوّل، ابوابراہیم، ابوالحسن ماضی،

ابوعلی، ابواسماعیل یعنی ابوفاطمہ معصومہ،

اِمامت و وِلایت کے ساتویں تاجدار،

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السّلام۔

التماسِ سورۂ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب

(۱) سیّد اولاد حسین رضوی
(۲) سیّد ہادی حسین ابنِ سیّد اولاد حسین رضوی
(۳) سیّد مہدی حسین رضوی ابنِ سیّد ہادی حسین رضوی
(۴) سجادی بیگم بنتِ جعفر حسین
(۵) حسن رضا ابنِ علی رضا
(۶) غلام رضا ابنِ علی رضا
(۷) محمد رضا ابنِ علی رضا
(۸) علی رضا
(۹) عالیہ بیگم بنتِ دُولہا نواب
(۱۰) سیّد جاوید رضا ابنِ سیّد طاہر رضا
(۱۱) سیّد اسلم رضا ابنِ سیّد طاہر رضا
(۱۲) سیّد سنبل رضا ابنِ سیّد طاہر رضا
(۱۳) نواب مرزا
(۱۴) محمد باقر ابنِ نواب مرزا
(۱۵) سیّد محمد کاظم ابنِ نواب مرزا
(۱۶) جعفر رضا ابنِ محمد کاظم
(۱۷) کُبریٰ بیگم بنتِ محمد کاظم
(۱۸) قمر جہاں بنتِ پیارے صاحب
(۱۹) ولایت حسین خان
(۲۰) چھاجن صاحب ابنِ نواب مرزا
(۲۱) دھومی ابنِ نواب مرزا
(۲۲) سیّد یوسف حسین ابنِ سیّد خورشید حسین
(۲۳) خورشید حسین
(۲۴) عبّاسی خانم
(۲۵) کاشف منظور ابنِ منظور احمد
(۲۶) سیّد امیر حسین ابنِ سیّد احمد حسن
(۲۷) سیّد احمد حسن
(۲۸) کلبِ حسین عابدی
(۲۹) سیّدہ زاہدہ بی بی کاظمی
(۳۰) سیّد محمد ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۱) سیّد منیر حسن ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۲) سیّد علی محمد ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۳) سیّد نصیر حسن ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۴) سیّد بشیر حسن ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۵) سیّد صغیر حسن ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۶) سیّد ممتاز حسن ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۷) سیّد مشتاق حسن ابنِ امیر حسن عابدی
(۳۸) سیّدہ صدیقہ بی بی بنتِ امیر حسن عابدی
(۳۹) سیّدہ سکینہ بی بی بنتِ امیر حسن عابدی
(۴۰) راضیہ بی بی بنتِ امیر حسن عابدی
(۴۱) افضل النّساء بی بی بنتِ امیر حسن عابدی

(۴۲)سیّدظہیر حسن کاظمی ابنِ سیّدعلی حسین کاظمی (۴۵)سیّدہ کنیز بانو بنت سیّدعبدالحسین جعفری

(۴۶)سیّدمُصحف حسین ابنِ ظہیر حسن کاظمی (۴۳)سیّدمہدی امام ابنِ ظہیر حسن کاظمی

(۴۴)سیّدمظہر امام ابنِ ظہیر حسن کاظمی (۴۵)سیّدہ عابدہ خاتون بنتِ ظہیر حسن کاظمی

(۴۶)سیّدہ شہر بانو عرف شمیم بانو بی بی بنتِ ظہیر حسن کاظمی

(۴۷)سیّدہ یاسمین بانو

اور کُل مومنین و مومنات

وشہدائے ملت جعفریہ،

وعلماء و مجتہدین مرحومین مدفون حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا۔

فہرست مطالب

فصلِ اوّل

عظمتِ حضرتِ معصومہ سلام اللہ علیہا اور فضیلت قم المقدسہ

عظمتِ حضرتِ معصومہ سلام اللہ علیہا اور فضیلتِ قم المقدسہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت منسوب ہے کہ آپؑ نے اس حدیث کو اس وقت ارشاد فرمایا جب حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی ولادت نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ آپ (بی بی معصومہؑ) کے والد بزرگوار حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی اس دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔

فرماتے ہیں: اَلَا اِنَّ لِلّٰہِ حَرَماً وَھُوَ مَکَّۃُ اَلَا اِنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ حَرَماً وَ ھُوَ اَلْمَدِیْنَۃُ اَلَا اِنَّ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَماً وَھُوَ الْکُوْفَۃُ اَلَا اِنَّ حَرَمِیْ وَ حَرَمَ وُلْدِیْ بَعْدِیْ قُمَ اَلَا اِنَّ قُمَ کُوْفَتُنَا الصَّغِیْرَۃُ اَلَا اِنَّ لِلْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃَ اَبْوَابٍ ثَلَاثٌ مِّنْھَا اِلٰی قُمَ تَقْبَضُ فِیْھَا اِمْرَاۃٌ ھِیَ مِنْ وُلْدِیْ وَ اِسْمُھَا فَاطِمَۃُ بِنْتِ مُوْسٰی تَدْخُلُ بِشَفَاعَتِھَا شِیْعَتُنَا الْجَنَّۃَ بِاَجْمَعِھِمْ(۱)

"جان لو کہ خدا کا ایک حرم (گھر) ہے وہ مکہ ہے اور پیامبرؐ خدا کا (بھی) ایک حرم ہے وہ مدینہ ہے اور امیر المومنین (علیؑ ابن ابی طالبؑ) کا (بھی) ایک حرم ہے وہ کوفہ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بعد میرا اور میرے بیٹوں کا حرم "قم" ہے جان لو کہ قم ہمارا چھوٹا کوفہ ہے۔ جان لو کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان میں تین دروازے قم کی طرف (کھلتے) ہیں۔ میرے فرزند موسیٰ کاظمؑ کی ایک بیٹی بنام "فاطمہؑ" قم میں رحلت کرے گی اس (فاطمہ معصومہؑ) کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں داخل ہوں گے"

۱۔ کتاب بحارالانوار جلد ۶۰ صفحہ ۲۱۶۔

اس حدیث میں خاص نکات ہیں جن میں سے ہم کچھ کی طرف ذیل میں اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) قم ائمہ علیہم السلام کا حرم ہے:

اسی طرح کی ایک اور حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے(۱)

(۲) قم اہلبیت علیہم السلام کا چھوٹا کوفہ ہے:

شاید یہ شباہت دینا کہ ''قم چھوٹا کوفہ ہے'' اس لیے ہو کہ حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ جب اپنے وجود پرنور سے جہان کو منور فرمائیں گے تو کوفے میں اپنی حکومت قائم کریں گے اور اس وقت قم دوسری جگہ ہوگی جہاں امام وقتؑ کی حکومت حقہ قائم ہوگی اسی وجہ سے امام عصر عجل اللہ تعالیٰ کے عاشق مسجدِ سہلہ میں کوفہ کے قریب اور مسجد جمکران میں قم کے نزدیک جمع ہوتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے ستر (۷۰) احادیث اس فضیلت کے ذیل میں ذکر فرمائی ہیں۔(۲)

(۳) تین دروازے قم کی طرف ہیں:

حدیث کا یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قم المقدسہ ''دینی علوم کا مرکز'' ہے اور علوم محمدؐ و آل محمدؐ اس شہر کے توسط سے تمام دنیا میں فروغ پائیں گے۔

(۴) میرے صلب سے ایک خاتون قم میں رحلت کرے گی۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی اس دنیا میں آمد سے قبل یہ خبر غیبی دی گئی ہے حتیٰ کہ نشاندہی بھی اس طرح کی گئی کہ وہ ''فاطمہؑ دختر موسیٰؑ ہے''

۱۔ ملاحظہ ہو بحارالانوار ج ۱۰۲ صفحہ ۲۶۸۔

۲۔ بحارالانوار جلد ۱۰۰ صفحہ ۳۸۵۔۴۳۴ ملاحظہ ہو۔

(۵)اس کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں داخل ہوں گے۔''

حدیث کا یہ جملہ ایسا ہے جو حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؐ اور امام جعفر صادق علیہ السلام تک جب آپ اس حدیث کو بیان فرما رہے ہیں، حضرت فاطمہ زہراؑ کے علاوہ کسی خاتون کے لیے نہیں ملتا کہ ایک خاتون کی شفاعت سے تمام شیعہ بہشت میں داخل کیے جائیں گے۔ بے شک یہ خاتون حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عظمت وجلالت سے مشابہ ہیں۔

نام اور القاب گرامی حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا

دین اسلام نے نام رکھنے پر خاص توجہ دی ہے اور والدین کے فرائض میں شامل کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کا نیک نام رکھیں اور اپنے بچوں کے نام اگر وہ لڑکے ہوں تو انبیاءؑ اور آئمہؑ کے ناموں پر رکھیں۔ مثلاً محمد، علی۔ اور لڑکیوں کے لئے ''فاطمہ'' نام سے بہتر کوئی نام نہیں۔

چونکہ ائمہ طاہرینؑ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے عظیم مقام کو جانتے تھے لہٰذا آپ کے نام کو اپنی بیٹیوں کے لیے انتخاب فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کسی امام کی تین یا چار بیٹیاں ہوتی تھیں تو ان سب کے نام تمیز کے ساتھ مثلاً: کبریٰ، صغریٰ وسطیٰ وغیرہ لگا کر فاطمہ رکھے جاتے تھے۔

سبط ابن جوزی اہلسنت کے مشہور دانشمند قرن ہفتم میں جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں لکھتے ہوئے ان کی بیٹیوں کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی چار بیٹیاں تھیں۔

۱۔ فاطمہ کبریٰ، ۲۔ فاطمہ وسطیٰ، ۳۔ فاطمہ صغریٰ، ۴۔ فاطمہ اُخریٰ۔ علامہ مجلسیؒ نے

بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بیٹیوں کو ''فواطم اربعۃ'' یعنی چار فاطمہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا وہی فاطمہ کبریٰ ہیں جو قم میں مدفون ہیں۔

آپ کے القاب بہت زیادہ ہیں جن میں سے کچھ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

ا۔ معصومہ:

یہ لقب اس روایت کے پیش نظر ہے جو میرزا محمد تقی خان نے اپنی کتاب (۱) میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ امام نے اپنی بہن کو یہ لقب عطا فرمایا تھا۔ امام رضاؑ فرماتے ہیں:

مَنْ زَارَ الْمَعْصُوْمَةَ بِقُمْ كَمَنْ زَارَنِیْ

''جس نے بھی قم میں حضرت معصومہؑ کی زیارت کی مثل اس کے ہے جیسے میری زیارت کی ہو۔''

یہاں ایک سوال جو ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ کہ امام رضا علیہ السلام کا اپنی بہن کو ''معصومہؑ'' کہنا کیا آپ کی عصمت پر دلیل ہے؟

اس سوال کے جواب میں ہم مقدمے کے طور پر چند نکات پیش کریں گے۔

ا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اور فرشتے معصوم ہیں۔ یعنی کوئی بھی گناہ کبیرہ یا صغیرہ بعثت سے پہلے یا بعد میں، امامت سے پہلے یا بعد میں، جان بوجھ کر یا بھول کر ان سے انجام نہیں پاتا۔

۲۔ سب سے بلند درجے پر رسول اللہؐ و حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور

ا۔ ناسخ التواریخ'' جلد۳ صفحہ ۶۸۔

بارہ ائمہؑ کی عصمت ہے لہٰذا یہ چودہ معصومؑ چودہ نور ہیں، پاک ہیں اور چودہ معصومینؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد تمام انبیاءؑ اور فرشتے بھی معصوم ہیں۔

۳۔ کوئی بھی دانشمند یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ حضرت عباس علیہ السلام حضرت علی اکبرؑ، حضرت بی بی زینبؑ اور حضرت معصومہؑ معصوم نہیں ہیں۔ آپ حضرات کی فضیلت و عظمت و مرتبہ کا کوئی منکر نہیں ہے۔

لیکن وہ عصمت جو چودہ معصومینؑ کے لیے بیان کی گئی ہے۔ اس پر نص موجود ہے جبکہ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کی عصمت کے بارے میں چند شواہد ملتے ہیں:

ا۔ حضرت معصومہؑ کا اسم مبارک فاطمہؑ ہے اور امام رضاؑ نے آپ کو معصومہ کا لقب دیا۔ فرماتے ہیں۔

"جس نے بھی، حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی قم میں زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے میری زیارت کی ہو۔ کیونکہ وہ معصومہ ہے۔(۱)

اس حدیث میں امام رضا علیہ السلام کا بی بیؑ کے لیے یہ جملہ فرمانا کہ وہ معصومہ ہے۔ بی بی کی عصمت پر واضح دلیل ہے۔

۲۔ وہ احادیث جن میں بی بی کے زائرین پر جنت کا واجب ہونا بتایا گیا ہے۔ البتہ جنت کا واجب ہونا عصمت کی دلیل بن جانا نہیں۔ لیکن یہ احادیث تین معصومین علیہم السلام سے منسوب ہیں جو زیارت حضرت معصومہؑ میں ارشاد ہے:

"یَا فَاطِمَۃُ اِشْفَعِیْ لِیْ فِی الْجَنَّۃِ"

---

۱ ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۶۸۔

۳۔ ''تمام شیعیانِ علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی شفاعت کروانا'' کہ جس کے لیے امام صادقؑ نے فرمایا کہ ''اس کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں بھیجے جائیں گے۔

۴۔ وہ روایات جو کہ قم المقدسہ کی فضیلت میں متواتر بیان ہوئی ہیں وہ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے بابرکت وجود کی وجہ سے ہیں کہ آپ کی قم آمد کے بعد اس شہر کو خاص فضیلت عطا کی گئی۔

۵۔ قم المقدسہ کو آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حرم قرار دینا بھی ایک ایسی تعبیر ہے جو کسی غیر معصوم کے شہر کے لیے بیان نہیں ہوئی۔

۶۔ بی بی کے روضے پر کرامات کا ظہور ہونا طول تاریخ میں حضرت عباسؑ و بی بی زینبؑ کے علاوہ، کسی بھی امام زادے یا امام زادی کے لیے اتنی زیادہ تعداد سے بیان نہیں ہوا ہے، وہاں بھی عصمت ہی کی بحث ہے۔

۷۔ زیارت کا یہ جملہ جو امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ ''فَاِنَّ لَكِ عِنْدَاللّٰهِ شَأْنًا مِّنَ الشَّأْنِ'' غیر معصوم ہونے سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۸۔ زیارت نامہ، امام معصومؑ سے منقول ہونا بھی ایک دلیل ہے کیونکہ سوائے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے کسی بھی خاتون کے لیے زیارت ماثور نہیں آئی ہے۔

۹۔ امام رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام کا آپ کے جنازے میں شرکت کرنا اور دفن کرنا یہ بھی ایک واضح دلیل ہے کہ بی بی معصومہؑ تھیں کیونکہ شیعوں کے اعتقاد میں شامل ہے کہ معصوم کو معصوم دفن کرتا ہے۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار جلد ۲۷ صفحہ ۲۹۱۔ ۲۸۸۔

۲۔ کریمۂ اہلِ بیتؑ

بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے چاہنے والے اور آپ کی معرفت رکھنے والے آپ کو کئی صدیوں سے آج تک ایک خاص لقب سے منسوب کرتے ہیں اور وہ ہے ''کریمۂ اہلبیتؑ'' اس لقب کو وہ ایک محترم بزرگ کے سچے خواب سے تعبیر کرتے ہیں کہ جس میں یہ لقب معصومین علیہم السلام کی طرف سے بی بیؑ کو عطا کیا گیا ہے۔ اس کے واقعے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ''آیت اللہ سیّد محمود مرعشی نجفی مرحوم (متوفی ۱۳۳۸ھ) ایک عظیم ترین شخصیت تھے۔ ان کی بہت خواہش تھی کہ جیسے بھی ہو بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کا پتا لگائیں۔ یہ جاننے کے لیے آپ نے نہایت مجرب عمل انجام دیا۔ چالیس شب آپ نے مدام وہ عمل انجام دیا تاکہ خدا آپ کو بی بی زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر سے آگاہ فرمائے۔ چالیسویں رات جب آپ توسل کے بعد آرام کی غرض سے لیٹ گئے تو خواب میں امام باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔

امامؑ نے ان سے فرمایا: ''عَلَیْكَ بِکَرِیْمَةِ اَهْلِ بَیْت'' ''یعنی کریمۂ اہلبیتؑ سے وابستہ ہو جاؤ'' آیت اللہ مرعشی سوچ کر بولے کہ ''یا امامؑ آپ کے قربان جاؤں میں نے بھی اس وظیفے کو اسی لیے انجام دیا ہے تاکہ میں بی بی زہراؑ کی قبر کو دریافت کرلوں اور ان کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں'' امامؑ نے فرمایا: ''میرا مطلب حضرت معصومہؑ کی قبر شریف ہے جو کہ قم میں ہے'' پھر مزید فرمایا ''خدا نے کسی مصلحت کی بنا پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کو مخفی رکھا ہے اور اسی لیے قبر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کو قبر شریف حضرت زہرا سلام اللہ کی تجلّی گاہ قرار دیا ہے''

اگر یہ طے ہوتا کہ حضرت زہرا ؑ کی قبر ظاہر ہوتو خداوند جو بھی جلال و عظمت ان کی قبر پر نازل کرتا وہی جلال و عظمت حضرت معصومہ ؑ کی قبر پر نازل کی ہے۔''

مرحوم مرعشی جب خواب سے بیدار ہوئے تو فوراً اپنے گھر والوں کے ہمراہ قم المقدسہ بی بی معصومہ ؑ کی زیارت کو آئے۔ آپ کے فرزند آیت اللہ سیّد شہاب الدین مرعشی نجفی نے نجف کو چھوڑ کر قم کو اپنی اقامت گاہ بنایا اور ہمیشہ بی بی کریمۂ اہلبیت ؑ کے جوار میں زندگی بسر کی، ایک بہت بڑے مدرسے اور کتابخانے کی بنیاد رکھی۔ بعدازاں وہیں آپ نے رحلت فرمائی۔

۳۔''شفیعۂ روزِ جزا''

''انبیاء اور اولیاء کی شفاعت کا معتقد ہونا'' یہ ضروریاتِ مذہبِ تشیع سے ہے، اس ضمن میں کئی آیات و روایات موجود ہیں۔

اور قیامت میں شفاعت کے بلندترین درجے پر رسول گرامی حضرت محمد مصطفیٰ ؐ فائز ہوں گے قرآن نے آپ کے اس مرتبے کو ''مقام محمود'' سے تعبیر کیا ہے۔

رسول اکرم ؐ کے بعد دو افراد کی شفاعت اتنی وسیع بیان کی گئی ہے کہ وہ تمام اہل محشر کو اس میں شامل کرلیں گے۔

۱۔ خاتون محشر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔

۲۔ شفیعۂ روز جزا فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت کے بارے میں بس یہی کہنا کافی ہے کہ یہ آپ کا مہر طے پایا تھا کہ جب آپ کی شادی حضرت علی ؑ سے ہورہی تھی اس وقت جبرائیل امین ؑ ایک ابریشم کا ٹکرا لے کر آئے تھے جس پر لکھا ہوا تھا کہ ''خدا نے فاطمہ

زہراؑ کا مہر امت محمدؐ کے گناہ گاروں کی شفاعت قرار دیا ہے اور اسی کپڑے کے متعلق بی بی فاطمہؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ کفناتے وقت اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے اور بی بیؑ نے فرمایا ''جب روز قیامت محشور ہوں گی تو یہ شفاعت کی سند اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے بابا کی امت کے گناہگاروں کی شفاعت کروں گی۔'' اس حدیث کو احمد بن یوسف دمشقی اہلسنت کے حوالے سے ذکر کرتا ہے۔(۱)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بعد بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا دختر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو شفیعۂ روز جزا کا لقب ملا ہے، جس کے لیے شروع میں امام جعفر صادقؑ کی حدیث بیان کی گئی ہے اور زیارت نامے میں بھی ہم پڑھتے ہیں۔

یا فاطمہ اشفعی لی فی الجنة ۔اے فاطمہ (معصومہؑ) ہماری جنت میں شفاعت فرمایئے گا۔

۴۔عالمۂ آلِ عباؑ:

خاندانِ عصمت وطہارت میں خواتین مختلف علوم اسلامی میں بے نظیر مہارت رکھتی تھیں۔سر فہرست حضرت زہرا مرضیہؑ اور حضرت زینبؑ عالمۂ آل عباؑ تھیں۔آپ حضرات کے خطبات اور حیات بخش علوم نے تاریخ اسلام کے صفحات کو مفتخر بنایا ہے۔

حضرت معصومہؑ نے بھی اپنی زندگی کے بچپن اور نوجوانی کے ایام دو معصومین علیہم السلام امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ کے زیر سایہ گزارے، لہٰذا آپؑ نے تمام علوم اسلامی کو حاصل کیا جبکہ آپ نے بہت سی احادیث نقل فرمائی ہیں۔

۱۔بحار جلد ۴۳ ص ۱۰۵ اور امالی طوسی ۲۔۲۸۰۔

فقط ایک واقعہ اس ضمن میں نقل کر رہے ہیں کہ:

ایک دن کچھ شیعہ کسی دور دراز کے علاقے سے مدینے آئے ان کا مقصد یہ تھا کہ امام ہفتمؑ کی زیارت کریں اور کچھ مسائل کا حل دریافت کریں۔ امام موسیٰ کاظمؑ اپنے فرزند امام رضاؑ کے ساتھ سفر پر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ اماؑم سفر پر گئے ہوئے ہیں تو اپنا سوالنامہ آپؑ کے گھر بھجوا دیا اور دوسرے دن جب وہ مدینے سے واپس ہونے لگے تو حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا نے ان تمام سوالوں کے جوابات کی تحریر واپس کروادی۔ وہ لوگ خوشی خوشی مدینے سے روانہ ہوئے۔ راستے میں امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات ہوگئی جو مدینے واپس آرہے تھے، ان لوگوں نے تمام واقعہ بیان کر دیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ تحریر مجھے دو۔ جب امام نے وہ تحریر پڑھی تو تین مرتبہ یہ جملہ تکرار فرمایا: فِدَاهَا اَبُوهَا یعنی ایسی بیٹی پر اس کا باپ قربان ہو جائے۔(۱)

۵۔ محدثہ آل طٰہٰ:

رسول اکرمؐ کے زمانے سے آئمہ طاہرینؑ کے زمانے تک جو لوگ راوی احادیث ہیں یا احادیث کو نقل کرتے آرہے ہیں، امّت اسلامی پر ان کا بہت بڑا احسان ہے۔ اگر ان کی یہ کاوشیں نہ ہوتیں تو تعلیمات محمدیؐ ہم تک نہ پہنچ پاتیں۔ اسی لیے رسول گرامیؐ اپنے اصحابؓ کو احادیث سننے اور انہیں نقل کرنے کے لیے تشویق کیا کرتے تھے، ایک مقام پر آپؐ فرماتے ہیں:

نَصَرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثاً فَبَلَّغَهُ ۔ ”خدا اُس شخص کو نصرت کرے،

۱۔ کتاب کریمۂ اہلبیتؑ ص ۶۴۔

جو ہماری احادیث کو سنے اور انہیں دوسروں تک پہنچائے۔(۱)

ان اصحاب میں بہت سی خواتین بھی شامل ہیں جو احادیث کی راوی مشہور ہیں۔ خاندان عصمت وطہارت میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت زینبؑ و ام کلثوم سلام اللہ علیھن کے بعد جو نام سب سے زیادہ روایان احادیث میں نظر آتا ہے وہ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا ہے۔ آپؑ نے ان احادیث کو بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سلسلہ اسناد سے نقل فرمایا ہے جو شیعہ وسنی دونوں مسلکوں کے محدثین نے نقل کیا ہے۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے بیان کردہ احادیث:

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے محدثہ ہونے پر متعدد روایتیں اور اقوال آئمہ علیہم السلام شاہد ہیں، علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں مناقب سے نقل کرتے ہوئے، آپ کے محدثہ ہونے کی روایت کا ذکر کیا ہے، آپ کی فضیلت وبزرگی، آپ کی عظمت و عصمت سے بھی اہل ایمان کو انکار نہیں ہوسکتا، یہاں ہم منقول چند روایات و احادیث پیش کررہے ہیں۔ جب آپ مدینہ منورہ سے قم تشریف لائیں، تو وہاں کے علماء نے آپ کے جدّ نامدار خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی احادیث بیان فرمانے کے لیے التماس کیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث اپنے پدر گرامی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے سنی ہے، انہوں نے صادقِ آلِ محمدؐ حضرت امام جعفر صادقؑ سے سماعت فرمائی، صادق آلِ محمدؐ نے باقر العلوم حضرت امام محمد باقرؑ سے انہوں نے سیّد الساجدین حضرت امام زین العابدینؑ سے انہوں نے امام عالی مقام حضرت امام

۱۔ شرف اصحاب الحدیث ص ۱۹۔

حسینؑ سے انہوں نے حضرت امام حسن مجتبیٰؑ سے، انہوں نے ابوالائمہؑ امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور امیر المومنینؑ نے بانیِ اسلام حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کی۔ پس اسی طرح آپ کی وساطت سے بیان کی ہوئی احادیث صحیح اور متواتر ہیں جن میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔

بہر حال جو حدیث بھی معظّمہ سے نقل ہوئی ہوگی، اُس کے راوی صادقین و معصومینؑ ہیں۔

(۱) حضرت فاطمہ معصومہؑ نے جنابِ فاطمہؑ دختر حضرت امام جعفر صادقؑ سے انہوں نے فاطمہؑ دختر حضرت امام محمد باقرؑ سے انہوں نے فاطمہؑ دختر حضرت امام زین العابدینؑ سے انہوں نے فاطمہؑ دختر حضرت امام حسینؑ سے انہوں نے ام کلثومؑ دختر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت بیان کی کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا! کیا تم نے رسول اللہؐ کے اس قول کو فراموش کر دیا، جو انہوں نے غدیرِ خم میں فرمایا تھا، قال رسول اللہؐ: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" (میں جس کا مولا ہوں، علیؑ بھی اس کے مولا ہیں) اور مذکورہ بالا سلسلوں سے یہ حدیث بھی منقول ہے۔ قال رسولؐ یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰؑ (اے علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی) (۱)

۲) علامہ محمد تقی مجلسیؒ (علامہ مجلسی اول) نے بحار انوار کی پندرہویں جلد باب ۱۵ میں فضائل شیعہ کے بیان میں ص نمبر ۱۲۲ پر روایت بیان کرتے ہیں، جو کہ پانچ واسطوں سے جناب فاطمہ معصومہؑ بنت امام موسیٰ کاظمؑ اپنی جدہ حضرت فاطمہ زہراؑ

۱۔ مسلسلات احمد قمی۔ ص ۱۰۸۔ مسند الفواطم، ص ۲۹۔

بنت رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا! کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰؐ سے سنا ہے کہ جب شب معراج مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ایک خوب صورت محل دیکھا، جو دُر ابیض کا بنا ہوا تھا اور اس کے دروازے دُر یا قوت سے جڑے ہوئے تھے، اس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اس پردے پر یہ عبارت تحریر تھی (شیعة علیؑ هم الفائزون) علیؑ کے شیعہ کامیاب اور نجات یافتہ ہیں (۱)۔

(۳) حضرت معصومہؑ نے جناب فاطمہؑ دختر امام جعفر صادقؑ سے، انہوں نے جناب فاطمہؑ دختر حضرت امام محمد باقرؑ سے، انہوں نے جناب فاطمہؑ دختر حضرت امام زین العابدینؑ سے، انہوں نے جناب فاطمہؑ دختر حضرت امام حسینؑ سے، انہوں نے ثانی زہراؑ حضرت زینب سلام اللہ علیہا دختر امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے، انہوں نے حضرت فاطمہ زہراؑ دختر جناب رسول خدا حضرت محمدؐ سے روایت نقل کی ہے، مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا کہ جو شخص ہم اہل بیتؑ کی محبت میں اس دنیا سے اٹھ جائے، وہ شہید ہے (۲) اور محمد غمازی شافعی نے بھی مذکورہ روایت کو بارہ واسطوں سے حضرت معصومہ فاطمہؑ بنت امام موسیٰ کاظمؑ سے اور ستر واسطوں سے حضرت فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا بنت رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا! کہ میرے والد گرامی نے فرمایا: مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا یہ حدیث جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا بنت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے مخدومہ کونین خاتون جنت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا

۱،۲۔ مسلسلات احمد قمی۔ ص ۱۰۸۔ مسند الفواطم، ص ۲۹۔

تک پہنچی ہے، وہ ناقل ہیں کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے فرمایا! کہ جب شب معراج میں آسمانوں کی بلندیاں طے کرتا ہوا جنت میں داخل ہوا، تو وہاں میں نے سفید موتیوں کا ایک قصر دیکھا، اس کا دروازے سچے موتیوں اور یاقوت سے آراستہ تھا، اور اس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا، جب میں نے اپنا سر بلند کر کے پردے کی پشت پر دروازے پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا، تو اس پر تحریر تھا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ عَلِیٌّؑ وَلِیُّ الْقَوْمِ یعنی کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے محمدؐ اس کے رسول ہیں، اور علیؑ صاحب اختیار ہیں، اور اسی پردے پر لکھا تھا: بَخٍ بَخٍ مِنْ مِثْلِ شِیْعَةِ عَلِیٍّؑ : (۱) مرحبا مرحبا شیعیان حیدرؑ کے جیسا خوش قسمت اس دنیا میں کون ہے، جب میں اس قصر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بھی عقیق سرخ کا ایک قصر ہے جس کا دروازہ سبز زبرجد سے مزین ہے اور اس پر ایک دروازہ اور اس پر پردہ پڑا ہے، میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس پر تحریر تھا، کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور علیؑ ان کے وصی ہیں، اسی پردے پر یہ بھی تحریر تھا، کہ علیؑ کے شیعوں کو ان کے حلال زادہ ہونے کی بشارت دے دو، اور جب میں اس قصر میں داخل ہوا، تو میں نے زبرجد سبز کا ایک قصر دیکھا جس سے اچھا قصر اب تک میری نگاہوں نے نہیں دیکھا، اس کا دروازہ یاقوت سرخ کا تھا اور اس کی آرائش لؤلؤ (موتیوں) سے کی گئی تھی، اس پر جو پردہ آویزاں تھا اس پر یہ تحریر تھا، کہ علیؑ کے شیعہ ہی رستگار و نجات یافتہ ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں، کہ میں نے جبرائیل امینؑ سے پوچھا! کہ یہ قصر کس کا ہے؟ تو جبرائیلؑ نے جواب دیا کہ آپ کے چچا زاد بھائی اور جانشین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہے، اے اللہ کے

۱۔ مسلسلات احمد قمی۔ ص ۱۰۸۔ مسند الفواطم، ص ۲۹۔

رسولؐ تمام انسان میدان حشر میں بے کفن اور برہنہ پا آئیں گے، لیکن علیؑ کے شیعہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

روز قیامت پروردگار عالم ہر ایک کو ان کی ماں کے نام سے آواز دے گا مگر علیؑ کے شیعہ اپنے باپ کے نام سے بلائے جائیں گے۔ حضرت رسول خداؐ فرماتے ہیں! کہ میں نے سوال پھر کیا! کہ جبرائیلؑ ایسا کیوں ہوگا! حضرت جبرائیلؑ نے یہ کہا! بشر شیعة علی بطیب المولد لانهم احبوا علیا فطاب مولدهم، کیونکہ یہ علیؑ کے چاہنے والے ہیں اس لیے حلال زادے ہیں۔

ان القابات کے علاوہ بھی بہت سے القاب بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے لیے منسوب ہیں جن میں (۱) طاہرہ، (۲) حمیدہ، (۳) برّہ، (۴) رشیدہ، (۵) تقیّہ، (۶) نقیّہ، (۷) رضیہ، (۸) مرضیّہ (۹) سیّدہ، (۱۰) اُخت الرّضا، یہ القاب آپؑ کے اس زیارت میں موجود ہیں جو کتاب ''انوار المشعشین'' میں نقل کیا گیا ہے (۱)

۱۔ کتاب انوار المشعشین از شیخ محمد علی بن حسین کا توزیان جلد ۱، ص ۲۱۱۔

آپ سلام اللہ علیہا کا نسب شریف

بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا نسب شریف اس سے بلند تر ہے کہ قلم اس کو تحریر کرے۔

آپ وہ ماہ روشن ہیں کہ جنہوں نے امامت کے برج سے طلوع کیا امامت کی آغوش میں تربیت پائی، ہر ایک معصومؑ کی اپنے دامن میں پرورش کی کیونکہ آپ ایک امامؑ کی بیٹی ایک امامؑ کی بہن اور ایک امام معصومؑ کی پھوپھی تھیں۔

آپ فاطمہ معصومہؑ امام موسیٰ کاظمؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی بیٹی تھیں۔ یہ وہی باعظمت نسب ہے، جس کے لیے خلیفہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کی بیعت کے دن لوگوں کے سامنے ان جملوں کو ادا کیا کہ "اگر ان کے نام گونگوں اور بہروں کے سامنے پڑھے جائیں تو وہ خداوندِ کریم کے اذن سے شفایاب ہو جائیں۔

آپؑ کے والد حضرت موسیٰ بن جعفرؑ شیعوں کے ساتویں امامؑ ہیں۔ آپؑ کے حالات زندگی بیان کرنے کے لیے کئی سو صفحات بھی کم ہیں، مختصراً یہ کہ آپؑ علم و معرفت، فضل و کمال میں امام جعفر صادقؑ کے وارث اور جانشین تھے دنیا کے سب سے بڑے عبادت گزار، عالم اور سخی تھے۔ آپ عابد ترین اور کریم ترین دوراں، صاحب علم لدنّی تھے آپ کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔

ہمارے بعض لوگ کم علمی اور نادانی کی بنا پر آئمہ معصومینؑ کے درمیان فضیلتوں کے کم و زیادہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے یہ سب کے سب عالم، عابد، متقی، اخلاقی صفات کا مجموعہ، کرامات کا مرکز اور تبلیغ و ہدایت کا پیکر

تھے۔فرق صرف اتنا ہے کہ جن معصومینؑ کو جیسا ماحول ملا اس کے مطابق انہوں نے اپنے کمالات وفضائل کو پیش کیا۔امام موسیٰ کاظمؑ کے لئے مشہور ہے کہ آپ کی ساری زندگی قید میں گزری اورنعوذ باللہ آپ کو تبلیغ دین کرنے کا مناسب موقع نہیں ملا۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔تاریخ اور حقائق کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا آپ کی ۵۴ یا ۵۵ سالہ زندگی میں ۱۱ یا ۱۴ سال قید وبند کی زندگی ہے،اس کے علاوہ بقیہ زندگی میں آپؑ نے باقی آئمہؑ کی طرح تبلیغ دین کی آپ نے خلیفۂ ناحق کے مقابلے میں بہترین سیاست کی کہ خلیفہ مجبور ہوگیا اور آپؑ کو زندان میں ڈلوا دیا۔

آپؑ نے جہاد باللسان کا بہترین نمونہ پیش کیا۔

آپؑ نے علی بن یقطین ،عبداللہ بن یحییٰ الکاہلی ،مفصل بن عمر کوفی جیسے افراد کو تربیت کے ذریعے ظلم کے خلاف کھڑا کیا۔آپؑ نے اپنے علمی خزانے سے اصحاب کو مالا مال کیا۔

اپنے اخلاق عمل سے لوگوں کی تربیت کی،جس کی واضح مثال بشر حافی ہیں کہ ایک مختصر سے جملے سے انسان کے کردار میں انقلاب برپا کردیا۔

ادھر قید خانے میں ہارون کی بھیجی ہوئی عورت سے سجدہ کرالینا اور اسے راہِ عبادت پر لگا دینا امامؑ کی عملی تبلیغ کا بہترین نمونہ ہے۔عبادت کا یہ عالم کہ قید خانے کی زندگی میں بھی اس بات پر شکر خدا کرتے تھے کہ عبادت کے لیے بہترین ماحول نصیب ہوگیا ہے۔عصمت کے باوجود یہ مناجات ادا کرتے تھے کہ ''پروردگار تیرے بندے کے گناہ عظیم ہیں لہٰذا میری بخشش بھی اسی اعتبار سے ہونی چاہیے''۔ رات کو سجدے میں سر رکھتے تھے کہ سحر کے ہنگام میں سر اٹھاتے تھے۔آپ کو روایات

میں ''حلیف السجدہ الطّویلہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

المختصر یہ کہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے والد گرامی کے بارے میں جتنا بیان کیا جائے کم ہے۔اور والدۂ گرامی کے حوالے سے جو تاریخ میں ملتا ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا کی والدہ حضرت نجمہ خاتونِ سلام اللہ علیہا مادر امام رضا علیہ السلام تھیں۔

حضرت نجمہ خاتونؑ ان باعظمت و بافضیلت خواتین میں شامل ہیں، جن کا نام ہمیں تاریخ میں ملتا ہے آپ کے کئی دوسرے ناموں میں تکتم، طاہرہ، اروی، مسکن النوبیہ، اورسمان، خیزران المرسیہ بھی مشہور ہیں۔آپ کی کنیت ام البنین ہے۔(۱)

حضرتِ نجمہؑ کا نسب وفضائل:

شیخ صدوق قدس سرہ نے کتاب العیون میں روایت کی ہے کہ آپؑ امام رضا علیہ السلام کی والدہ ہیں، آپ کا تعلق عجم کے اشراف اور انتہائی عزت والے خاندان سے ہے۔حضرت حمیدہ سلام اللہ علیہا جو کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ ہیں، ان کے نزدیک آپ اپنے زمانے کی تمام عورتوں کے مقابلے میں عقل اور دین کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل تھیں۔حضرت بی بی نجمہ خاتونؑ حضرت حمیدہؑ کی بہت زیادہ عزت کرتی تھیں اور جب سے بی بی حمیدہؑ کی ملکیت میں آئی تھیں، ان کے احترام وجلالت کی وجہ سے ان کے سامنے نہیں بیٹھتی تھیں۔

حضرت حمیدہ خاتونؑ نے اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ سے فرمایا، اے میرے بیٹے تکتم جیسی کنیز آج تک کنیزوں میں کوئی نہیں دیکھی، جو اس سے افضل ہو مجھے اللہ کے بارے میں شک نہیں ہے کہ عنقریب اللہ اس کی نسل کو ظاہر فرمائے گا اگر اس کی نسل

۱۔کتاب بحار الانوار ۴۹ ص ۳، باب ۱۔

ہے۔میں نے نجمہ خاتونؑ آپ کو ہبہ کر دی ہے، اس کے بارے میں خیر اور بھلائی کی وصیّت کرتی ہوں، جب آپ کے ہاں امام رضا علیہ السلام کی ولادت ہو تو نجمہ خاتون کا نام طاہرہ رکھ دینا۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کو خریدنے کا حکم دیا:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ''خدا کی قسم میں نے یہ کنیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے خریدی ہے۔''

اس بارے میں آپؑ سے پوچھا گیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''میں سو رہا تھا کہ خواب میں میرے دادا اور میرے والد تشریف لائے، ان دونوں کے پاس ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، ہم نے اس کو کھولا تو اس میں اس کنیز کی تصویر تھی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا اے موسیٰؑ اس کنیز سے روئے زمین کی سب سے افضل شخصیت متولد ہو گی، پھر مجھے حکم دیا، جب اس مولود کی ولادت ہو تو اس کا نام علیؑ رکھنا۔ دونوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے عدل اور پیار و محبت کو عام کرے گا خوشخبری ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق کرے اور ہلاکت ہے اس کے لیے جو اس سے دشمنی کرے گا، اس کا انکار کرے گا اور اس سے عداوت رکھے گا۔(۲)

اس قسم کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی مائیں جو کنیز تھیں، ان کو اللہ کے امر سے خریدا گیا اور شاید پروردگار کا ان کے بارے میں یہ ارادہ ہو کہ ان کی طہارت و پاکیزگی کے ساتھ ساتھ یہ واضح فرمائے کہ اس اعتبار

۱۔کتاب عیون اخبار الرضا جلد ۱، ص ۱۴ حوالہ ۲۔۱

۲۔دلائل الامامہ ص نمبر ۱۷۵۔

سے آزاد عورت اور کنیز عورت میں کوئی فرق نہیں، بلکہ معیار فضیلت تقویٰ ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت حمیدہ سلام اللہ علیہا نے خواب میں رسول اللہ ؐ کو دیکھا، آپ ؐ نے فرمایا: اے حمیدہ اپنی کنیز نجمہ سلام اللہ علیہا کو موسیٰ علیہ السلام کو ہبہ کردو، وہ عنقریب اہل زمین میں سے سب سے افضل مولود کو جنم دیں گی، لہٰذا انہوں نے نجمہ خاتونؑ کو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو بخش دیا۔ (۱)

جناب نجمہ خاتونؑ نے تمام علوم حضرت حمیدہ خاتون اور اپنے شوہر امام موسیٰ کاظمؑ سے سیکھے۔ آپ ادب و اخلاق اسلامی کا نمونہ تھیں۔ آپ نہایت عبادت گزار و متقی خاتون تھیں۔ آپ کی سیرت دوسری تمام عورتوں کے لیے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ (۲)

۱۔ اعلام الوریٰ ص ۳۱۴ باب نمبر ۷ فصل ۱۔ ۲۔ کتاب مستدرک، سفینہ، ص ۸۔ ۲۵۷۔

ولادت سے رحلت تک

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا پہلی ذیقعدۃ الحرام ۱۷۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں دنیا میں تشریف لائیں۔

دو بہترین بہن بھائی:

تاریخ میں ایسے بہت سے بہن بھائی ملیں گے، جو ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہوں۔ اور اُن کی محبت کا ہر محفل و مجلس میں تذکرہ ہوتا ہو، لیکن اس کا سب سے واضح نمونہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا کی محبت ہے کہ کس طرح زندگی کے تلخ اور شیریں لمحات میں ان دونوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔

اس کا دوسرا نمونہ حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپ کی عزیز ترین بہن بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا ہیں۔

امام رضا علیہ السلام اور حضرت معصومہؑ حضرت نجمہ خاتونؑ کے بطن سے ہیں اور حضرت نجمہ خاتونؑ کے دو ہی اولادیں ہوئیں ایک امام رضا علیہ السلام دوسری حضرت بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا۔

امام رضا علیہ السلام ۱۴۸ ہجری میں اور بی بی معصومہؑ ۱۸۳ ہجری میں دنیا میں تشریف لائیں۔ اس طرح تقریباً ۲۵ سال امام رضا علیہ السلام ایک ہی اولاد تھے جو حضرت نجمہ خاتونؑ سے تھے۔ اور حضرت معصومہؑ کی وہ شخصیت اور مقام ومنزلت ہے کہ آپ کی آمد سے قبل جب کہ آپ کے والد کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی آپ کے دادا نے آپ کی عظمت ومنزلت کی خبر دی تھی۔ جبکہ امام رضا علیہ السلام کے اور

بھی بہن بھائی تھے،لیکن کوئی بھی آپ کی برابری کا نہ تھا۔

اسی طرح امام رضاؑ بھی جانتے تھے کہ آپ کی خواہر گرامی کو اس دنیا میں آنا ہے،لہٰذا ۲۵ سال کے طویل انتظار کے بعد بی بی معصومہؑ کی جب ولادت ہوئی تو امام رضا علیہ السلام کی خوشی حد سے سوا تھی، وہ انتظار اپنے اختتام کو پہنچا، پورا گھرانہ اس ولادت پر خوشی سے سرشار تھا کہ کیونکہ یہ وہ ہستی تھی جس کے ہاتھ میں تمام شیعوں کی شفاعت تھی ۔حضرت معصومہؑ اُس روشن چاند کی مانند تھیں کہ جو کبھی خورشید امامت سے جدا نہ ہوا ہو۔آپ کی تربیت ہرچند کہ آپ کی مادر گرامی نے کی دو امامانِ معصومؑ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیے ۔آپ نے چھوٹی سی عمر میں تمام فقہی اور عقیدتی علوم پر مہارت حاصل کر لی تھی۔

۱۷۹ ہجری سے ۱۸۳ ہجری تک کہ اس عرصے میں امام موسیٰ کاظمؑ ،ہارون رشید کے قید خانے میں قید تھے،بی بیؑ نے امامت کے دفاع اور دین کی حفاظت کے لئے بہت اہم کردار ادا کیا کہ جس کو امام رضا علیہ السلام نے آپ کی زیارت میں بیان فرمایا۔(فَاِنَّ لَکِ عِندَاللّٰہِ شَاْناً مِنَ الشّان) ''بے شک خدا کے نزدیک آپ کی شان بہت بلند ہے۔''

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی جوانی:

حضرت معصومہؑ کی شادی نہ ہوسکی ،جس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۴۸ ہجری میں منصور دوانقی نے لاتعداد سادات کو مظالم کا نشانہ بنایا، اسیر کیا اور نہ صرف شہید کرایا بلکہ دیواروں میں چنوا دیا۔۱۶۹ ہجری میں مہدی عباسی کا بیٹا ہادی تخت نشین ہوا،

جناب ذاکر حسین فاروقی لکھتے ہیں کہ ہادی بڑا خود سر، خود رائے، ظالم، ضدی، اور بے رحم بادشاہ تھا، شراب پیتا اور لہو ولعب میں مصروف رہتا تھا، ہادی کو آل محمدؐ سے وہی بغض و عناد تھا، جو اس کے آباء و اجداد کو تھا، اسی کے دور میں کئی سو اولادِ حسنؑ کو قتل کرایا گیا اور ان کے نمایاں فرزند جناب حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ کا سر کٹوا کر بغداد بھجوادیا اور پوری قوت سے سادات کا استحصال کیا گیا۔ تاریخِ قم میں ہے کہ رضویہ سادات اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کر سکتے تھے کہ ہادی عباسی نے کئی سو سادات مردوں کو قتل کروایا تھا) جس کی وجہ سے انہیں اپنا ہمسر و کفو نہیں ملتا تھا اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ جن کی اکیس ۲۱ صاحبزادیاں تھیں، ان میں سے ایک کی بھی شادی نہیں ہوئی تھی، لہٰذا حضرت فاطمہ معصومہؑ کی بھی شادی نہ ہوسکی۔ آپ کی زندگی کا مقصد خدا کی یاد، اُس کی بندگی و اطاعت و عبادت اور اُس کی خوشنودی و رضا جوئی تھا اور آپ کی زندگی کا محور اپنے بھائی کی محبت اور ان کے طوس چلے جانے کے بعد ان کی یاد تھی۔ اکثر اپنے بھائی کے ہجر و غم میں محزون و مغموم رہا کرتی تھیں، مگر انہوں نے اپنی زندگی کے ۲۲ یا ۲۶ سال ایک ہدف اور ایک مقصد کے تحت بسر کیے، آپ کی مثالی اور باعظمت شخصیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے سر سے آپ کے پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ چکا تھا، دوسری طرف بنو عباس کے مظالم اپنے کمال پر تھے اور خانوادۂ رسالتؐ کے جوانوں کو چُن چُن کر نشانۂ ستم بنایا جارہا تھا اور انہیں شہید کیا جارہا تھا، حضرت معصومہؑ نے کن نامساعد حالات میں ان عظیم ذمہ داریوں کو قبول کیا، اور آلام و مصائب برداشت کیے ان کی شان جس قدر بلند ہے ان کا منصب جس قدر عظیم ہے، ان کی ذمہ داریاں بھی اسی قدر سنگین ہیں۔ انہیں ظلم و ستم

کے اس دور میں اپنے بھائی حضرت امام رضاؑ کے ساتھ ساتھ نا صرف دین خداوندی کی تبلیغ اور ترویج کی بھاری اور اہم ذمہ داری انجام دینی تھی بلکہ آلام و مصائب کا مقابلہ بھی صبر و توکل کے ساتھ کرنا تھا اور اس سلسلے میں انہیں مشکل ترین حالات کا سامنا کرنا پڑا، حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت حضرت ام کلثومؑ کی طرح ان کی شخصیت بھی غیر معمولی اور استثنائی ہے اور ان بزرگ خواتین خاندان نبوت کی طرح ان کے مصائب اور شدائد بھی غیر معمولی ہیں۔ وہ اپنے زمانے کی عام مسلمان خواتین کی طرح نہ تھیں، بلکہ اپنے خاندان کی ان با عظمت خواتین کی طرح تھیں، جنہوں نے نبوت اور امامت کے شانہ بشانہ قیام دین کا فریضہ انجام دیا اور ظالم حکومت اور اسلام کے باغی حکمرانوں کے غلط لہجے کی نشان دہی کی اور مسلمانوں کو ہمیشہ دین کے حقیقی مقصد و مفہوم سے آگاہ کرتی رہیں اور عالم نسوانیت کی رہبری و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم حضرت معصومہؑ کی زندگی کے واقعات کو محض تاریخی واقعات کے طور پر نہ دیکھیں، بلکہ ان تاریخی واقعات کی علامتی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں، ان واقعات کے پس منظر میں جو اصول کارفرما ہیں، ان کو اپنی فکر و نظر کا محور اس لیے قرار دیں، کیونکہ تاریخی واقعات تو ماضی کا حصہ ہوتے ہیں مگر ان واقعات کے پس منظر میں کارفرما اصول اور عوامل آج بھی معاشرے اور تاریخ کو متاثر کر رہے ہیں۔ ان اصولوں کا ہماری زندگی سے زندہ اور عملی تعلق ہے، ہمیں اس تعلق کو دریافت کرنے کی ضرورت ہے، اسی روشنی میں جب ہم حضرت معصومہؑ کی شخصیت اور ان کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کریں تو پھر یہ واقعات محض ماضی کی

تاریخ کا حصہ نہیں رہتے، ان کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تاریخ، گزشتہ باتوں کی ہے، جن کو دہرانے سے اب کوئی فائدہ نہیں بلکہ پھر یہ تاریخی واقعات ایک علامتی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور ہر دور اور ہر زمانے میں اسلام کے آفاقی اور عالم گیر اصولوں مثلاً آزادی، قیامِ عدل، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا سبق دیتے ہیں، اس تناظر میں حضرت معصومہؑ کی زندگی اسلام کے اصولوں اور اقدار کی عملی اور متحرک تصویر نظر آتی ہے، حضرت معصومہؑ کی شخصیت بھی حضرت خدیجہؑ وحضرت فاطمہؑ و حضرت زینبؑ وحضرت امّ کلثومؑ کی طرح مختلف جہات، نسوانیت کی گونا گوں خصوصیات اور خوبیوں کا بہترین اور مثالی نمونہ ہے (وہ مندرجہ بالا خواتین کی طرح ایک مثالی، زوجہ تو نہ بن سکیں لیکن حضرت زینبؑ وام کلثومؑ کی طرح ایک مثالی بہن، ایک مثالی بیٹی اور اسلام کی ایک مثالی خاتون ضرور ہیں، اور ان کی زندگی کے یہ رخ، نمونۂ عمل اور دعوت اتباع ہیں) درحقیقت ان کی تمام زندگی، مثالی زندگی ہے اور اس کا خلاصہ، باطل اور بنو عباس کے ظلم کے خلاف جہاد ہے اور حقائق اور قیام دین کے لیے اپنے بچپن سے حلت تک، اپنی مختصر مگر پوری زندگی میں اجتماعی، معاشرتی و دینی ذمے داری کو پوری شدت سے محسوس کیا اور اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ اس ذمے داری کو پورا کرنے کی جدوجہد کی۔

جب وہ پانچ سال کی تھیں تو ان کے والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور امامت کی ذمہ داری ان کے برادر بزرگ حضرت امام رضا علیہ السلام کے کندھوں پر تھی، اس سن وسال کی لڑکیاں عموماً گھروں میں رہتی ہیں اور ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی انقلابی جدوجہد یا کسی عظیم مقصد کے لیے اپنے بھائی کے ساتھ سرگرم

عمل نظر آئیں، لیکن اس اجتماعی، سیاسی اور فکری کشمکش اور جدو جہد کے سنگین اور پُر خطر دور میں حضرت معصومہؑ اپنے بھائی، جو اپنے دور کے منصوص من اللہ امام معصوم، رہبر اور مسلمانوں کے روحانی قائد تھے، ان کی ذمہ داری کے حوالے سے اپنی ذمے داری کو شدت سے محسوس کرتی تھیں، حالانکہ ان کا سن و سال اس بات کا متقاضی نہیں تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نہ صرف مدینے کی خواتین کو اسلام کی تعلیم دیتی تھیں، بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے شہروں کی خواتین کو درس بھی دیتی تھیں اور انہیں بنو عباس کے مظالم سے بھی آگاہ کرتی تھیں اور انہیں حقائق سے آگاہ کر کے اسلام کو بادشاہت کی طرف موڑ جانے والی سازش سے بھی آگاہ کرتی تھیں، ظلم و ستم کے اُس دور میں جب امام رضاؑ اپنے دشمنوں کی کثرت کے مقابلے میں تنہا تھے، آپ کارِ امامت میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں اور ان کی رفاقت و دلجوئی کے لیے موجود نظر آتی تھیں اور نہ صرف مصروف عمل ہوتیں بلکہ مکمل آگاہی اور ذمے داری سے اپنا فریضہ انجام دیتی تھیں۔ بیٹیوں میں سے یہ تنہا حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی ذات تھی، جس نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے خونِ ناحق کے خلاف آواز اٹھائی اور ان کے انقلابی پیغام کو زندہ رکھا، انہوں نے ہر جگہ خواہ وہ مدینہ ہو یا بصرہ، اہواز، یا آبادان، شیراز ہو یا اصفہان، ساوہ ہو یا قم، ہر جگہ ہر موقع پر عباسی ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، وہ جہاں جہاں گئیں، ہر جگہ دین اسلام کی تبلیغ کی، حق سے آگاہ کیا اور اہلبیتؑ کی عظمت سے دنیا کو روشناس کرایا اور یتیمی اور پریشانی کے باوجود اپنی ذمے داری کو پورا کرنے میں کسی کمزوری یا تردد کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ ہر جگہ خدا کے پیغام کی تشہیر کی اور یہی نہیں، بلکہ اپنی رحلت کے بعد بھی حق خواہی اور دین پناہی کی روایت قائم کی

اور اپنی شخصیت، کردار و عمل، تقویٰ اور پرہیز گاری عزم و ہمت، صبر و رضا، علم و آگہی، معرفت امامت، اور اجتماعی مسئولیت و ذمے داری کے حوالے سے آج بھی ان کا نام زندہ ہے اور تا قیام قیامت زندہ رہے گا، آپ نے جو شمع ۱۲۳۶ سال قبل روشن کی تھی، اس کی تابندگی و درخشندگی ۱۲ صدیوں کا سینہ چیر کر آج بھی فضائے عالم اور خصوصاً عامۃ المسلمین و مومنین اور دنیا کے تمام اہل وفکر نظر اور انصاف پسند انسانوں اور اہل عرفان کے قلوب واذہان کو منور کر رہی ہے، آج بھی آپ کا جائے مدفن قم، دنیا میں اسلامی علوم کا سب سے بڑا مرکز ہے، جہاں ہزاروں تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے قیام پزیر ہیں، آپ کا شہر قم باب مدینۃ العلم کے صدقے میں علماء و مجتہدین کی آماجگاہ ہے، اب بھی آپ کا شہر قم دنیا کے لاکھوں بلکہ کروڑوں عقیدت مندوں کا مرکز و محور ہے، جہاں روزانہ ہزاروں افراد دُرود و سلام کے ہدیے لے کر آتے ہیں اور گوہر مراد پاتے ہیں، آج بھی آپ کا شہر قم مومنین کا مرکز ہے، اسلامی انقلاب کا مرکز ہے، خدا آپ کے شہر کو قائم و آباد رکھے اور یہ رونقیں تا ظہورِ امام مہدیؑ قائم رہیں، تاکہ جب قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے، تو منتظرین امام مہدیؑ ان کی اقتدار میں صحنِ خانہ حضرتِ معصومہ قمؑ میں نماز ادا کریں گے اور زیارتِ حضرتِ معصومہؑ کی سعادت کا شرف حاصل کریں گے۔ آمین (۱)

۱۔ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۵۷۔

آپؑ کا ایران کی طرف آنا:

آپ کی کچھ ہی عمر گزری تھی کہ ہارون رشید نے آپ کے والد بزرگوار امام موسیٰ کاظمؑ کو قید میں ڈال دیا اور کچھ عرصے بعد امامؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ فقط امام رضاؑ تھے، جو اس امت کے مظلوم لوگوں کے فریادرس تھے کہ جن پر ہارون کی طرف سے روز نئے نئے مظالم ٹوٹتے تھے۔

یہاں عصمت وطہارت کے گھروں میں خواتین اور بچوں کا آسرا امام رضاؑ تھے کہ جن کو دیکھ کر دلوں کا غم کم ہو جاتا تھا۔

لیکن ایک دن ہارون کے بدکردار بیٹے مامون الرشید نے اپنے باپ کی موت کے بعد امام علی رضاؑ کے لیے حکم صادر کر دیا کہ آپؑ کو مدینے سے شہر خراسان لایا جائے۔ مامون ایک دھوکے باز انسان تھا، اس کی کوشش یہی تھی کہ امام رضاؑ کو بظاہر ولی عہد بنایا جائے لیکن پس پردہ ہدف یہ تھا کہ امامؑ کی جان لے لی جائے اور خاموشی سے امامؑ کو راستے سے ہٹایا جائے۔

امام علی رضاؑ کو مجبوراً مدینہ چھوڑنا پڑا، آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ خراسان آ گئے۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا نے تقریباً ایک سال اپنے بھائی کی جدائی برداشت کی، جب آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو آپ نے مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ (۲)

۱۔ بنت باب الحوائج ص ۸۶

ہجرت آل رسول علیہم السلام:

پیامبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد آئمہ معصومینؑ اور ان کے شیعوں پر صاحب اقتدار افراد کا ظلم وستم شروع ہو گیا تھا۔ حکومت اسلامی کو غصب کرنے والوں نے ظلم کی انتہا کر دی۔ سیاسی طور پر آل رسولؐ کو لوگوں سے دور کرنے کے کام کی ابتدا ہوگئی، ظاہر و باطن میں ایسے ظلم ڈھائے کہ شیعیانِ آل محمدؐ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنے سے خوف کھاتے تھے۔ اسی طرح سادات اپنے آپ کو سادات ظاہر کرنا جرم محسوس کرتے تھے۔ اس ظلم کے نتیجے میں شہادت کو سینے سے لگا لیتے یا ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ حضرت معصومہؑ بھی اسی ظلم کا نشانہ بنیں، شیعیان حیدر کرارؑ کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت، نبوت وامامت کی طرح منصوص من اللہ ہے۔ یہ ان معصومینؑ کا حق ہے جو خدا کی طرف سے عصمت پر فائز ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد، سقیفہ بنی ساعدہ کی بنیاد ڈالنے والے اس حکومت پر پنجہ ڈالنے کی فکر میں تھے۔ اسی وجہ سے حجۃ الوداع (خم غدیر) سے واپسی پر پیغمبر اکرمؐ کو اپنے راستے سے ہٹانے کی سازش کی یہ لوگ شروع ہی سے اسلام کے خیر خواہ نہ تھے بلکہ حکومت کے ظاہری زیور کو اپنے گلے کا ہار بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کسی بھی حربے سے گریز نہیں کیا بلکہ نص قرآن وسنت نبویؐ کے ظواہر کے خلاف فتویٰ دینے کو، اپنا اجتہاد قرار دیا، یہی وجوہات تھیں کہ آل رسولؐ اپنے حق سے صرف محروم ہی نہیں ہوئے بلکہ مدینۂ رسولؐ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، وقت کے حکمرانوں نے اپنے ناپاک سیاسی عزائم کی خاطر خاندان آل رسولؐ اور ان کے چاہنے والوں کے لیے زندگی کو تنگ کر دیا اور ان کے لیے زندانوں کے دروازے کھول دیے۔ اور

یہ لوگ اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئے (۱) صاحب مجمع البحرین ہجرت کی یوں تعریف کرتے ہیں (المهاجر من هاجر ما حرّم الله عليه، و المهاجر من ترك الباطل الى الحق و من دخل الاسلام طوعا فهو مهاجر) مہاجر وہ ہے جو اسلام کی اطاعت میں داخل ہونے کے لیے اور حرام الٰہی سے بچنے کے لیے باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف جانے کے لیے اپنی زادگاہ کو مجبوراً خیر باد کہے، اس کو مہاجر الی اللہ کہتے ہیں (۱) جیسے پیغمبر اکرمؐ نے مکہ میں اسلام کو قبول کرنے والوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا، امام علی رضاؑ ہجرت کی تعریف بیان فرماتے ہیں: من هجر بدينه من ارض الى ارض و ان كان شبرامن الارض استوجب الجنة و كان رفيق ابراهيم و محمد (ص) ''جو اپنے دین کی خاطر ایک زمین سے دوسری زمین کی جانب ایک بالشت ہجرت کرے، جنت اس پر واجب ہے اور وہ حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت محمد مصطفیٰؐ کا ہم نشین ہوگا۔ (۲) حقیقت میں ہجرت پہلی ہی صدی میں شروع ہو گئی تھی۔ آل رسولؐ نے اسی زمانے میں ایران کا رخ کیا، دوسری صدی کے وسط میں ایران کی طرف سادات کی ہجرت عروج پر تھی، قم، شہر رے، اصفہان، گرگان، ساوہ، کاشان، سبزوار، نیشاپور وغیرہ میں سادات مدینہ چھوڑ کر آباد ہو گئے، ان کے ہمراہ دوسرے لوگ بھی تھے، یہی ہجرت ایران میں تبلیغ اسلام، اور اسلام محمدیؐ کے پرچار کا موجب ہوئی۔

۱۔ صاحب مجمع البحرین۔

۲۔ کریمہ اہلبیتؑ، ص ۱۷۔

سادات کی ہجرت کے نتائج:

مقامی لوگوں میں، سادات کے آجانے سے اسلامی قوانین سے آگاہی اور معاشرتی وسیاسی شعور اجاگر ہوا، سادات کی موجودگی سے رہبری وقیادت کا مفہوم روشن ہوگیا۔ لوگوں میں اطمینان واعتماد کی لہر دوڑ گئی اور وہ علاقہ ترقی کرنے لگا، (۱) کہ جب یحییٰ بن عبداللہ، اور حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں کو میدان (فخ) میں شکست ہوئی تو انہوں نے ایران کا رخ کیا، دیلم کے مقام پر آکر پڑاؤ ڈالا اور جب اس علاقے کے لوگوں نے ان کی شجاعت کو دیکھا اور ان کی باتیں سنیں تو ان پر اعتماد کیا اور ان کی بیعت کی، ان کی قیادت میں اُس زمانے میں، اس علاقے نے سیاسی، سماجی اور معاشرتی طور پر کافی ترقی کی اور اشعری قبیلے کے لوگ ۹۴ھ میں جب قم تشریف لائے تو ان کے آنے سے علاقے میں سیاسی شعور آیا۔

خواتین کی ہجرت:

"ظہور اسلام کے بعد خواتین کے بارے میں ایک نئی فکر نے جلا پائی"، اسلام نے خواتین کو حقوق دیے، ان کو وراثت کا حق دیا، مرد کے مقابلے میں ملکیت کا مساوی حق دیا بلکہ اپنے آخری رسولؐ کی نسل کو کوثر یعنی فاطمہؑ جیسی خاتون سے بقادی اور خواتین نے رسول اکرمؐ کے ساتھ شانہ بشانہ تبلیغ اسلام کا کام انجام دیا، خواہ بعثت سے پہلے چالیس سال ہوں یا بعد میں، شعب ابی طالبؑ کی دشوار و ناگوار صورتحال ہو، خواہ ہجرت کی دشواریاں اور پریشانیاں ہوں یا مدینے میں جنگ احد و بدر و

۱۔ طلوع طاہریان تا غروب خوارزم شاہیان، ص ۹۷ جعفریان۔

خندق ہو، خواہ جنگ کا مرحلہ ہو یا جنگ کے بعد کا، دلیر مردان، فدائیان اسلام کی تشویق کا مرحلہ ہو یا مرہم پٹی و تیمارداری کا، بڑی بڑی بہادری کا دعویٰ کرنے والے جب جنگ اُحد کے کارزار سے فرار کو ترجیح دیتے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں سے متوسّل ہوئے، اس وقت امّ ایمن جیسی شیر دل خاتون نے دوسرے جاں نثاروں کی طرح رسولؐ اکرم کی حفاظت کی، یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی، اسلام کی اس پہلی ہجرت میں ۱۸ خواتین اور ۸۳ مردوں نے حصہ لیا، (۱) اسی طرح رسول اکرمؐ کے حقیقی جانشین کا جنگ صفین میں خواتین نے ساتھ دیا، ان میں نمایاں اُمّ سنان، سودہ بنت عمار، زرقا بنت عدی کے نام تھے، جو معاویہ بن سفیان کی زبان پر مرتے دم تک رہیں جب اُمّ سنان شہادت امیر المومنینؑ کے بعد حاکم شام سے مدینہ کے گورنر کی شکایت لے کر گئیں تو اس وقت ہندہ کے پوتے نے اُمّ سنان کو وہ اشعار سنائے جو خود امّ سنان نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کی مدح میں جنگ صفین میں بلند جگہ پر کھڑے ہو کر پڑھے تھے، تاکہ علیؑ ابن ابی طالب کی فوج کو جذبہ دلوائے، اور حاکم شام نے ان اشعار کو حفظ کر لیا تھا۔

هذا عليؑ كالهلال تحفة ـــــ وسط السماء من الكواكب اسعد

خير الخلائق و ابن عم محمدؐ ـــــ و كفا فخرا فى الاء نام محمدؐ

اسی طرح زرقا بنت عدی کا حاکم شام سے شام کے دربار میں جو مکالمہ ہے، تاریخ نے اس کو مفصل طور پر درج کیا ہے، (۲) تاریخ گواہ ہے بنو امیّہ اور بنو عباس نے

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۳۷۷، بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۳۵۰، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی حدید، ج ۴، ص ۴۷۔

۲۔ داستیہای تاریخ، ص ۸۵، غلام حسین عابدی۔

ایک دوسرے سے بڑھ کر سادات خصوصاً ان کی خواتین پر جو ظلم کی انتہا کی ہے، تاریخ اس پر شرمندہ ہے، ان کا جرم، ولایت امیر المومنینؑ کا دفاع ہے۔

(۱) اجمالی طور پر خواتین سادات پر جو ظلم انہوں نے کیا ہے، اس کے بارے میں مؤرخین نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف کے زندان میں (۳۰) تیس ہزار کے قریب خواتین قیدی تھیں۔ (۲) اور سادات خواتین کی اُس زمانے میں یہ حالت تھی کہ نماز ادا کرنے کے لیے جسم کو چھپانے کے لیے کپڑا نہیں تھا، حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا مدینے کی سادات خواتین کے ساتھ صلۂ رحمی کے عنوان سے بہت گہرا تعلق تھا اور ان پر خاص توجہ دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مامون الرشید نے اپنی بیٹیاں (اُمِّ حبیبہ، اُمِّ فضل) کو امام رضاؑ اور امام جوادؑ کو دے کر، اندر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔

خواتین آل رسولؐ کی مذہبی و سیاسی بصیرت:

عمومی طور پر امامؑ کی تمام اولادیں علم فقہ و حدیث کی عالم تھیں، یہ خواتین پرہیز گاری اور پاک دامنی میں شہرت رکھتی تھیں، جب بھی مدینۃ الرسولؐ میں علمی گفتگو ہوتی تو ان کی حاضری مسلّم ہوتی تھی اور یہ قرآن و حدیث سے استدلال کرتیں، امام عالی مقام موسی الکاظمؑ کی ایک زوجہ امّ احمد کے نام سے تھیں۔ جب حضرتؑ کو بغداد لے جایا جا رہا تھا، حضرتؑ نے امانتیں ان کو دیں اور فرمایا۔ میں شاید واپس نہ

۱۔ ریاحین الشریعہ، ج ۴، ص ۳۸۹، ذبیح اللہ محلاتی، سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۴۴۶، شیخ عباس قمی، مقاتل الطالبین، ص ۵۹۹، ابوالفرج اصفہانی۔ ۲۔ مروج الذہب، مسعودی، ج ۳، ص ۱۶۶)

آسکوں یہ امانتیں امام علی رضاؑ کو دے دینا، انہوں نے ایسا ہی کیا، حضرتؑ کی بیٹیوں نے بھائیوں کے ساتھ ولایت وامامت کا دفاع کیا اور تبلیغ اسلام کی اور اس وقت کے امامؑ کا مکمل طور پر ساتھ دیا۔ ان میں سب سے نمایاں حضرت فاطمہ معصومہؑ تھیں جو اوّل ذی قعدہ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی نجمہ خاتون تھا، سن ۱۰۳ھ ۲۳ ربیع الاول کوقم میں تشریف لائیں، اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال ۱۷ دن تھی، (۱) امام موسیٰ کاظمؑ کی بیٹیوں میں سے حضرت معصومہؑ تبلیغ میں نمایاں تھیں۔ اپنے اجداد خصوصاً حضرت زینبؑ کی طرح مدینے کی عورتوں میں تبلیغ کرتیں، ان کو درس قرآن واحادیث کی تعلیم دیتیں، ولایت امیر المومنینؑ پر استدلال کرنا ان کا شیوہ تھا۔ اسی دین مبین کی تبلیغ اور حکومت کے ظلم کی وجہ سے حضرت معصومہؑ نے ہجرت کی۔

ہجرت کی وجوہات:

مورخین نے ہجرت کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں جنہیں آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر کرتے ہیں، پہلی وجہ: کیونکہ حضرت معصومہؑ اور امام رضاؑ کی والدہ ایک تھیں، ان دونوں بہن بھائی کو آپس میں بہت محبت ولگاؤ تھا، کیونکہ امامؑ نے ہی ان کی خود تربیت کی تھی، قرآن وحدیث کی تعلیم دی تھی، اُس وقت کی تمام خواتین سے نقل حدیث میں افضل تھیں اسی وجہ سے لقب معصومہؑ تھا، بھائی کی محبت میں وطن چھوڑنے پر مجبور ہوگئیں (۲)۔

۱۔ اصول کافی، کلینی، ج۱، ص ۳۱۶، ۳۱۷، زن، دین وسیاست، زہراء آیۃ الٰہی، ص ۱۴۰، مستدرک الوسائل، مرزا نوری، ج ۸، ص ۲۵۷۔ ۲۔ زندگی وکرامات حضرت معصومہؑ، احمد بانپور، ص ۳۴۔

دوسری وجہ: حضرت معصومہؑ کو یقین تھا کہ بھائی واپس نہیں آئیں گے، کیونکہ انہوں نے جس طرح اہل مدینہ سے الوداع کیا تھا اور خراسان میں دفن ہونے کا بھی اشارہ فرمادیا تھا اور حضرت معصومہؑ کے ساتھ کچھ دوسرے بھائیوں نے بھی ہمراہی کا وعدہ کیا، کہ شاید بھائی سے ملاقات ہو جائے۔(۱)

تیسری وجہ: بعض راویوں نے یوں لکھا ہے، چونکہ بھائی سے جدا ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر چکا تھا، حضرت معصومہؑ کے لیے یہ قابل برداشت نہیں تھا اور پانچ مادری بھائیوں نے بھی خراسان جانے کا قصد کیا ہوا تھا (حضرات جعفر، ہادی، قاسم، زید، فضل) پھر کچھ بھتیجے بھی ساتھ ہو لیے، حضرت معصومہؑ نے کچھ غلاموں اور کنیزوں کو بھی ساتھ لیا، لکھتے ہیں جب قافلہ مدینہ سے کوچ کرنے لگا تو اس وقت ایسا منظر تھا جیسے امام حسین علیہ السلام کی کربلا روانگی کے وقت تھا۔ یہ منظر بنی عباس کی حکومت پر ایک طمانچہ تھا کہ ان کے ظلم وستم کی وجہ سے سادات ہجرت کر کے جا رہے ہیں۔(۲)

چوتھی وجہ: چونکہ بھائیوں نے خراسان کا قصد کر لیا تھا تو حضرت معصومہؑ سے نہ رہا گیا، انہوں نے بھی بھائیوں کے ساتھ خراسان کے قصد سے ہجرت کی۔

پانچویں وجہ: یہ بھی نقل ہے کہ جب امام علی رضاؑ خراسان پہنچ گئے تو انہوں نے ایک خط لکھا جو ایک قابل اعتماد غلام کو دیا کہ حضرت معصومہؑ کے ہاتھ میں دینا اس میں امامؑ نے ان کو خراسان آنے کا حکم دیا تھا، تب انہوں نے مدینے کو خیر باد کہہ کر خراسان کی

ا۔ ریاض الانساب، خان شیرازی، ص ۱۶۰۔

۲۔ کریمہ اہلبیتؑ، ص ۱۷۲، ۴۹۳، من لا یحضر الخطیب، ص ۴۶۱،۱۔

طرف ہجرت کی (۱)

چھٹی وجہ: حضرت معصومہؑ یہ دیکھ چکی تھیں کہ بابا کو کس طرح ظلم کے ساتھ شہید کیا گیا اور سیاسی حالات نے ایسا رخ بدلا ہوا تھا کہ ہر آئے دن سادات آل رسولؐ کے گھروں پر حملے ہوتے خواتین کی بے حرمتی کی جاتی۔ امام علی رضاؑ کے ہوتے ہوئے جلودی ملعون نے مامون الرشید کے حکم پر امامؑ کے گھروں پر شب خون مارا، امامؑ اس ملعون کو کہتے رہے کہ گھر کا تمام مال واسباب تیرے سپرد کرتے ہیں، لیکن وہ حرم آل رسولؐ کی بے حرمتی سے نہ رکا، امام علی رضاؑ نے اہل خانہ سے جس طرح الوداع کیا، وہ سب کے سامنے تھا کہ امام عالی مقامؑ کو واپس مدینے آنے نہیں دیا جائے گا ،حضرت معصومہؑ نے یہ سنا ہوا تھا کہ ایران میں اہل بیتؑ سے محبت کرنے والوں کی اکثریت ہے شاید اسی کے سبب کہ اولاد علیؑ و رسولؐ کو سکھ کا سانس مل جائے، ایران کی طرف ہجرت کی ہو، (۲)

ساتویں وجہ: یہ بھی بعید نہیں ہے کہ حضرت معصومہؑ نے دیکھا، امامؑ وقت پر حکومت کا اتنا سخت دباؤ ہے کہ امامؑ کو جس طرح اپنی اور ساداتِ آلِ رسولؐ کی مظلومیت کو بیان کرنا چاہیے وہ نہیں کر سکتے اور لوگ بھی یہی خیال کر رہے ہیں کہ حکومت ان کی مرضی کے مطابق چل رہی ہے، حضرت معصومہؑ نے یہاں اپنی ذمہ داری سمجھی کہ حضرت زینبؑ کی طرح تبلیغ اسلام کی جائے اور سادات پر جو ظلم ڈھائے جا رہے ہیں، ان کے بارے میں لوگوں کو بتایا جائے، اسی وجہ سے ایران کا رخ کیا، کیونکہ اس بات کی تائید حضرت معصومہؑ کے راستے کے انتخاب سے ہوتی ہے کہ حضرتِ معصومہؑ نے ایسا

۱۔ من لا یحضرہ الخطیب، سید حسن، ص ۴۶۱۔ ۲۔ عیون الاخبار، صدوق، ج ۲، ص ۱۶۱۔

راستہ اختیار کیا جو امامؑ نے خراسان جاتے ہوئے نہیں کیا تا کہ اُن لوگوں کو ساداتِ آلِ رسولؐ کی مظلومیت کے بارے میں خبر دی جائے، جن تک امامؑ کا پیغام نہیں پہنچا، بی بیؑ کی اس ہجرت پر حکومت نالاں تھی، کیونکہ ہجرت کے حالات بتاتے ہیں، حکومتی عمال نے ہر مقام پر ان کا راستہ روکا اور خود حضرت معصومہؑ کی شہادت بھی زہر سے ہوئی، اس پس منظر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معصومہؑ کی ہجرت کا مقصد عباسیوں کے ظلم و ستم کو عیاں کرنا تھا۔

آٹھویں وجہ: ساداتِ مدینہ کو یقین ہو گیا تھا کہ مامون الرشید امامؑ کو شہید کر دے گا، حضرت معصومہؑ نے سوچا بھائی وہاں غریب و تنہا ہیں، میں اس آخری وقت میں بھائی کے سرہانے ہوں، شاید اسی وجہ سے ایران کا رخ کیا امام رضاؑ کی شہادت کے بعد والے حالات اس بات کو ثابت کرتے ہیں، کیونکہ امامؑ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے، بعد میں علوی سادات نے کئی قیام کیے، امامؑ کے بھائی ابراہیم بن موسیٰؑ کا قیام مشہور ہے، اسی طرح زید بن موسیٰ کاظمؑ کا مصر میں حکومت کے خلاف قیام کرنا اور مامون کو امام رضاؑ کا قاتل ٹھہرانا، پھر مامون کا ان دونوں بھائیوں کو زہر سے شہید کر دینا، ان وجوہات نے ان کو مدینے سے ہجرت پر مجبور کیا، اسی طرح احمد بن موسیٰؑ نے اپنے بھائی محمد عابد کے ساتھ کئی ہزار کا لشکر لے کر مامون کی فوج پر حملہ کیا اور شیراز تک پہنچ گیا۔ شیراز میں مامون کی فوج سے جہاد کرتے ہوئے قلتغ خان کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر لیا۔

حضرت معصومہؑ کی مدینے سے ہجرت:

جب حضرت معصومہؑ نے خراسان جانے کا قصد کرلیا تو ان کے ہمراہ ان کے پانچ بھائیوں کے علاوہ ہارون بن موسیٰؑ اور ان کے ہمراہ ۲۲ سادات اور کچھ خواتین بھی تھیں، اُس زمانے میں ساوہ تاریخی شہر کہلایا جاتا تھا، معظّمہ جس راستے سے آرہی تھیں (اہواز، شوستر، خرم آباد، دزفول، اراک، وغیرہ) تو ان کو ساوہ ہی سے گزر پڑ رہا تھا، مامون نے یہ مناسب سمجھا کہ یہاں کے لوگ بغضِ آلِ رسولؐ رکھتے ہیں یہاں ان کا کام تمام کیا جائے، اسی وجہ سے یہاں ان پر حملہ کرایا اور معظّمہ کو زہر دلوایا۔

پہلا نکتہ: حضرت معصومہؑ کا قم کے بارے میں سوال کرنا حالانکہ قم ایک چھوٹا سا قریہ تھا، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت معصومہؑ کو عظمت قم کے بارے میں علم تھا اس بات کو خود حضرت معصومہؑ نے نقل کیا ہے کہ میرے بابا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اپنی بیٹیوں کا نام فاطمہ ہی رکھتے تھے تاکہ حکومتی عمال کو معلوم نہ ہوسکے کہ وہ کون سی فاطمہ ہیں، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ قم میں مدفون ہوں گی خود امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں ہی قم، شہر رے، مازندان، خراسان، اصفہان وغیرہ محبان علیؑ کے مراکز شمار ہوتے تھے، قم کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں، کہ (قم عش آلِ محمدؐ) ہم آل محمدؐ کا گھر قم ہے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے تین دروازے قم کی طرف کھلتے ہیں، فاطمہ معصومہؑ کے قم میں دفن ہونے کے علاوہ فرمایا! قم شیعیان آل رسولؐ اور محبان علیؑ کا مرکز ہوگا، یہاں سے معارف اسلامی کی تبلیغ وترویج ہوگی۔

دوسرا نکتہ: امام رضاؑ کے خراسان کی طرف آنے میں بھی مصلحت الٰہی تھی کہ خود انہوں نے فرمایا: کہ مصلحت الٰہی اسی میں ہے کہ میں خراسان میں دفن ہوں۔ امامؑ اور معصومہؑ کا ایران میں آنا اس علاقے کے شیعوں کے لیے اتحاد و اتفاق و یک جہتی کا موجب ہوا۔ دشمنان دین وقرآن ان کے وجود مقدس کی وجہ سے اپنے ناپاک منصوبے اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت معصومہؑ نے یہ ستم صرف اس لیے نہیں برداشت کیے تھے کہ وہ حضرت امام رضاؑ کی بہن یا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی بیٹی تھیں، بلکہ وہ دونوں اماموں کے اعلیٰ مقاصد اور نصب العین میں برابر کی شریک تھیں لہٰذا آپ کی مدینے سے ہجرت بھی صرف بھائی کی محبت میں نہ تھی بلکہ ان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے تھی۔ حضرت امام علی رضاؑ جب ۲۰۰ ہجری (میں مامون رشید عباسی کی دعوت پر جو اس نے اپنے سیاسی اغراض کے تحت دی تھی) مدینے سے روانہ ہوئے، آپ کی غیر موجودگی میں حضرت معصومہؑ مدینے کے مسلمانوں کی راہنمائی کے فرائض انجام دیتی تھیں، لیکن آپ بنو عباس کی ظالمانہ ذہنیت سے واقف تھیں، لہٰذا آپ نے کارِ زینبؑ انجام دینے کا حتمی فیصلہ کر لیا ، ۲۰۱ ہجری کے آخر میں مدینے سے طوس (خراسان) کے لیے روانہ ہوئیں اور آپ نے اس راستے کو اختیار نہیں کیا جو آپ کے بھائی نے اختیار کیا تھا، اس میں بھی ایک راز پوشیدہ تھا، کیونکہ جس راہ سے حضرت امام رضاؑ گزرے ہوں گے، انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے دیا اور حضرت معصومہؑ نے ان راستوں کا انتخاب کیا، جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دینا باقی تھا لہٰذا آپ نے جو راستہ اختیار کیا وہ درج ذیل ہے۔ آپ مدینہ سے بصرہ، خرم شہر، شوستر،

دزفول ،خرم آباد اراک ،صالح آباد ،ابراہیم آباد سے ہوتے ہوئے ساوہ پہنچیں ۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت ان میں کچھ قصبوں کے نام اور بھی رہے ہوں ،حضرت معصومہؑ ۲۰۱ ہجری کے آخر میں مدینے سے مندرجہ بالا شہروں اور قصبوں سے گزرتی اور قیام کرتی ہوئی ،طوس کی جانب روانہ ہوئیں ۔آپ نے اس راستے کو اختیار نہ کیا جسے حضرت امام علی رضاؑ نے اختیار کیا تھا ۔کیوں کہ حضرت امام علی رضاؑ بصرہ ، اہواز ، کرمان شاہ ،شہر رے اور نیشاپور سے ہوتے ہوئے طوس پہنچے تھے لیکن حضرت معصومہؑ نے اہواز سے اپنا راستہ تبدیل کر دیا تھا۔ امامؑ جب ۲۰۰ ہجری میں مدینہ سے روانہ ہوکر چھ ماہ کی مسافت طے کر کے ۲۰۱ ہجری میں طوس پہنچے ،اُس وقت حضرت معصومہؑ اپنے بھائی کی روانگی کے ایک سال بعد مدینے سے روانہ ہوئیں کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ اب دوبارہ بھائی واپس مدینے نہ آسکیں گے۔

مخول سجستانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت آ پہنچا اور حضرت امام علی رضاؑ اپنے جد بزرگوارؐ کے روضہ اقدس سے ہمیشہ کے لیے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ انداز میں اندر جاتے اور گریہ وبکا کی حالت میں باہر تشریف لاتے اور پھر روضے پر جا کر ظلم وجور کی شکایت کرتے ہیں یا باہر آکر گریہ وبکا فرماتے ہیں اور پھر اندر واپس چلے جاتے ہیں ،آپ نے چند بار ایسا ہی کیا۔ مخول کہتا ہے کہ مجھ سے نہ رہا گیا ، میں نے حاضر ہو کر عرض کی ،مولاؑ اضطراب کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا! اے سجستانی ! میں اپنے ناناؐ کے روضے سے جبراً جلاوطن کیا جارہا ہوں مجھے اس کے بعد یہاں آنا نصیب نہ ہوگا ، میں اسی مسافرت وغریب الوطنی میں شہید کر دیا جاؤں گا اور ہارون رشید کے مقبرہ میں مدفون ہوں گا اس کے بعد آپ دولت سرا پر تشریف لائے ،

اور سب اہل خانہ کو جمع کر کے فرمایا! میں تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہا ہوں۔ یہ سن کر گھر میں ایک کہرام برپا ہو گیا اور سب چھوٹے بڑے رونے لگے۔ آپ نے سب کو تسلی دی اور مدینے سے مکے روانہ ہوئے اور وہاں طواف فرما کر خانۂ کعبہ سے رخصت ہو کر بصرے کی طرف چل دیے چونکہ حضرت معصومہؑ یہ جانتی تھیں کہ اب بھائی دوبارہ واپس نہیں آئیں گے، لہٰذا ایک سال تک آپ نے اپنے بھتیجے کی سرپرستی فرمائی اور مدینے میں کارِ زینبؑ انجام دیتی رہیں اور اہلِ مدینہ کو بھائی کی روانگی کے مقصد سے آگاہ کرتی رہیں۔ بالآخر خود بھی مدینہ سے طوس کے لیے روانہ ہوئیں آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی جناب فضل، جناب جعفر، جناب ہادی، جناب زید اور چند بھتیجے اور خدام و خادمائیں بھی تھیں، چند ماہ آپ نے بصرہ میں قیام فرمایا۔ پھر خرم شہر و شوستر اور دیگر علاقوں سے ہوتی ہوئی ساوہ پہنچیں، راستے میں آپ مختلف شہروں میں قیام کرتی رہیں اور تبلیغِ دین کے فرائض انجام دیتی رہیں اور عامۃ المسلمین کو بنو عباس کے مظالم سے آگاہ کرتی رہیں۔

یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ جب رمضان ۲۰۱ ہجری میں حضرت امام رضاؑ کا جشن ولایت ولی عہدی منعقد کیا گیا اس کی خبر مدینہ پہنچی، تو حضرت معصومہؑ اپنے بھائی کے پاس جانے کے لیے بیقرار ہو گئیں، قرینِ عقل بات یہ ہے کہ یہ خبر ایک دو ماہ میں مدینہ پہنچی ہوگی، آپ ۲۰۱ ہجری کے آخر میں مدینے سے روانہ ہوئیں، پھر چند ماہ آپ نے بصرہ میں قیام فرمایا، اس طرح آپ ۲۰۳ ہجری کے قریب ساوہ پہنچیں، آپ مختلف قصبوں اور شہروں میں قیام کرتی ہوئی، ساوہ پہنچی تھیں، لہٰذا ڈیڑھ سال کا عرصہ سفر اور قیام میں ضرور لگا ہوگا، جب آپ کا قافلہ ساوہ پہنچا، تو اہلِ ساوہ

جو دشمنِ اہل بیتؑ اور خاندان رسالت مآبؐ کے سخت مخالف تھے، آمادہ جنگ ہوئے اور اس جنگ میں تمام امام زادگان شہید ہو گئے۔

ان شہداء کی تعداد (۲۳) تیئس بتائی جاتی ہے، جب اس جنگ کی خبر اہالیان قم کو پہنچی، تو اس وقت جنگ ختم ہو چکی تھی، اور ۲۳ افراد شہید ہو چکے تھے، اہل قم نے مامون رشید کے خوف سے اہلِ ساوہ سے بدلہ نہ لیا اور نہ جنگ کی، لیکن وہ حضرت فاطمہ معصومہؑ کو بڑے احترام سے دیگر خواتین کے ہمراہ قم لے آئے۔

جب آپ قم کے قریب پہنچیں، تو تمام شہر سوگوار نظر آیا، ہر شخص افسردہ وغمگین ملا، کیونکہ قم میں حضرت امام علی رضاؑ کی شہادت کی خبر دوسرے راستوں سے پہنچ چکی تھی اور اس کی خبر ان افراد کو بھی نہ تھی، جو حضرت معصومہؑ کو لینے ساوہ پہنچے تھے، حضرت معصومہؑ ساوہ کے مسلمانوں سے دل برداشتہ اور اپنے بھائیوں کی شہادت کے غم سے بھی نڈھال تھیں اور زہر نے بھی اثر دکھانا تھا، ان وجوہات کی وجہ سے کافی بیمار ہو چکی تھیں اور آپ کے لیے سفر کرنا بہت دشوار ہو چکا تھا، منزل بہ منزل آپ کی کمزوری اور نقاہت بڑھتی گئی، آپ بار بار ملازموں اور مومنین سے دریافت فرماتیں کہ اب شہر قم کتنا دور ہے، حاضرین نے کہا کہ اب فاصلہ کم رہ گیا ہے۔ حضرت معصومہؑ نے فرمایا جلدی سفر طے کرو تا کہ ہم جلد از جلد قم پہنچ جائیں کیونکہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ قم ہمارے شیعوں کا مرکز ہے۔ اہل قم آلِ سعد میں سے تھے، لہٰذا قم سے جو لوگ ساوہ آپ کو لینے کے لیے پہنچے تھے، ان میں موسیٰ بن خزرج بن سعد قمی پیش پیش تھے، آپ نے ساوہ میں پہنچ کر حضرت معصومہؑ سے ان کے بھائیوں کی شہادت کے سلسلے میں تعزیت کی اور درخواست کی کہ آپ قم

تشریف لے چلیں اور وہاں قیام فرمائیں، معظّمہ نے پوچھا،قم یہاں سے کتنی دور ہے
،موسیٰ نے کہا یہاں سے دس فرسخ کا فاصلہ ہے،آپ کی سواری جب قم کے لیے روانہ
ہوئی تو موسیٰ بن خزرج نے آپ کے ناقے کی مہار پکڑی اور آلِ سعد عقیدت اور
احترام وتکریم و تعظیم کے ساتھ قم میں لائے ،قم پہنچ کر آپ نے موسیٰ بن خزرج ہی
کے مکان میں قیام فرمایا تھا،جس مکان میں آپ نے قیام فرمایا تھا،وہ محلّہ (میدان
میر،چہل و پنج متری) میں واقع ہے اور وہاں جناب معصومہؑ کی نماز ادا کرنے کی جگہ
(محراب ،بیت النور،اب اس مقام پر مسجد و امام بارگاہ اور مدرسہ قائم ہے) بھی
موجود ہے، جناب معصومہؑ کو قم پہنچ کر حضرت امام علی رضاؑ کی شہادت کی خبر ملی،آپ
کی آس ٹوٹ گئی اور جس بھائی کی زیارت وملاقات کے اشتیاق میں آپ نے اتنا
طویل ودشوار گزار سفر کیا تھا،وہ مقصد پورا نہ ہوسکا،آپ کا قم میں کل سترہ دن قیام رہا
،اس کے بعد اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔

رحلتِ جاں سوز حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا:

بی بی معصومہؑ اس واقعے کے بعد سترہ دن زندہ رہیں اور اسی حالت بیماری میں عبادت انجام دیتی رہیں، بالآخر دس ربیع الثانی ۲۰۱ ہجری میں آپ نے رحلت پائی۔ (اگر چہ اس تاریخ پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، کیوں کہ ۲۰۰ ہجری میں امام علی رضاؑ کا مدینہ چھوڑنا ایک سال بعد بی بیؑ کا مدینے سے ہجرت اور بصرہ میں قیام اور راستے کی مدت سفر، ربیع الثانی ۲۰۱ ہجری میں بی بیؑ کا قم میں رحلت کرنا قابل غور ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ ربیع الثانی ۲۰۲ ھ میں قم تشریف لائیں اور رحلت فرما گئیں، جبکہ امام علی رضا علیہ السلام کی تاریخ شہادت ۲۲ ذی القعدہ ۲۰۳ یا آخر صفر ۲۰۳ ہے، گویا امام کی شہادت بی بی کی رحلت کے بعد ہوئی ہے۔) اور اپنے بھائی کی زیارت کی حسرت لیے ہوئے اس دنیا سے گزر گئیں۔ آپ کی رحلت پر قم کے تمام شیعہ سوگوار ہو گئے اور قم ماتم کدہ بن گیا۔

اہلِ قم نے پورے اہتمام کے ساتھ آپ کے جنازے کو تیار کیا اور اسی جگہ جہاں آج آپ کی ضریح مبارک موجود ہے، دفن کا ارادہ کیا۔ جب قبر کا انتظام ہو گیا تو مسئلہ پیش آیا کہ کون ہے جو قبر میں اترے اور بی بیؑ کے جنازے کو دفن کرے۔ اس وقت قم کے بزرگوں میں مشورہ ہوا اور ''قادر'' نامی ایک بزرگ کا انتخاب ہوا اور ان کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا گیا تا کہ یہ متقی پرہیز گار آئیں اور اس کام کو انجام دیں۔

اس سے پہلے کہ وہ بزرگ تشریف لاتے، پروردگار کی قدرت ولطف وکرم سے دو اشخاص چہرے پر نقاب ڈالے ایک طرف سے آتے دکھائی دیے اور تیزی

کے ساتھ نزدیک آ گئے، ایک نے جسد پاک کو اٹھایا دوسرے نے قبر میں اتر کر جسد کو تھاما اور اس طرح ان دونوں نے آپ سلام اللہ علیہا کو دفن فرمایا۔ دفن کرنے کے بعد کسی سے بھی کلام کیے بغیر وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اسی جانب چلے گئے جہاں سے آئے تھے۔(۱)

جو لوگ آئمہؑ کی سیرت کو اچھی طرح جانتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ یہ ہستیاں جو بی بی معصومہؑ کے کفن دفن میں شریک ہوئیں یہ دو مقدس اشخاص امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام جواد علیہ السلام تھے۔

آپ دونوں بہ اعجاز امامت خراسان اور مدینے سے طئی الارض کر کے اس سرزمین پر تشریف لائے تھے۔ جب امام موسیٰ کاظمؑ ایک مخلص مومنہ شطیطہ کے جنازے میں بہ اعجاز امامت مدینے سے نیشاپور تشریف لے جا سکتے ہیں، اس کے کفن دفن کے مراسم میں شرکت کرتے ہیں۔ امام حسینؑ کی قبر کی خاک اس کے جنازے پر ڈالتے ہیں تو مولاؑ اپنے شیعوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ اِنَّنِی وَمَنْ جَرىٰ مَجْرىٰ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ لَا بُدَّ لَنَا مِنْ حُضُوْرِ جَنَائِزِكُمْ فِي اَيِّ بَلَدٍ كُنْتُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي اَنْفُسِكُمْ وَ اَحْسِنُوا الْاَعْمَالَ لِتُعِيْنُوْنَا عَلىٰ خَلَاصِكُمْ وَ فَكِّ رِقَابِكُمْ مِنَ النَّارِ"۔ "میں اور میرے بعد جو بھی امام ہمارے اہلبیتؑ سے ہماری جگہ پر آتے ہیں، وہ تمہارے جنازے میں شریک ہوتے ہیں، جس شہر میں بھی ہو۔ تم بھی تقویٰ اختیار کرو اور اپنے اعمال کو نیک بناؤ تا کہ ہم تمہیں آتش جہنم سے رہائی

۱۔ کتاب بحار الانوار ج ۴۸ صفحہ ۲۹۰۔ ۲۔ الثاقب فی المناقب ۴۴۵۔

دلوانے کے لیے مدد کریں۔"(۱) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اس بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام اپنے مخلص شیعوں کے جنازے میں شرکت کرتے ہیں۔

- البتہ یہ موضوع بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے لیے دوسروں کے مقابلے میں مختلف ہے۔

۱۔ وہ امام رضا علیہ السلام کی ایک ہی بہن ہیں اور اپنے والد کی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امامؑ جو کہ مخلص شیعوں کے جنازے میں شرکت فرماتے ہوں کیسے ممکن ہے کہ اپنی اکلوتی بہن جو کہ ان کی آنکھوں کا نور ہے کے جنازے میں شرکت نہ کریں؟

۲۔ بی بیؑ نے کئی سو میل کا فاصلہ اپنے بھائی کے دیدار کے لیے طے کیا، مدینے سے قم تک کا سفر کیا، اب جب کہ وہ ایک اجنبی شہر میں اپنے خاندان والوں سے دور ہوں، کیسے ممکن ہے، ان کے بھائی جو کہ حجت خدا ہیں اور زمین کا تمام اختیار بہ اذنِ خداوندان کے ہاتھ میں ہو اور وہ اپنی بہن کی ظاہری زندگی کے آخری لمحات میں بے اعتنائی فرمائیں اور آپ کے جنازے میں شرکت نہ کریں؟

۳۔ بی بی امام رضا علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق "معصومہ" ہیں۔ یہ لقب امامؑ نے ہی آپ کو عطا کیا تھا۔ اہلبیتؑ کے ضوابط فقہ میں ہے کہ معصومؑ کا جنازہ معصوم ہی کے ہاتھوں دفن ہو۔ جس طرح بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غسل و کفن و دفن حضرت علی نے انجام دیا، حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غسل دیا۔

۱۔ [illegible] فی المناقب ۴۴۵۔ ۲۔ کتاب کریمۂ اہلبیتؑ۔ اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۴۵۹۔

فصلِ دوم

حضرت بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کی کرامتیں

حضرت بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کی کرامتیں

وہ کام جو انسان کے بس سے باہر ہو اور انبیاء اور اولیاء علیہم السلام سے صادر ہو اُس کو کرامت یا ''معجزہ'' کہا جاتا ہے

''معجزہ'' مادّہ ''اعجاز'' سے ہے اور ''اعجاز'' کے لغت میں معنی ہیں ''عاجز کرنا'' یا ''ناتواں بنانا'' ناممکن بنانا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ایسا کام انجام دینا جس کو کسی بھی شخص نے انجام نہ دیا ہو اور اس کی نظیر نہ ہو۔

حضرت موسیٰؑ کے عصا کا اژدہے میں تبدیل ہونا، حضرت عیسیٰؑ کا مُردوں کا زندہ کرنا، رسول اکرمؐ کے ہاتھوں پر سنگریزوں کا بولنا اور دوسرے بہت سے خارق العادہ کام جو کہ آپؐ سے صادر ہوئے، قرآن کریم نے بھی ان معجزات کی تصدیق کی ہے۔ پیغمبروں کے ادعائے نبوّت کو سچ ثابت کرنے کے لیے معجزہ سب سے زیادہ محکم اور واضح دلیل ہے۔

معجزہ ہمیشہ مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔ معجزہ ہمیشہ نبوت کے دعوے کے ساتھ ہے معجزہ ایک مقصد کے تحت کہا جاتا ہے اور پروردگار کی قدرت معجزے کے ساتھ ہے۔ معجزہ دکھانے کے لیے کسی سے تعلیم وتربیت حاصل نہیں کرنی پڑتی۔ خلاصہ یہ کہ جب کوئی ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک غیر معمولی کام انجام دے تو یہ معجزہ کہلاتا ہے معجزہ اس لیے پیش کیا جاتا ہے تا کہ لوگ خدا کے بھیجے ہوئے رسولؑ و نبیؑ کو دوسرے نقلی دعویٰ نبوت کرنے والوں سے الگ پہچان لیں اور گمراہ نہ ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کی طرح آئمہ علیہم السلام نے بھی اپنی امامت کے اثبات کے لیے

معجزات پیش کیے،۔کیونکہ پوری تاریخ پر اگر نظر ڈالیں تو واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہؐ کے بعد جھوٹے دعویدار خود کو رسولِ اکرمؐ کا جانشین ثابت کرنے کی سعی کرتے تھے اگر آئمہؑ اپنے معجزات پیش نہ کرتے تو اصلی اور نقلی جانشین رسولؐ کی پہچان کیسے ہوتی انبیاءؑ اور آئمہؑ نے اپنی زندگی میں بہت سے معجزات دکھائے۔جن کی قرآن اور عقل نے تصدیق کی ہے۔

وہ عنایات اور معجزات جو انبیاءؑ اور آئمہؑ و اولیاء علیہم السلام کے روضوں پر ظاہر ہوئے ہیں، انہیں ''کرامت'' کا نام دیا جاتا ہے۔معجزے اور کرامت میں فرق اتنا ہے کہ ''معجزہ'' دعویٰ نبوت و امامت کے ساتھ ہے اور مقابلے کی دعوت دینا ہے اور اس میں انسانوں کی ہدایت بھی مدنظر ہے۔جب کہ ''کرامت'' میں ''مقابلہ'' اور دعویٰ نبوت و امامت کا نام نہیں ہے۔

حضرت معصومہ علیہا السلام جو کہ ''کریمۂ اہلبیتؑ'' کے لقب سے معروف ہیں، آپ کی کرامتوں کو اگر جمع کیا جائے تو ایک الگ ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

یہاں ہم بی بیؑ کی بے شمار کرامتوں میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں۔یہ سب کرامتیں مصنّف علی اکبر مہدی پور نے اپنی کتاب ''کریمۂ اہلبیتؑ'' میں تحریر کی ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام واقعات انہوں نے معتبر ترین افراد سے سنے ہیں اور ان کی باوثوق علماء نے تصدیق بھی کی ہے۔

ا۔ چودہ سالہ لڑکی کو فالج سے شفایابی نصیب ہوئی:

مصنف کتاب "کریمۂ اہلبیتؑ" جب اس کتاب کا کام مکمل کر رہے تھے، اُس وقت یہ کرامت بی بی معصومہؑ کے حرم مطہر میں ہوئی اور سب لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی۔ بی بی کے صحن مطہر میں نقارے بجنے لگے اور ایک گزارش کی صورت میں کئی سو پرچے چھپے اور لوگوں میں تقسیم ہوئے۔ یہ واقعہ پیر کی رات تیسری ذی الحجہ کو ۱۴۱۴ ہجری میں پیش آیا۔ ایک لڑکی جو کہ ۱۴ سال کی تھی اس کا نام رقیہ تھا وہ آذر بائیجان غربی سے تعلق رکھتی تھی۔ ۹۴ دن تک وہ پورے جسم کے فالج میں مبتلا تھی، سب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا یہاں تک کے وہ لوگ مایوس ہو گئے تھے۔ اس کو دو تکلیفیں تھیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ پیروں پر فالج اس طرح تھا کہ بالکل حرکت میں نہ تھے۔

(۲) دوسری یہ کہ سخت کھانسی کا شکار تھی اور کئی کئی گھنٹے کھانستی رہتی تھی۔

اُس کے گھر والے اُس کو اس اسپتال سے اُس اسپتال لیے پھر رہے تھے، یہاں تک کہ تہران کے ایک اسپشلسٹ سے وقت طے ہوا۔ یہ لوگ تبریز شہر سے ہوتے ہوئے قم آئے تا کہ دوسرے دن تہران جائیں۔ اس رات اس لڑکی نے خواب میں دیکھا بقول اس کہ "جس شب جمعہ طے تھا کہ قم جائیں گے میں نے خواب میں دیکھا کہ چند خواتین سفید پوش سفید گھوڑے پر سوار تھیں اور ہم جہاں تھے وہاں سے ان کی سواری گزر رہی تھی۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا اور فرمایا: "اے میری بیٹی میں حضرت معصومہؑ ہوں۔ تمہاری شفا وصحت یابی میرے پاس ہے ضروری نہیں ہے کہ تم ڈاکٹر کے پاس جاؤ" رقیہ کہتی ہے کہ میں فوراً نیند سے جاگ گئی۔ میں نے اپنے گھر

والوں کو اپنا خواب سنایا۔ پس ہم سب کریمۂ اہلبیتؑ کے حرم کی طرف روانہ ہوئے۔ مجھے دو عورتوں نے پکڑا ہوا تھا اور ضریح کے نزدیک لائے۔ میں زیارت پڑھنے میں مصروف تھی۔ اسی اثنا میں مجھے آواز آئی۔ یہ آواز وہی آشنا آواز تھی بی بی مجھ سے فرما رہی تھیں۔ رقیہ کھڑی ہو جاؤ ''چلو'' میں نے تم کو شفا دے دی۔'' رقیہ نے کہا کہ میں زیارت نامہ پڑھتی رہی دوبارہ یہ آواز سنی یہاں تک کہ تیسری مرتبہ یہ آواز سنی کہ ''اٹھو چلو، میں نے تم کو شفا دی ہے میرے ساتھ جو عورتیں آئی تھیں وہ نماز میں مشغول تھیں۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی ایک خاتون نے کہا کہ صبر کرو گر جاؤ گی، ابھی تمہارے ساتھ والوں کی نماز ختم ہو جائے پھر اٹھنا۔ رقیہ کہتی ہے کہ میں خود اٹھی اور تیزی سے ضریح مطہر کی طرف جانے لگی ضریح سے لپٹ گئی۔ گریہ وزاری کر رہی تھی، بی بی کا شکریہ ادا کر رہی تھی سب زائرین خواتین جنہوں نے مجھے دیکھا تھا کہ مجھے دو عورتیں تھام کر لائی تھیں اور اب میں اپنے پیروں پر کھڑی ہوں۔ سب نے مجھے گھیر لیا۔ مجھے میری رشتے دار عورتوں نے بمشکل اس رش سے جدا کیا'' یہ وہ عظیم منظر تھا کہ جس کو سب عورتوں نے آنکھوں سے دیکھا اور عظمت بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا مشاہدہ کیا۔

۲۔ مشہدِ مقدس سے قم کی طرف شفا کے لیے دعوت

یہ بالکل نئی کرامتِ بی بی معصومہؑ ہے جس کے بیان کرنے والے کی ویڈیو آستانۂ قم المقدس میں موجود ہے۔

ایک شخص بنام ابوالفضل مازندران کا رہنے والا ہے، تین سال سے شہر مشہد میں مقیم تھا، اس کی کمر میں سخت درد تھا، دونوں پیروں پر فالج تھا۔ اسی وجہ سے ویل چیئر استعمال کرتا تھا، ان تین برسوں میں اس نے کئی اسپتالوں میں علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضے پر آیا اور کہنے لگا۔ اے مہربان امامؑ میں ہر طرف سے مایوس ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں، حضرت امام حسینؑ کی ولادت کی شب تھی، پوری رات میں نے اس جشن میں شرکت کی، امام علی رضاؑ سے توسّل کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا، جب حرمِ مطہر سے باہر آیا تو میں نے آقا سے فریاد کی یا امامؑ آپ تو غیر مسلموں کی حاجت روائی کرتے ہیں، مجھ پر عنایت کیوں نہیں کی، میں تو آپ کا شیعہ ہوں اور آپ کے شہر کا رہنے والا ہوں۔ گھر واپس آیا اور ارادہ کیا کہ اب جب امامؑ کے حضور جاؤں گا تو ان کی بہن حضرت معصومہؑ کو شفیع قرار دوں گا، امامؑ کو ان کی بہن کی قسم دوں گا۔ چار شعبان تھی، میں نے خواب دیکھا کہ ''بی بی معصومہؑ میرے گھر تشریف لائی ہیں، فرماتی ہیں کہ ''قم آؤ تا کہ تمہیں شفا دوں۔''

میں خواب سے بیدار ہوا تو گھر والوں کو خواب سنایا، چند دن گزرے دوبارہ بی بیؑ کو اسی کامل حجاب کے ساتھ دیکھا، فرماتی ہیں ''قم کیوں نہیں آئے؟ میں نے عرض کی ،بی بیؑ اس حال میں جب کہ دونوں پیر مفلوج ہیں قم کیسے آؤں، مجھے یہیں پر شفا دے دیں فرمایا: ''قم آؤ'' جیسے ہی نیند سے بیدار ہوا، اس نے قم کے لیے ارادہ کیا۔

دو افراد کو جو رشتے دار تھے ساتھ لیا اور قم آ گئے۔

مجھے ضریح کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ دعا، توسّل اور گریہ وزاری کے بعد مجھے نیند آ گئی خواب میں بی بیؑ کو دیکھا کہ سرتا پا حجاب میں نورانی ہیں اور ایک پیالی آگے بڑھا کر مجھ سے فرماتی ہیں، یہ چائے پی لو اور کھڑے ہو جاؤ، تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے۔ خواب سے بیدار ہوا اور مجھے احساس ہوا کہ میرے پیروں میں جان آ گئی ہے اور مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ خود کو ضریح سے لپٹا لیا اور فریاد کرنے لگا کہ "، مجھے بی بی نے شفا دے دی ہے۔ مجھے بی بی نے شفا دے دی ہے۔"(۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ ص ۲۱۰۔

۳۔ آیت اللہ عبداللہ مجد فقیہی کی بیٹی کی زندگی لوٹ آئی

آیت اللہ عبداللہ مجد فقیہی جو قرآن و عترت ''ہاسٹل'' کے بانی ہیں، اس کرامت کو سب کے لیے ایک محفل میں بیان کرتے ہیں کہ ''جب ہم قم میں نئے نئے ساکن ہوئے تو میری چھوٹی بچی بیمار ہوگئی، بہت علاج کرایا، لیکن افاقہ نہ ہوا، بسترِ مرگ پر آگئی، دفن کے انتظامات ہونے لگے، میں ایک ڈاکٹر کے پاس گیا تاکہ وہ آکر اس کو چیک کر کے بتائے کہ وہ اب زندہ ہے یا نہیں ہے۔

راستے میں حرم مطہر نظر آیا، جیسے ہی گنبد پر نظر پڑی، بی بیؑ سے عرض کی اے بی بی دو عالمؑ ہم آئے تھے آپ کی پناہ میں کہ آپ کے نزدیک زندگی گزاریں، آپ کیسے راضی آئی کہ ہم شروع زندگی میں غمگین ہو جائیں۔ اور یہ دکھ لگا لیں۔'' یہ دل میں کہتا ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا ڈاکٹر سے ڈیتھ سرٹیفکیٹ لیا، گھر کی طرف چل دیا، گھر جا کر دیکھا تو بچی کی زندگی دوبارہ لوٹ آئی تھی، اس کے چہرے سے موت کے آثار بالکل ختم ہو گئے تھے۔ وہی بچی آج ماشاء اللہ شادی شدہ ہے اور دو بچوں کے ساتھ خوش و خرم، تندرست و شاداب زندگی گزار رہی ہے۔(۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ ص ۲۱۹۔

۴۔ بی بیؑ مہمان نوازی کریں:

ایک مجتہد تقلید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کربلا سے آیا، اس نے یہ واقعہ ان مجتہد سے بیان کیا کہ جب یہ لوگ کربلا سے ایران (قم) آئے، چھ یا پانچ مہینے ہو گئے تھے گھر کا کوئی انتظام نہیں تھا، وہ بہت پریشان تھا۔ کہتا ہے کہ میں حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم آیا نہ میں نے سلام کیا نہ زیارت نامہ پڑھا اور ضریح کو بھی بوسہ نہیں دیا دروازے کے کنارے کھڑا ہو گیا اور کہا، "اے دخترِ موسیٰ بن جعفرؑ کیا مہمان نوازی یہی ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر حرم سے باہر آ گیا، ابھی حرم کے بیچ صحن میں نہیں پہنچا تھا کہ ایک جاننے والے کو دیکھا کہ بہت تیزی سے میری طرف آرہا ہے، کہنے لگا۔ "تم نے فلاں کو گھر کے لیے کہا تھا، کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ ابھی کچھ پتا نہیں چلا۔ اس نے کہا کہ مجھے ایک گھر کا پتا ہے اگر تمہیں پسند آئے تو چل کر دیکھ لو، معاملہ کرلو۔" ہم گئے، دیکھا، پسند آ گیا۔ یہ بی بیؑ کے وجودِ بابرکت کی وجہ سے ہوا کہ اسی دن اپنے گھر میں شفٹ ہو گئے۔ (۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ ص ۲۲۱۰۔

۵۔ گناہوں سے پاک کرنا:

حجۃ الاسلام والمسلمین آقا شیخ حاج اسماعیل حسین زادہ جو کہ بلند درجے کے علماء وفضلاء میں شمار ہوتے ہیں، مرحوم حاج میرزا تقی سے جو کہ حوزہ علمیہ قم کی بڑی شخصیت ہیں، نقل کرتے ہیں کہ ہم صحن حضرت معصومہؑ میں بیٹھے تھے کہ آقا میرزا تقی مرحوم نے کہنا شروع کیا کہ "ایک دن میں یہیں بیٹھا تھا، حالتِ مکاشفہ تھی مجھے کچھ محسوس ہوا دیکھا کہ ایوان طلاء میں بہت سی جگہ نہانے کی بنی ہے جیسے پانی کے نیچے سے نکلا جائے، میں نے دیکھا کہ حرم مطہر سے جو زوار بھی نکلتا ہے اس پانی کے نیچے سے مکمل دوش لے کر صاف ستھرا ہو کر اپنی راہ پر جاتا ہے اور کوئی بھی زائر بغیر غسل کے نہیں رہتا، سب اس پانی سے پاک وصاف ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔" میری یہ حالت دس سے پندرہ منٹ رہی، پھر آنکھیں وہی نارمل دیکھنے لگیں۔

"یعنی بی بیؑ کے روضے سے ہر شخص گناہوں سے دُور، پاک وصاف ہو کر جاتا ہے۔"(۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ ص ۲۲۴۔

۶۔ گناہوں سے پاکی کا ایک اور مکاشفہ:

حجۃ الاسلام آقا صادق تصیری سرابی موثق اور معتبر عالم تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ''میں حرم مطہر میں بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے سرہانے بار بار عالم مکاشفہ میں گیا اور دیکھا کہ بی بیؑ کے زائرین کے سروں پر پانی ڈالا جاتا ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ بی بی شفیعۂ روز جزا ہیں جو بھی بی بی کی زیارت کو آتا ہے اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور یہ امر بھی بخوبی واضح روشن ہے کہ جو بھی بہشتی ہوگا وہ چونکہ پہلے گناہ گار ہے، جنت میں جانے سے پہلے اس کو یہ غسل کرنا ضروری ہے۔''(۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ ص ۲۲۴۔

۷۔ بی بیؑ کی نیابت میں مدد کرنا:

آیت اللہ باقر ابطحی جو مدرسۃ الامام المہدی کے بانی ہیں، بی بی کی بہت سی کرامات کے عینی شاہد ہیں، فرماتے ہیں کہ ''میں جمعہ کی شام کو حرم مطہر نہیں جاتا تھا، سوچتا تھا کہ میں تو ہمیشہ یہاں ہوتا ہوں، عصر جمعہ کو زائرین زیادہ ہوتے ہیں وہ آرام سے زیارت کرلیں۔ کیوں ان کے لیے جگہ تنگ کروں؟ ایک دن جمعہ کی شام کو حرم مطہر چلا گیا دل میں خیال آیا کہ یقیناً اس کام میں کوئی حکمت پوشیدہ ہے کہ آج میرے قدم خود بخود حرم آ گئے۔ میں نے بی بیؑ کے حضور عرض کی کہ میرے دل میں ہے کہ آج آپ اپنے کسی حاجت مند کو میری طرف راہنمائی کریں تا کہ کچھ رقم میرے پاس ہے، میں اُس کی حاجت روائی کروں۔ یہ کہہ کر میں حرم کے ایک کونے میں چلا گیا۔ کوئی خبر نہ تھی کہ کوئی میرے پاس آئے حرم میں ادھر اُدھر گیا، نظر دوڑائی، کوئی حاجت مند نہیں آیا۔ بس بی بیؑ سے عرض کہ کہ آج آپ سے ایک تمنا کی تھی لیکن پوری نہ ہوئی۔'' ابھی میں پلٹا ہی تھا کہ ایک بڑے عالم جو کہ ایک شہر میں امامِ جماعت تھے، میری طرف آتے دکھائی دیے۔ ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے، بس میں سمجھ گیا خود آگے بڑھا اور ان سے پوچھا، کیا کوئی پریشانی ہے؟ کہنے لگے آج ضروری کام سے تہران جانا تھا، صبح سے پریشان تھا کہ پیسوں کا انتظام کیسے کروں پھر حرم مطہر آ گیا، بی بیؑ سے متوسّل ہوا تا کہ میری مدد کریں۔'' ان کی بات سننے کے بعد میں نے کہا کہ یہ پیسے لیں قبول کیجیے، میں نے اسی کام کے لیے رکھے تھے۔'' میں نے بی بیؑ کا شکریہ ادا کیا کہ مجھے آج اپنا نائب قرار دیا۔ (۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ ص ۲۳۲۔

۸۔ بی بیؑ نے آپریشن سے نجات دلوائی:

آقائے ابطحی جن سے گزشتہ واقعہ نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ آقا سیّد احمد وضانی کی بہن بیمار تھیں اور ڈاکٹر نے آپریشن کا کہا تھا، یہ بات طے تھی کہ بدھ کو آپریشن ہو۔ یہ خاتون شبِ جمعہ کو بی بیؑ کے حرم مطہر میں بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا سے توسّل کرتی ہیں کہ ''اے بی بیِ دو عالمؑ، آپ جانتی ہیں کہ ایک عورت کے لیے کتنا سخت ہے کہ وہ نامحرم مردوں کے آگے آپریشن کرائے، بی بیؑ آپ کیسے راضی ہوں گی کہ میں اس روحی رنج کو اٹھاؤں اور نامحرموں کے سامنے جاؤں۔'' اتنا کہہ کہ یہ حرم سے باہر آ گئی۔

جس دن طے تھا کہ یہ تہران جائیں ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد ٹیسٹ کروایا اور کہا کہ تم کو آپریشن کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اُسی دن گھر واپس آئیں اور بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا شکریہ ادا کیا۔(۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ ص ۲۳۵۔

۹۔ قم مقدس کی زیارت مشہد مقدس کی زیارت کے مساوی ہے:

ایک خاندان مشہد سے قم ہجرت کر کے آیا، اس خاندان کی خاتون بہت مخلص اور نیک خاتون تھیں۔ کہتی ہیں کہ میں ہر وقت امام علی رضا علیہ السلام کے حرم کے لیے گریہ کرتی تھی اور بہت غمگین رہتی تھی۔

ایک دن روتے روتے آنکھ لگ گئی خواب میں دو نقاب پوش نورانی خواتین کو دیکھا وہ مجھے تسلی دینے لگیں اور مجھ سے پوچھا کہ "کیوں غمگین ہو؟"

میں نے جواب دیا کہ امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے دل اُداس ہے۔

ان میں سے ایک خاتون نے فرمایا کہ "تم اب قم میں رہتی ہو، تم کو چاہیے کہ روزانہ حرم مطہر جاؤ، یہ اسی طرح ہے جیسے مشہد مقدس ہے، یہاں اور وہاں میں کوئی فرق نہیں۔"

اس عورت نے کہا کہ "بی بی آپ کون ہیں۔" انہوں نے فرمایا "میں حضرت معصومہ ہوں۔"

اس وقت انہوں نے چہرہ سے نقاب اٹھایا جس سے میرا گھر روشن ہو گیا۔ میں نے پوچھا یہ دوسری خاتون کون ہیں۔

آپ نے فرمایا "یہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔" (۱)

۱۔ [illegible] ص۳۱۵

۱۰۔ بی بیؑ کی پناہ میں:

سّید جعفر میر عظیمی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ مجھے محترم آقا جانی نے بتایا کہ میں سات سال کا تھا جب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک اونٹ میرے پیچھے لگا ہوا ہے اور میں اس کے ڈر سے حرم معصومہ سلام اللہ علیہا میں جا کر پناہ لیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ خواب دیکھنے کے کچھ دن بعد مجھے سانس کی تکلیف ہوگئی اور ڈاکٹر نے مجھے لا علاج قرار دے دیا۔ میرے والدین بہت پریشان تھے، ایک دن میری والدہ بہت پریشانی میں بی بی معصومہؑ کے حرم چلی گئیں اور بی بیؑ سے توسّل کیا ان کو امام جواد علیہ السلام کا واسطہ دیا، خدا نے بی بیؑ کے صدقے میں شفا عنایت فرمائی، تب مجھے اُس خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی۔ (۱)

۱۔ بارگاہ تجلی گاہ معصومہؑ۔

۱۱۔ معذور کو شفا مل گئی:

حجۃ الاسلام آقائی شیخ محمود علمی متوفی ۱۳۵۵ھ جو مرحوم آیت اللہ حائری یزدی کے ہم عصر تھے، ان سے یہ بات نقل ہے کہ وہ ایک دن حرم کی طرف آرہے تھے، ایک شخص کو دیکھا وہ زمین پر گھسٹ گھسٹ کو ہاتھوں کی مدد سے چل رہا تھا اور حرم کی طرف جارہا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں اس کے قریب گیا اور پوچھا کہ کیا میری مدد کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا، دعا کریں میں قفقاز (قدیم روس) سے آیا ہوں تا کہ دختر باب الحوائجؑ سے شفا لے کر جاؤں۔

آقائے علمی کہتے ہیں دوسرے دن حرم میں اعلان ہورہا تھا، حضرت معصومہؑ نے ایک اپاہج کو شفا عطا فرمائی ہے، میں نے توجہ نہ کی۔ اس کے دوسرے دن ہمیں قافلے کے ساتھ کربلا جانا تھا، جب ہم عراق سے چند فرسخ کے فاصلے پر تھے، کیا دیکھتا ہوں وہی شخص اپنے پاؤں پر چل رہا ہے میں اُس سے جا کر ملا، اُس نے بتایا کہ بی بی معصومہؑ کے صدقے میں مجھے شفا مل گئی ہے۔(۱)

۱۔ کریمۂ اہل بیتؑ۔

۱۲۔ خادم حرم کی بے احترامی کی سزا:

خادم حرم آقائی علی عبدی اپنی ڈیوٹی کے سلسلے میں حرم میں کام کر رہا تھا، اس نے دیکھا کہ ایک خاتون جو بے پردہ ہے حرم میں بیٹھی ہوئی ہے، یہ ان کے نزدیک گیا اور کہا محترمہ حرم کا احترام کریں۔ معظّمہ کے سامنے بے پردگی مناسب نہیں ہے۔ ابھی بات ہو رہی تھی کہ اس کا شوہر وہاں پہنچ گیا، اُس نے اپنی بیوی سے سوال کیا کہ کیا بات ہے بیوی نے بے اعتنائی سے جواب دیا کہ یہ تنگ کر رہا ہے۔ یہ سننا تھا کہ اس کے شوہر نے ایک زوردار طمانچہ اس خادم کو دے مارا اس خادم نے اس شخص کو کچھ نہ کہا اور سیدھا بی بیؑ کی ضریح اقدس پر جا کر رونا شروع کر دیا اور اس شخص کی شکایت کرنے لگا کہ ''بی بیؑ میں تو آپ کے احترام میں اس کو امر بالمعروف کر رہا تھا۔'' ابھی اس کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس خاتون کے چیخنے کی آواز بلند ہوئی۔ اسی وقت ایک عقرب بچھو نے اس کو ڈس لیا تھا، اس کا شوہر آگے بڑھا، عقرب کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل دیا لیکن عقرب اپنا کام کر چکا تھا۔ حرم کے خادمین نے اس کو ایک قالین میں لپیٹا اور نزدیک ایک اسپتال لے گئے۔ بعد میں پتا چلا کے وہ ایک فوجی کرنل کی بیوی تھی۔ بعد ازاں اس کا شوہر فوراً متوجہ ہوا، اس نے حرمِ معصومہؑ میں حاضری دی اور بی بیؑ سے معافی مانگی، پھر اس خادم کے گھر جا کر اس معذرت طلب کی، اس کو ہر مہینے پندرہ سو تومان دینے کا وعدہ کیا اور جب تک زندہ رہا، دیتا رہا (۱)

۱۔ کتاب کراماتِ معصومہ

۱۳۔ حضرت معصومہؑ اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہُ الشریف:

حجۃ الاسلام سیّد احسان سبزواری تویسرکانی سے حجۃ الاسلام علی اکبر مہدی پور نقل کرتے ہیں کہ ان کے دوست نے یہ خواب ان سے نقل کیا ہے کہ ایک رات میں حرم معصومہؑ میں تھا اور دیوار کے ساتھ بیٹھ کر دعا مانگ رہا تھا، اسی دوران اونگھ آ گئی تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک سید بزرگوار نماز پڑھ رہے ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ امام زمانہؑ تشریف لائے ہیں، میں بھی نزدیک گیا، حضرتؑ اسی دوران ضریح کے نزدیک چلے گئے میں نے وہاں جا کر اپنی حاجت اُن سے طلب کی تو آپ نے فرمایا: لا اَنَا مَا اجا سر علٰی عمّتی۔ میں اپنی پھوپھی کے ہوتے ہوئے جسارت نہیں کر سکتا۔ (یعنی ان معصومہؑ سے حاجت طلب کرو)

۱۴۔امام زمانہؑ کی بی بی معصومہؑ سے گفتگو:

مرحوم کاتوزیان تہرانی تحریر کرتے ہیں کہ ہم میں ایک جیّد عالم سیّد عبدالرحیم نے خود یہ واقعہ ان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں مزارِ شیخان جو حرم کے باہر ہے، وہاں سے گزر رہا ہوں، ایک گھوڑے سوار کوچۂ گزرخاں کی طرف سے باہر آئے جو نورانی بہت نورانی صورت والے تھے۔ ان کے ہمراہ ایک شخص نے آواز دی کہ حضرت حجتؑ تشریف لے آئے اور مجھے میرے نام سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ گھوڑے کی لگام تھامے رکھو کہ میں اپنی پھوپھی کی زیارت کرلوں۔ اصحاب حضرت حجتؑ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ سب حرم میں داخل ہوئے، حرم میں کوئی خادم موجود نہیں تھا، حضرتؑ اندر تشریف لے گئے، میں حضرتؑ کو دیکھ رہا تھا، کوئی دیوار حضرتؑ کے دیدار میں مانع نہ تھی، پھر آپؑ نے حضرت معصومہؑ سے کچھ باتیں کیں، لیکن میں سمجھ نہیں سکا۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے، کس طرف گئے میں نے نہیں دیکھا۔ (۱)

۱۔انوارالمشعشین جلد۱، ص۲۱۲۔

۱۵۔امامِ زمانہؑ اور زیارت معصومہؑ:

مرحوم شیخ محمد علی انصاری مولف کتاب کریمہ اہل بیتؑ آقائے مہدی پور کو اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں معصومہؑ کے حرم میں ہوں کہ آواز بلند ہوئی، امام زمانہؑ تشریف لائے ہیں، اُن کے قدم مبارک زمین پر نہیں تھے۔ بلکہ ہوا میں تھے۔ آقائے انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت حجتؑ بی بی معصومہؑ کے حرم میں زیارت کرنے کے بعد مدرسۂ آقائے گلپایگانی تشریف لے گئے، اس کے بعد خیابانِ آذر کا رخ کیا اور حضرت موسیٰ بن مبرقعؑ کے روضے میں تشریف لے گئے۔

(موسیٰ مبرقع حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بلافصل فرزند ہیں، جنہوں نے قم میں چالیس سال تک زندگی بسر کی اور سن ۲۹۶ ہجری ۲۲ جمادی الثانی کو اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔)

۱۶۔بی بیؑ کی نصیحت

حجۃ الاسلام شیخ عبدالکریم شند آبادی بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک متدین دوست جو عالمِ دین تھے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت معصومہؑ کے حرم کے دروازے پر ہوں وہاں آواز بلند ہوئی، امامِ عصرؑ تشریف فرما ہو رہے ہیں وہ کہتے ہیں۔ میں رک گیا۔ جب حضرتؑ باہر تشریف لائے تو میں نے حضرتؑ سے عرض کی، آقا ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ حضرتؑ میری طرف دیکھ کر سر جھکا کر فرمانے لگے، ہم تمہارے ہاں ضرور آتے تم ہمارے ماننے والوں میں سے ہو لیکن تمہارے گھر میں ہمارے دشمنوں کی کتابیں موجود ہیں اور تمہارے گھر کے قالین پر ایسے نقش و نگار ہیں، جن کو مومن کے گھر میں نہیں ہونا

چاہیے۔ آقائے کریمی کہتے ہیں جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا ویسے ہی میرے گھر میں تھا۔

۱۷۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور زیارت حضرت بی بی معصومہؑ:

شیخ صاحب الزمانی نے عالم خواب میں دیکھا کہ حرم حضرت بی بی معصومہؑ کے دروازے پر لوگ جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے نہیں دیتے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو خداموں نے کہا کہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ تشریف لائی ہیں۔ وہ حضرت معصومہؑ کے ساتھ محوِ گفتگو ہیں۔

۱۸۔ معصومہؑ کے پاس جاؤ:

حضرت آیت اللہ بہجت کے بارے میں مرقوم ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے حاجت طلب کی تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ حضرت معصومہؑ کے پاس جاؤ۔ میں وہاں گیا تو انہوں نے میری حاجت روائی کی۔(۱)

۱۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام اور زیارت حضرت معصومہؑ:

سیّدہ فاطمہ طباطبائی مشہور بی بی اعلاء بہت ہی نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں حضرت معصومہؑ کی زیارت کے لیے گئی تو اندر جانے نہیں دیا گیا، بہت رش تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے بتایا گیا کہ امام جواد علیہ السلام اپنی پھوپھی کی زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں۔(۲)

۱۔ ماہنامہ کوثر شمارہ ۱۲۰ صفحہ ۹۰۔ ۲۔ کرامات بی بی معصومہؑ صفحہ ۳۳۔

فصلِ سوم

بی بی معصومہؑ کی زیارت کے آداب و فضائل

لفظ ''زیارت''

لفظ ''زیارت'' کے مختلف معنی ہیں، من جملہ دیدار پیشوا، رغبت، سفر کے لیے آمادہ ہونا، پلٹنا، تیز سواری، گوشۂ چشم، اپنے مقصد کی طرف روانگی، اپنے نفس کی اصلاح، سینہ، مہمان کی عزت وغیرہ۔(۱)

بہت دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تمام معنی زائرین کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں کیونکہ ہر زائر مقاماتِ مقدسہ کے دیدار کا مشتاق ہوتا ہے۔ ہر شخص حرمِ الٰہی میں جانے کا خواہش مند ہے۔ اپنے کاروبار و تجارت، ملازمت کی طرف سے آنکھیں پھیر کے سفر کی مشکلات کی پروا کیے بغیر سفر کی تیاری کرتا ہے۔

دور دراز کے راستے پر جانے کے لیے سفر کے سامان فراہم کرتا ہے تیز ترین سواری کا انتخاب کرتا ہے، اپنے محبوب سے اس امید پر ملنے کی تمنا کرتا ہے کہ شاید وہ ایک لمحہ اسے دیکھ لے اور اس کے آنے کو قبول کر لے۔

سب سے اہم قدم جو زائر زیارت کے لیے اٹھاتا ہے، وہ معنویت کا ہے جو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اُس کی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ اس سفر میں اپنے عاشق کے حضور حاضر ہو

اپنے گھر والوں کو خدا حافظ کہہ کر جنگل و بیابان کے درمیان سے گزرتا ہوا، خود کو سب سے دور کرتا ہوا اپنے عاشق سے ملنے کے شوق میں بے قرار ہوتا ہے۔

اپنے گناہوں کے بوجھ کو غسلِ توبہ اور غسلِ زیارت سے کم کرتا ہوا یہ کوشش کرتا ہے کہ اب کبھی گردِ گناہ بھی اس پر نہ پڑے۔

۱۔ کتاب لسان العرب جلد ۴ ص ۱۱۰۔

سیلاب کی مانند اس کے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھیں حرم اور بارگاہ ملکوتی معصومؑ کو دیکھ کر روشن ہوجاتی ہیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے، عشق کی آگ بڑھ جاتی ہے، وہ چاہتا ہے فوراً ضریح اقدس کے نزدیک پہنچ جائے۔

وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنی صورت کو ضریح کی جالی سے مَس کردے، کیونکہ اسے امید ہوتی ہے کہ جب اُس کی گناہ آلود صورت اس جالی سے مس ہوگی تو یقیناً اس کی بخشش کا انتظام ہوگا۔ وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوکر شکر کرتا ہے کہ اس نے اپنے اس مقدس مقام کی زیارت نصیب کی۔

ایک امید کے ساتھ اشکِ ندامت بہاتا ہے اور مکمل ارادہ کرتا ہے کہ وہ اب گناہ نہیں کرے گا۔ پھر اپنے محبوب کی عنایت کا منتظر ہوجاتا ہے کہ وہ مہمان ہے اور یہ صاحبِ کرامت میزبان ہیں۔ (۱)

آدابِ زیارت:

اس سے پہلے کہ خاندان عصمت وطہارت کی زیارت کے لیے جائیں، بہتر ہے کہ چند نکات کی طرف توجہ ہو، جنہیں ہم آدابِ زیارت کے عنوان سے ذیل میں درج کررہے ہیں۔

۱۔ زیارت کے پورے سفر میں گناہوں اور بے ہودہ کاموں سے سختی سے پرہیز کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ یہ مانعِ قبولیتِ زیارت اور دوسرے اعمال بن جائیں۔

۲۔ مظلومِ کربلا سیّدالشہدا حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے سوا باقی تمام

۱۔ کتاب کریمۂ اہلبیتؑ ۱۳۵۔

زیارتوں پر جانے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔

۳۔ زیارت پر جانے سے پہلے وضو ضرور کرے۔

۴۔ نیا لباس یا پاکیزہ لباس پہنے۔

۵۔ خود کو معطر کرے، یعنی خوشبو لگائے۔

۶۔ حرم میں جانے سے پہلے ایسے کھانوں سے پرہیز کرے، جن میں خاص بُو ہو اور اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

۷۔ روایات کے مطابق اگر کوئی زیارت کا غسل کرے تو رات کا غسل صبح تک کے لیے اور دن کا غسل رات تک کے لیے کافی ہے۔

۸۔ حرم کے دروازے پر کھڑے ہو کر اذن دخول پڑھے اور جب رقت پیدا ہو، اشکِ شوق جاری ہوں سمجھ جائے کہ اجازت مل گئی ہے، پھر حرم میں داخل ہو۔

۹۔ چونکہ حرم مطہر انبیاءؑ اور فرشتوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے لہٰذا مکمل خضوع اور خشوع کے ساتھ حرم میں داخل ہوا جائے۔

۱۰۔ باطنی خشوع کے ساتھ ساتھ ظاہری ادب کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

۱۱۔ جب کوئی کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو کتنا اپنے لباس کا، چلنے کا، اور بولنے کا خیال رکھتا ہے، جب کہ حرم اہلبیتؑ جو کہ بادشاہوں کے بھی داخلے کی جگہ ہے اور ہم سب ان کے در کے غلام ہیں، بس جتنی بھی رعایت کی جائے کم ہے۔

۱۲۔ حرم میں داخل ہوتے وقت پیشانی کو زمین پر نہ رکھا جائے تاکہ دشمنان اہلبیتؑ ہم پر سجدہ کرنے کی تہمت نہ لگائیں، اور سجدہ صرف خدا کے لیے ہے۔

۱۳۔ حرم میں بلند آواز سے گفتگو نہ کی جائے۔

۱۴۔ دوسرے زائرین کے لیے کسی قسم کی کوئی پریشانی پیدا نہ کی جائے۔

۱۵۔ اگر کسی زائر کو کوئی بات سمجھانی ہو تو مودّبانہ لہجے میں اچھے انداز سے سمجھائی جائے۔

۱۶۔ معصومینؑ کے حرم میں قبلے سے ہٹ کر اور ضریح کی طرف رخ کر کے زیارت پڑھیں۔ لیکن امام زادوں کے حرم میں بالائے سر قبلے کی طرف رخ کر کے زیارت پڑھیں۔

۱۷۔ پوری کوشش کریں کہ زیارتِ ماثور کو توجہ اور تلفظِ کامل کے ساتھ مع ترجمے کے پڑھیں۔

۱۸۔ زیارت کے بعد دو رکعت نماز بالائے سر ضریح یا حرم سے متصل مسجد میں ادا کریں۔

۱۹۔ زیارت کی دو رکعت نماز میں بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ مبارکہ یٰسین پڑھیں اور دوسری میں الحمد کے بعد سورۂ مبارکہ رحمٰن پڑھیں۔

۲۰۔ نماز زیارت کے قنوت میں اپنی اور مومنین کی پریشانیوں کے دور ہونے کی دعا کی جائے۔

۲۱۔ زیارت اور نماز کے بعد دعائیں اور مناجات پڑھی جائیں، جن میں دعائے ''مکارم الاخلاق'' اور ''عالیہ المضامین'' کے پڑھنے میں غفلت نہ کی جائے۔

۲۲۔ خداوند تعالیٰ کو ان امام یا امام زادہ کہ جن کی زیارت کر رہے ہیں، اُن کے حق کی قسم دے کر دعا کی جائے، ان کی شفاعت سے ہمیں محروم نہ فرما۔

۲۳۔ تمام حاجتوں کے ساتھ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کی دعا

کی جائے۔

۲۴۔ نمازِ زیارت اور دعا کے ساتھ دوسروں کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے (کہیں ایسا نہ ہو کہ زائرین کے پیر کچل جائیں یا دھکے لگ جائیں) آہستہ آہستہ خود کو ضریح مقدس سے مَس کرے اور اپنے خدا سے راز و نیاز کرے۔

۲۵۔ ماں باپ، بہن بھائی، رشتے دار، دوست احباب، پڑوسی اور جنہوں نے التماس دعا کیا تھا، ان سب کی نیابت، امیر المومنین علیہ السلام کے تمام شیعوں کی نیابت میں زیارت کرے۔

۲۶۔ حرمِ مطہر میں قرآن کریم کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب صاحب حرم کو ہدیہ کردے۔

۲۷۔ معصومین علیہم السلام کے حرم میں نمازِ واجب یا مستحب کو ایسی جگہ نہ پڑھا جائے کہ معصومؑ کے آگے حساب ہو، یعنی اس بات کو سختی سے منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ ضریح کے برابر بھی نہ پڑھیں چونکہ حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ نے اپنی توقیع شریف میں فرمایا ہے "نماز معصومینؑ کے حرم میں امامؑ کے پیچھے کی طرف پڑھی جائے اگر قبر کے آگے نماز پڑھی جائے تو ہرگز جائز نہیں ہے کہ امام کے آگے یا داہنی طرف الٹی طرف یا پڑھی جائے، بلکہ قبر سامنے ہو اور نمازی پیچھے۔" (۱)

۲۸۔ امام زادوں کے حرم میں بھی ادب کا تقاضا ہے کہ ان کی قبور کے آگے نماز نہ پڑھی جائے بلکہ ان کے محلِ دفن سے کچھ دور کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے۔

۲۹۔ مستحبی نماز کے دوران اگر نماز جماعت شروع ہو جائے تو بہتر ہے کہ اس نماز

۱۔ احتجاج طبری ج ۲ صفحہ ۴۹۰۔

کو چھوڑ کر نماز جماعت ادا کرے۔

۳۰۔حرم سے باہر نکلتے وقت ضریح کی طرف پشت کرتے ہوئے نہ نکلے۔

۳۱۔کوشش کرے کہ حرم میں جتنی دیر بھی رکے خضوع وخشوع کے ساتھ رہے۔

۳۲۔جتنے دن زیارت کی غرض سے شہر میں مقیم ہو، کوشش کرے کہ ہر روز حرم مطہر کی زیارت کرے اور اپنی نمازوں کو حرم مطہر میں ادا کرے اور اگر ممکن ہو تو نمازِ جماعت میں شرکت کرے۔

۳۳۔زیارت گاہوں پر جتنے دن بھی قیام کرے، اپنی تمام قوّتِ ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اصلاح نفس کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

۳۴۔تمام مرحومین کی نیابت میں زیارت کرے۔

۳۵۔امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہم کی نیابت میں زیارت کرے۔اس طرح انسان کے اندر معنویت پیدا ہوتی ہے اور زائر اور زیادہ ادب کی رعایت کرتا ہے۔

۳۶۔زیارت وارثہ، زیارتِ عاشورہ، زیارت امین اللہ اور زیارت جامعہ کبیرہ کو حتی المقدور پڑھا جائے۔

۳۷۔زیارت حضرت معصومہ علیہا السلام کرتے وقت تمام معصومین علیہم السلام کو حاضر و ناظر جان کر سلام کیا جائے، کیونکہ حرم معصومہؑ کو حرم آئمہ طاہرینؑ کا درجہ حاصل ہے

۳۸۔حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم میں اہلبیتِ اطہارؑ کے خاندان کی کچھ خواتین بھی دفن ہیں، ان کی زیارت میں غفلت نہ کی جائے، کم از کم سب کی زیارت کی نیت سے ایک سلام اس طرح ضرور کیا جائے۔

"اَلسَّلامُ عَلَیْکُنَّ یَا بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ"

(سلام ہو آپ (سب) پر اے رسول اللہ کی بیٹیوں)

وہ خواتین جو حرم مطہر معصومہؑ میں دفن ہیں:

۱۔ میمونہ دختر موسیٰ مبرقع امام جوادؑ کی پوتی۔

۲۔ امّ محمد دختر موسیٰ مبرقع امام جوادؑ کی پوتی

۳۔ امّ قاسم دختر علی کوکبی

۴۔ امّ اسحاق محمد فرزند موسیٰ مبرقع کی کنیز (جاریہ)

۵۔ ام حبیب۔ ابوعلی امام رضاؑ کے پوتے کی کنیز (جاریہ) (۱)

۳۹۔ حرم مطہر سے آخری مرتبہ واپسی پر زیارت وداع پڑھی جائے اور خداوند تعالیٰ سے دوبارہ زیارت کے لیے آنے کی توفیق طلب کی جائے۔

۴۰۔ زیارت سے واپسی پر پوری کوشش کرے کہ زیارت کا نور اس کی پیشانی پر باقی رہے اور گناہ کرنے سے اس نور کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

۱۔ کریمہ اہلبیتؑ ص نمبر ۱۸۰۔

حضرت معصومہؑ کی زیارت کی فضیلت پر دس احادیث

چودہ معصومین علیہم السلام کی زیارات کے بعد کسی نبی علیہ السلام یا اولیاء اللہ کی زیارت کی اتنی تاکید و ترغیب اور سفارش نہیں کی گئی، جتنی حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے لیے حکم ہے۔ معتبر روایت کے مطابق تین معصومین علیہم السلام نے آپ کی زیارت کی ترغیب اور تشویق فرمائی ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ان تاکیدوں میں وہ روایت بھی شامل ہیں جو آپ معظّمہ، شفیعہ رُوزِ جزا کی ولادت سے پہلے بیان کی گئی تھیں۔ ان ہی روایات میں ایک وہ روایت بھی شامل ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے تب ارشاد فرمائی جب کہ آپ کے فرزند موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔

آپ کی زیارت کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب تین معصوم زبانوں نے ''جنت'' معین فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں اسی ضمن میں کچھ اور عنوان درج ذیل ہیں۔ آپؑ کی زیارت کرنے والا:

۱۔ اہلِ بہشت سے ہوگا۔

۲۔ بہشت اُسی کے لیے ہے

۳۔ اُس پر جنت واجب ہے

۴۔ آپ کی زیارت جنت کے برابر ہے۔

۵۔ آپ کی زیارت حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے برابر ہے۔

چند وہ احادیث جو کہ آپ کی زیارت کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں:

حدیثِ اوّل:

شیعہ محدثین کے پیشوا شیخ صدوق علیہ الرحمہ معتبر سند کے ساتھ امام علی رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا:

" مَن زَارَهَا فَلَهُ الجَنَّةُ۔۔۔"

"جوکوئی اس (معصومہؑ) کی زیارت کرے جنت اس کے لیے ہے۔" (۱)

حدیث دوم:

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ متوفی ۳۶۷ ہجری۔ بہت قابلِ احترام و اعتماد کتاب "کامل الزّیارات" میں معتبر سند سے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"مَنْ زَارَ عَمَّتِیْ بِقُمْ فَلَهُ الْجَنَّةُ" جوکوئی میری پھوپھی (معصومہؑ) کی قم میں زیارت کرے گا، جنت اسی کے لیے ہے۔ (۲)

حدیث سوم:

ابوعلی حسن بن محمد حسن قمی اپنی کتاب تاریخ قم (جوکہ ۱۲۰ ابواب پر مشتمل ہے اور ۳۷۸ ہجری میں تالیف کی گئی) میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حیرت انگیز حدیث نقل کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اہل رے کے کچھ لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا ہم اہل رے ہیں، امامؑ نے فرمایا "مَرحَباً بِاِخوَانِنَامِنْ اَهْلِ قُمْ"

۱۔ عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۲۸۱، ثواب الاعمال ص ۹۸۔ ۲۔ کتاب کامل الزیارات ص ۳۲۴۔

مرحبا ہمارے بھائی اہل قم کے لیے، انہوں نے کہا۔ مولاً ہم شہر رے کے رہنے والے ہیں۔ امامؑ نے وہی جملہ پھر تکرار فرمایا اور چند مرتبہ یہی فرمایا۔ جماعت نے وہی جملہ تکرار کیا پھر آپؑ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ حَرَماً وَهُوَ مَكَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ حَرَماً وَهُوَ الْمَدِيْنَةُ وَلِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَماً وَهُوَ الْكُوْفَةُ وَلَنَا حَرَماً وَهُوَ قُمْ وَ سَتُدْفَنُ فِيْهِ اِمْرَأَةٌ مِنْ وُلْدِیْ تُسَمّٰى فَاطِمَةُ مَنْ زَارَهَا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔

خدا کا ایک حرم ہے، وہ مکہ ہے اور رسول خداؐ کا ایک حرم ہے وہ ہے مدینہ، اور امیر المومنینؑ کا ایک حرم ہے وہ ہے کوفہ، اور ہم اہلبیتؑ کا حرم شہر قم ہے۔

عنقریب اس شہر میں میری اولاد میں سے ایک خاتون جس کا نام فاطمہ ہوگا، دفن ہوگی۔ جو شخص اُس کی زیارت کرے گا اس پر جنت واجب ہوگی۔"

راوی کا یہ کہنا ہے کہ جب حضرت یہ حدیث بیان فرما رہے تھے اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی دنیا میں نہیں آئے تھے۔" (۱)

حدیث چہارم:

صاحب تاریخ قم ہی ایک اور معتبر سند سے امامِ صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: اِنَّ زِيَارَتَهَا تُعَادِلُ الْجَنَّةَ

بے شک اس (معصومہؑ) کی زیارت جنت کے برابر ہے۔" (۲)

حدیثِ پنجم:

نصیر الدین ابو الرشید عبد الجلیل رازی قزوینی چھٹی صدی ہجری کے بزرگ علماء

۱۔ تاریخ قم ص ۲۱۴۔ ۲۔ تاریخ قم ص ۲۱۵۔

میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے کتاب ''بعض مطالب النواصب'' تالیف کی اس میں ایک تفصیلی بحث حضرتِ معصومہؑ کی شخصیت سے متعلق بیان کی ہے یہ روایت امام جعفر صادقؑ سے معتبر اسناد کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

تُدْفَنُ فِيهَا اِمْرَأَةٌ هِيَ مِنْ وُلْدِي وَ اِسْمُهَا فَاطِمَةُ بِنْتِ مُوسیٰ تَدْخُلُ بِشَفَاعَتِهَا شِيعَتُنَا فِي الْجَنَّةِ اَجْمَعِين۔"

''قم میں ایک خاتون میرے فرزندوں سے ہوگی، اس کا نام فاطمہؑ دخترِ موسیٰؑ ہے (وہاں) رحلت کرے گی۔ اس کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں داخل ہوں گے۔(۱)

حدیث ششم:

قاضی نوراللہ شوستری کتاب ''احقاق الحق'' لکھنے کی بنا پر ۱۰۱۹ ہجری میں ہندوستان میں شہید کر دیے گئے اور آپ کا مرقد آگرہ (اکبرآباد ہند) میں لوگوں کی زیارت کا مرکز ہے، اپنی کتاب ''مجالس المومنین'' میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے اپنے صحابی سعد بن سعد احزم سے فرمایا: يَا سَعْدُ مَنْ زَارَهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ اَوْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اے سعد جو کوئی بھی اس کی زیارت کرے گا، جنت اس کے لیے ہے ''یا'' وہ اہل بہشت ہے۔(۲)

حدیثِ ہفتم:

میرزا محمد تقی سپہر کتاب ''زندگانی امام کاظمؑ سے جو جلد ناسخ التواریخ سے ہے، امام علی رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا

۱۔ النقض ص ۱۹۴۔ ۲۔ مجالس المومنین ج ۱ ص ۸۳۔

"مَنْ زَارَ الْمَعْصُومَةَ بِقُمْ كَمَنْ زَارَنِیْ"

جس نے معصومہؑ کی زیارت قم میں کی، مثل اس کے ہے کہ جس نے میری زیارت کی ہو۔(۱)

حدیثِ ہشتم:

مولانا حیدر خوانساری کتاب زبدۃ التصانیف" میں امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

"جو کوئی میری زیارت کو نہیں آسکتا میرے بھائی کی شہر رے میں یا میری بہن کی قم میں زیارت کرے گا اسے میری زیارت کا ثواب ملے گا۔" (۲)

حدیثِ نہم:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مَنْ زَارَهَا عَارِفاً بِحَقِّهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ"

جو کوئی بھی اس کی زیارت کرے اس طرح کہ اس کے حق کو پہچانتا ہو، اس کے لیے جنت ہے۔(۳)

حدیثِ دہم:

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ اِشْفَعِیْ لِیْ فِیْ الْجَنَّةِ فَاِنَّ لَكِ عِنْدَ اللّٰهِ شَاناً مِنَ الشَّانِ

"اے فاطمہ معصومہؑ میری جنت میں جانے کی شفاعت کریں کہ آپ کا مقام پروردگار کے نزدیک بہت بلند ہے۔"(۴)

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۶۸۔ ۲۔ زبدۃ التصانیف جلد ۶ ص ۱۵۹۔ ۳۔ جامع احادیث الشیعہ۔
۴۔ مستدرک الوسائل جلد ۱۰ ص ۳۶۸، بحار الانوار جلد ۱۰۲ ص ۲۶۵۳۴۵۔

فصل چہارم

ترجمہ وشرحِ زیارت نامہ
بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا

زیارت نامہ حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا

اَلسَّلامُ عَلیٰ آدَمَ صِفْوَةِ اللّٰهِ	سلام ہو آدمؑ پر جو خدا کے برگزیدہ ہیں
اَلسَّلامُ عَلیٰ نُوحٍ نَبِیِّ اللّٰهِ	سلام ہو نوحؑ پر جو خدا کے نبی ہیں
اَلسَّلامُ عَلیٰ اِبْراهِیمَ خَلِیلِ اللّٰهِ	سلام ہو ابراہیمؑ پر جو خدا کے دوست خاص ہیں
اَلسَّلامُ عَلیٰ مُوسیٰ کَلِیمِ اللّٰهِ	سلام ہو موسیٰؑ پر جو خدا کے کلیم ہیں
اَلسَّلامُ عَلیٰ عِیسیٰ رُوحِ اللّٰهِ	سلام ہو عیسیٰؑ پر جو روح خدا ہیں
اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ	آپ پر سلام ہو اے خدا کے رسولؐ
اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ	آپ پر سلام ہو کہ آپ خلق خدا میں بہترین ہیں
اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا صَفِیَّ اللّٰهِ	آپ پر سلام ہو اے خدا کے پسند کردہؐ
اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ، خاتَمَ النَّبِیِّینَ،	آپ پر سلام ہو اے محمدؐ بن عبداللہؑ کہ آپ نبیوں کے خاتم ہیں
اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ عَلِیَّ بْنَ اَبِی طَالِبٍ ، وَصِیَّ رَسُولِ اللّٰهِ،	سلام ہو آپ پر اے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ رسول خداؐ کے وصی
اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا فَاطِمَةُ سَیِّدَةَ نِسَاءِ الْعالَمِینَ،	آپ پر سلام ہو اے فاطمہؑ کہ آپ زنان عالم کی سردار ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمَا یَا سِبْطَیْ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، وَ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ،

سلام ہو آپ دونوں پر کہ آپ نبیؐ رحمت کے دونواسے اور جوانانِ اہلِ جنت کے دو سیّد و سردار ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ، سَیِّدَ الْعابِدِیْنَ وَ قُرَّةَ عَیْنِ النّاظِرِیْنَ،

آپ پر سلام ہو اے علیؑ بن الحسینؑ کہ آپ عبادت گزاروں کے سردار اور اہل بصیرت کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ، بَاقِرَ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِیِّ ،

سلام ہو آپ پر اے محمدؑ بن علیؑ کہ آپ بعد از نبیؐ علم پھیلانے والے ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدِ الصّادِقَ الْبَارَّ الْاَمِیْنَ ،

آپ پر سلام ہو اے جعفرؑ بن محمدؑ کہ آپ راست گو، خوش کردار امانتدار ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا مُوْسَی بْنَ جَعْفَرِ الطَّاهِرَ الطُّهْرَ،

آپ پر سلام ہو اے موسیٰؑ بن جعفرؑ کہ آپ پاک ہیں پاک شدہ ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا عَلِیَّ بْنَ مُوْسَی الرِّضَا الْمُرْتَضیٰ،

آپ پر سلام ہو اے علیؑ بن موسیٰؑ کہ آپ رضا والے پسندیدہ ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیِّ التَّقِیَّ

آپ پر سلام ہو اے محمدؑ بن علیؑ کہ آپ پرہیزگار ہیں

اَلسَّـلامُ عَـلَیْکَ یَـا عَـلِیَّ بْنَ مُحَمَّدِ النَّقِیَّ النّاصِحَ الْاَمِیْنَ،

آپ پر سلام ہوا اے علیؑ بن محمدؑ کہ آپ باصفا خیر خواہ امانتدار ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا حَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ

آپ پر سلام ہوا اے حسنؑ بن علیؑ

اَلسَّلامُ عَلَی الْوَصِیِّ مِنْ بَعْدِہٖ

اور سلام ہو اس امام پر جو ان کے قائم مقام ہے

اَلـلّٰهُـمَّ صَـلِّ عَـلٰـی نُـوْرِکَ وَ سِـــرَاجِکَ وَ وَلِـــیِّ وَلِیِّکَ وَ وَصِیِّکَ وَ حُـــجَّتِکَ عَـلٰـی خَلْقِکَ

اے معبود اپنے نور پر رحمت فرما جو تیرے چراغ تیرے ولی کے وارث تیرے وصی کے جانشین اور تیری مخلوق پر حجت ہیں

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یابِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

آپ پر سلام ہوا اے رسول خداؐ کی دختر

اَلسَّـلامُ عَـلَیْکِ یَابِنْتَ فَاطِمَةَ وَ خَدِیْجَةَ،

آپ پر سلام ہوا اے فاطمہ زہراؑ خدیجۃ الکبریٰؑ کی دختر

اَلسَّـلامُ عَـلَیْکِ یَـابِـنْتَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ،

آپ پر سلام ہوا اے مومنوں کے امیرؑ کی دخترؑ

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ

آپ پر سلام ہوا اے حسنؑ و حسینؑ کی دختر

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ وَلِیِّ اللّٰهِ،

آپؑ پر سلام ہوا اے ولی خداؑ کی دخترؑ

اَلسَّـلامُ عَـلَیْکِ یَـا اُخْتَ وَلِیِّ اللّٰهِ،

آپ پر سلام ہوا اے ولی خداؑ کی ہمشیرہ

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا عَمَّةَ وَلِیِّ اللّٰهِ،	آپ پر سلام ہو اے ولی خداؑ کی پھوپھی
اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ مُوْسَی بْنِ جَعْفَرٍ، وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهُ.	سلام ہو آپؑ پر اے موسیٰؑ بن جعفرؑ کی دختر خدا کی رحمت ہو اور اس کی برکات ہوں
اَلسَّلامُ عَلَیْکِ، عَرَّفَ اللّٰهُ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ فِی الْجَنَّةِ،	آپ پر سلام ہو کہ خدا جنت میں ہمارے اور آپ کے درمیان شناسائی کرائے
وَ حَشَرَنَا فِی زُمْرَتِکُمْ، وَ أَوْرَدَنَا حَوْضَ نَبِیِّکُمْ،	ہمیں آپ کے گروہ میں اٹھائے ہمیں آپؑ کے نبیؐ کے حوض کوثر پر وارد کرے
وَ سَقَانَا بِکَأْسِ جَدِّکُمْ مِنْ یَدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ،	اور ہمیں آپؑ کے ناناؐ کے جام کے ساتھ علیؑ بن ابی طالبؑ کے ہاتھوں سیراب فرمائے
صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ، أَسْئَلُ اللّٰهِ أَنْ یُرِیَنَا فِیْکُمُ السُّرُوْرَ	آپؑ پر خدا کی رحمتیں ہوں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں آپؑ لوگوں میں
وَ الْفَرَجَ، وَ أَنْ یَجْمَعَنَا وَ إِیَّاکُمْ فِی زُمْرَةِ جَدِّکُمْ مُحَمَّدٍ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ	مسرت و خوشحالی دکھائے اور یہ کہ ہمیں اور آپؑ کو آپؑ کے نانا محمدؐ کے گروہ میں اکٹھا کرے
وَ أَنْ لا یَسْلُبَنَا مَعْرِفَتَکُمْ، إِنَّهُ وَلِیٌّ قَدِیْرٌ.	اور ہم سے آپؑ کی معرفت واپس نہ لے کہ وہ حاکم ہے قدرت والا۔

أَتَقَرَّبُ إِلَى اللّٰهِ بِحُبِّكُمْ وَ الْبَرَائَةِ مِنْ أَعْدَائِكُمْ،	میں قرب الٰہی چاہتا ہوں آپؐ کی محبت اور آپؐ کے دشمنوں سے بیزاری کے ذریعے
وَ التَّسْلِيمِ إِلَى اللّٰهِ، رَاضِياً بِهِ غَيْرَ مُنْكِرٍ وَ لا مُسْتَكْبِرٍ وَ عَلَىٰ يَقِينِ مَا أَتَىٰ بِهِ مُحَمَّدٌ وَ بِهِ رَاضٍ،	ہم خدا کی رضا پر راضی ہو کر بغیر دل تنگ ہوئے اور تکبر کے اور اس چیز پر یقین سے جو محمدؐ لائے
نَطْلُبُ بِذَالِكَ وَجْهَكَ يَا سَيِّدِي،	اور اس پر خوش رہ کر اس طرح ہم تیری توجہ چاہتے ہیں اے ہمارے آقا
اَللّٰهُمَّ وَ رِضَاكَ وَ الدَّارَ الْآخِرَةِ	اے معبود میں تیری رضا اور آخرت کی بہتری چاہتا ہوں
يَا فَاطِمَةُ اِشْفَعِي لِي فِي الْجَنَّةِ	اے فاطمہؑ حصولِ جنّت میں میری سفارش کریں
فَإِنَّ لَكِ عِنْدَ اللّٰهِ شَأْناً مِنَ الشَّأْنِ	کیونکہ آپ خدا کے ہاں بڑی عزت و شان رکھتی ہیں
اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ أَنْ تَخْتِمَ لِي بِالسَّعَادَةِ،	اے معبود میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ میرا انجام خوش بختی پر فرما
فَلا تَسْلُبْ مِنِّي مَا أَنَا فِيهِ،	میں جس گروہ میں ہوں اسی میں رہنے دے
وَ لا حَوْلَ وَ لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ .	نہیں کوئی حرکت و قوت مگر وہ جو خدائے بلند و بزرگ سے ملتی ہے

اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا، وَ تَقَبَّلْهُ بِكَرَمِكَ وَ عِزَّتِكَ ،

اے معبود ہماری دعائیں منظور و مقبول فرما اپنی بزرگی اپنی عزت

وَ بِرَحْمَتِكَ وَ عَافِيَتِكَ، وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ أَجْمَعِيْنَ، وَ سَلَّمَ تَسْلِيْماً يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

اپنی رحمت اور اپنی پناہ کے واسطے سے خدا حضرت محمدؐ اور ان کی ساری آلؑ پر درود بھیجے اور سلام بھیجے بہت بہت سلام اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

شرحِ زیارت نامہ

"اَلسَّلامُ عَلیٰ آدَمَ صِفْوَۃِ اللّٰہِ" (۱)

دینِ اسلام کی رو سے حضرت آدمؑ سب سے پہلے پیغمبر ہیں۔ان کی خلقت اور اس عظیم پیغمبر سے مربوط دوسرے معاملات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔قرآن مجید میں ۲۵ مرتبہ اس عظیم ہستی کا اسم مبارک ذکر ہوا ہے اور معصومینؑ نے بہت ساری روایتوں میں حضرت آدمؑ سے متعلق کاموں کی وضاحت فرمائی ہے۔علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار، جلد ۱۱ میں دوسو (۲۰۰) احادیث حضرت آدمؑ کے بارے میں ذکر کی ہیں۔(۲)

متعدد القابات میں سے ایک لقب حضرت آدمؑ کا "صفی اللہ" ہے۔ یہ لقب حضرت آدمؑ کے لیے مخصوص نہیں ہے، بلکہ حضرت نوحؑ اور حضرت رسول اکرمؐ اور بہت سے انبیاءؑ کے لیے بھی یہ لقب استعمال ہوا ہے۔مگر حضرت آدمؑ کا لقب صفی اللہ اس لیے ہے کہ آپؑ خصوصی عزت واکرام اور بلند مرتبے کے مالک ہیں۔

(صفو) لغت میں کسی چیز کے خالص ہونے کو کہتے ہیں جیسے اصل پتھر، اصلی شہد وغیرہ۔

۱۔ رواق عصمت۔ مفردات راغب مادہ (الصفو) قاموس قرآن، جلد ۴، ص ۱۲۶، ترتیب العین، جلد ۷، ص ۱۶۳، ۱۶۲

۲۔ بحارالانوار، جلد ۹، ص ۳۰۵، جلد ۱۰، ص ۶۷، جلد ۲۰، ص ۶۴، ۸۲ تا ص ۱۱۰، جلد ۲۶، ص ۳۵۲، جلد ۵۷، ص ۹۴، جلد ۶۰، ص ۲۴۴، جلد ۶۲، ص ۶۰، جلد ۵، ص ۲۷، ۲۸، جلد ۱۴، ص ۳۲، ۳۴۷، ۵۰۳،

اور خالص شہد کہ اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو صاف ستھرا شہد کہا جاتا ہے شہد کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے "وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى" (۱) بنابریں "اصطفا" خالص اور صاف ستھری چیز کے انتخاب کے معنیٰ میں آیا ہے۔

قرآن مجید میں خداوند متعال فرماتا ہے (۲) بے شک اللہ نے حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ اور خاندان عمرانؑ کو تمام عالمین میں سے چنا۔ (إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ)۔

پس خداوند عالم نے جب زمین کو پھیلا کر آمادہ کیا تو خلقت کے لیے اپنا حکم جاری فرمایا اور اس کام کے لیے حضرت آدمؑ کو چنا: " فَلَمَّا مَهَّدَ أَرْضَهُ وَ أَنْفَذَ أَمْرَهُ اِخْتَارَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيرَةً مِّنْ خَلْقِهِ (۳)

بہت ساری آیات اور بے شمار روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ "صفی اللہ" ہیں۔ اور کئی زیارتوں میں بھی یہ صفت پروردگار عالم کے اس برگزیدہ نبی کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ ان آیات و روایات میں غور وفکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "صفوۃ اللہ" کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کی خلقت کو دیگر مخلوقات کے مقابلے میں جس طرح پہلے سے ممتاز رکھا ہے اسی طرح ان کو تمام مخلوقات پر برتری بھی عنایت فرمائی۔ اس بنا پر یہ آیت اور دیگر آیات کی رو سے حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو دوسری مخلوقات پر خداوند متعال نے برتری عنایت کی ہے۔

....

۱۔ سورۃ محمدؐ آیت ۱۵

۲۔ سورۃ آل عمران، آیت ۳۳

۳۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، حصہ ۔ اشاح، ۲۶۳۔

(۱) کیونکہ خداوند متعال نے اپنی روح کو حضرت آدمؑ میں پھونکا ہے۔(۲) إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَراً مِن طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ) اور انہیں اپنا جانشین بنایا۔(۳) اور زمین پر اپنا جانشین بنایا ہے۔ اور ان کو اختیار دینے کے ساتھ ساتھ ہدایت کی راہ میں کامیابی کے لیے زینہ فراہم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان مکمل طور پر خدا کی طرف سے چنا ہوا اور دیگر مخلوقات سے برتر ہے۔ (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً (۴) اور خاص طور سے حضرت آدمؑ صفی خدا ہیں۔(۵) کیونکہ وہ سب سے پہلے انسان ہیں کہ جنہیں خداوند متعال نے زمین میں اپنا جانشین بنایا۔(۶) آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جن کے لیے خدا نے توبہ کا دروازہ کھول دیا۔(۷) آپ وہ پہلے فرد ہیں کہ خدا نے ان کے لیے دین ایجاد کیا۔ مطلب یہ کہ خلاصہ وہی ہے جو امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں فرمایا ہے۔

۱۔ طبیعت محیط وزیست از دیدگاہ اسلام، ص۳۱، ۳۶۔

۲۔ سورۂ ص، آیات ۷۱، ۷۲۔

۳۔ سورۂ انعام، آیت ۱۶۵۔ سورۂ ص، آیت ۲۶۔ سورۂ یونس، آیت ۱۴، سورۂ فاطر، آیت ۳۹، سورۂ بقرۃ، آیت ۳۰۔

۴۔ سورۂ اسراء، آیت ۷۰۔

۵۔ المیزان، جلد۳، ص ۱۶۵، تفسیر نمونہ، جلد۲، ص ۵۱۸۔

۶۔ سورۂ بقرہ، آیت ۳۰۔ المیزان، جلد۳، ص ۱۶۵۔

۷۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۲۳۔

آپ فرماتے ہیں: جب خداوند متعال نے زمین کو بنایا اور اسے انسان کے رہنے کے لیے آمادہ کیا تو حضرت آدمؑ کو اپنے مخلوقات میں چنا اور ان کو تمام مخلوقات پر برتری دی۔

اس بنا پر مناسب یہ ہے کہ حضرات معصومینؑ اور اولیاء اللہ کی زیارات پڑھتے وقت خداوند عالم کی جانب سے ممتاز کردہ پہلے پیغمبر اور خدا کے پہلے خلیفہ حضرت آدمؑ پر بھی سلام بھیجیں۔ زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں جو سلام حضرت آدمؑ کے لیے آیا اس طرح سلام دینے کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ حضرت آدمؑ پر سلام جو خدا کی سے بھیجے گئے ہیں کیونکہ خدا کے چنے ہوئے اور آلودگیوں اور فساد و فتنے سے پاک و صاف ہیں اور خدا نے ان کو پیغمبر معصوم اور زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ (واللّٰہُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ) (۱)

اس سلام کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کو چاہیے کہ حضرت آدمؑ کو پیغمبر معصوم ہونے اور روئے زمین پر خدا کا خلیفہ ہونے کی بنا پر اپنا نمونہ قرار دیں اور سعادت کی راہ میں آگے بڑھیں۔

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۱۲۴۔

"اَلسَّلَامُ عَلٰی نُوحٍ نَبِیِّ اللّٰہِ"

انبیاء کی نبوت کا دوسرا مرحلہ حضرت نوحؑ سے شروع ہوتا ہے،ان کی زندگی مخلصانہ کوشش قرآن مجید کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کا نام قرآن مجید کے ۲۸ سوروں میں ۳۴ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ (۱)

چہاردہ معصومینؑ سے ان آیات و ہدایات کی روشنی میں ان کی زندگی کے مختلف واقعات ملتے ہیں جو عبرت انگیز بھی ہیں اور فائدہ مند بھی۔ (۲) یہاں ان تمام واقعات کی تفصیل مناسب معلوم نہیں ہوتی، اس عظیم پیغمبر نے خدا کے احکام پہنچانے کی راہ میں عدل و انصاف قائم کرنے اور اس کے پھیلانے میں بہت زحمتیں برداشت کیں۔ اس راہ میں صبر و شکر اور اپنی وسعتِ قلبی کے ساتھ خدمات انجام دیتے رہے۔

خدا پرست انسانوں کے لیے جو فضیلت و شرف لازم و ملزوم ہوتا ہے، اس ضمن میں آپؑ نمونہ قرار پاسکتے ہیں (۳)۔ خداوند عالم نے ان کی دل کو وسعت دی: (۴) اور میٹھی زبان (۵) کاموں میں اصلاح کی صلاحیت، (۶) دوسروں پر احسان

۱۔ قاموس قرآن، جلد ۷، ص ۱۲۴، سورۂ نوح، آیت ۲۶ بھی آپؑ کے بارے میں ہے۔

۲۔ بحارالانوار، جلد ۱۱، ۲۸۵ تا ۳۴۲۔ ۳۔ بحارالانوار، جلد ۱۱، ص ۲۸۵ تا ۳۴۲۔

۴۔ سورۂ اعراف، آیات نمبر ۶۰، ۶۱) ۵۔ سورۂ اعراف آیات ۶۰۔ ۶۱

۶۔ سورۂ اعراف، آیات نمبر ۶۰۔ ۶۱، سورۂ ہود، آیت ۶۴۔

۷۔ سورہ صافات، آیات ص ۷۹، ۸۰۔ ۸۔ سورۂ اسراء، آیت ۳، سورۂ عنکبوت، آیت ۱۴، سورۂ نوح، آیات ۵ تا ۱۰۔

(۷) منزل تک پہنچنے کی ہمت و جرأت (۸) دوسروں کی خیر خواہی (۱) یہ وہ فضیلتیں ہیں جو خداوند متعال نے دیگر انبیاءؑ کے حضرت نوح کے لیے خصوصی طور پر عطا فرمائی ہیں، حضرت نوحؑ خداوند متعال کا بہت شکر گزار بندے تھے: عبداً شکور (۲) حضرت نوحؑ خداوند متعال کے خاص مومن بندوں میں تھے۔ "إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (۳) آپؑ ان لوگوں میں سے تھے جو خصوصی طور پر خدا کی نعمتوں سے مالا مال تھے۔ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ (۴) اور انہیں خدا نے عالمین پر فضیلت اور برتری دی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (۵) اس عظیم پیغمبر کو خداوند متعال نے خصوصیت کے ساتھ کثرت سے بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا ہے اس سے حضرت نوح کے بارے میں تین اہم نکتے نکلتے ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں۔ (۶) ا۔ حضرت نوح اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ اور آپ پر اپنی قوم کو گمراہی سے نکال کر خوشبختی کے راستے پر لانے کی بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ اس بنا پر قرآن کریم کی متعدد آیات اور مختلف روایات میں آپؑ کو اولوالعزم پیغمبر سے یاد کیا گیا ہے اس لیے آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ (۷)

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۶۲، سورۂ ہود، آیت ۳۴۔

۲۔ سورۂ اسراء، آیت ۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۱، ص ۲۹۰، مجمع البیان، جلد ۶ ص ۳۹۶۔

۳۔ سورۂ صافات، آیت ۸۱۔ ۴۔ سورۂ مریم، آیت ۵۸۔ ۵۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۳۔

۶۔ سورۂ انبیاءؑ آیت ۱۶۳ سورۂ نوح آیت ۱، سورۂ حدید آیت ۲۶ سورۂ عنکبوت، آیت ۱۴، سورۂ مومنون آیت ۲۳۔

۷۔ المیزان فی تفسیر قرآن جلد ۲، ص ۱۴۱، ۱۴۲، و قر جلد ۳، ص ۱۹۵۔

دعاؤں میں ان کی رسالت کی طرف اشارہ نہیں ہوا ہے۔ دوسرے الفاظ میں نوح رسول اللہ کے بجا۔ نوح بنی اللہ ذکر ہوا ہے۔ لوگوں کی نافرمانی اس قدر تھی کہ رسالت کے کام انجام دینے سے رہ گئے۔ اس بنا پر انہیں نبی اللہ کہا جاتا ہے، رسول اللہ نہیں کیا جاتا۔

ان تمام خصوصیات اور امتیازات کی بنا پر حضرت نوحؑ کا نام ہمیشہ باقی رہنا چاہیے ارشاد ہوتا ہے: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ....(۱)
ان کے نیک نام کو آئندہ لوگوں کے درمیان رکھ دیا گیا ہے۔ اور ان پر سلام کرنا چاہیے کیونکہ خداوند متعال نے ان پر درود و سلام بھیجا ہے (سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ نوح پر درود و سلام ہو جو تمام عالمین کے درمیان ہے۔ (۲) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت نوحؑ کا نام ہمیشہ باقی رکھنے بہترین راستہ چہاردہ معصومینؑ کی زیارات ہیں۔ (مثلاً زیارتِ وارثہ وغیرہ) یہ سلام درحقیقت زندہ انسانوں کی طرف سے ان کے نام کو زندہ رکھتا ہے اور ان پر سلام بھیجنا، ان دونوں نکتوں کو خداوند متعال نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت ان دونوں نکتوں کو چار چاند لگاتی ہے۔

آخری مطلب یہ ہے کہ کس طرح انہیں سلام کریں اور کن صفات سے انہیں یاد کریں؟

ان سوالات کے جوابات حضرت نوحؑ کی خصوصیات کے بارے میں تین نکتوں

۱۔ سورۂ صافات آیت ۷۸۔

۲۔ سورۂ صافات آیت ۷۸۔

میں بیان ہوا۔ ان نکات کی رو سے حضرت نوحؑ کو رسول اللہ، نبی اللہ اور شیخ الانبیاء اور اولوالعزم پیغمبر کہا جاتا ہے اور آپ سب سے پہلے پیغمبر ہیں جو کتاب اور شریعت رکھتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں وہ آنے والے انبیاءؑ کے باپ اور مومنوں کی نئی نسل جن کو اپنی کشتی میں جگہ دی تھی، تاکہ ان کی نسلوں کی حفاظت ہو جائے، ان کے پیغمبر ہیں۔ لہٰذا ان عظیم پیغمبر پر سلام کرنے کا مناسب ترین طریقہ یہ ہے کہ کہیں: السَّلام علیٰ نُوح نبی اللّٰہ۔

اَلسَّلامُ عَلیٰ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ خداوند متعال کی وحدانیت پر مکمل ایمان رکھنے والوں کی صفِ اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ پیغمبر جو خدا کے عاشق اور بندہ مخلص تھے اور ان کی سوچ اور فکر صاف ستھری اور روشن ہے۔ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ بہترین اور خلوص سے عبادت کرنے والے تھے، اس زمانے کے جھوٹے خداؤں اور شرک کی دلدل پر یقین رکھنے والوں کے ساتھ خوبصورت طریقے سے معاملات طے کیے کہ تمام خدا پرست اور طالبانِ حق کے لیے ایک خدا پر ایمان کامل اور ہدایت وارشاد کے ذریعے اس حقیقت کو سعادت کی روشنی میں تبدیل کرنے کا ذریعہ اور نمونہ تاریخ بنے۔ اور حضرت ابراہیمؑ اس مقام پر جا پہنچے کہ خداوند متعال نے اپنے آخری پیغمبر کو حکم دیا کہ صاف الفاظ میں کہو کہ میں دینِ حنیف (سیدھا دین)اور دین ابراہیمؑ کی پیروی کرتا ہوں۔(۱)

توحید الٰہی کے یہ بے باک رہبر و رہنما ان چار پیغمبروں میں سے ایک ہیں جن کا ذکر خصوصیت سے ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے۔ اور سلسلہ انبیاء میں سے آپؑ صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہیں۔ ان کے دور کے دوسرے انبیاء مثلاً حضرت لوطؑ آپؑ کے دین کی تبلیغ فرماتے تھے۔(۲) اور آپؑ انبیاء الٰہیؑ میں الگ گروہ کے رہبر و رہنما تھے، قرآن کریم میں ۶۹ انہتر مرتبہ آپؑ کا نام آیا ہے۔

۱۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۳، سورۂ آل عمران، آیت ۹۵، سورۂ بقرہ، آیت ۹۵۔

۲۔ منشور جاوید قرآن، جلد ۱۱، ص ۲۸۲۔

ان آیات اور متعدد روایات میں اس وحدانیتِ الٰہی کے علمبردار کی زندگی کے مختلف واقعات بیان ہوئے ہیں، جن میں اہم نکات، عبرتیں، اور فائدہ مند باتیں اثر پزیر ہیں۔ یہ اہم واقعات عاشقان الٰہی کے لیے کلام الٰہی اور معصومینؑ کے کلمات مبارکہ سے لیے گئے ہیں۔ اس جگہ اللہ کے ممتاز کردہ اور بے نظیر انسان کے اوصاف میں ایک صفت ''خلیل اللہ'' ہے کہ یہ اس اولوالعزم پیغمبر کے شائستہ ترین اوصاف میں سے ایک ہے۔

قرآن مجید میں حضرات ابراہیمؑ کی خصوصیات:

حضرت ابراہیمؑ کے واقعات میں ملتا ہے کہ جب آپ نے اس دنیا میں قدم رکھا تو ان کی ماں ستمگر حاکم کے سپاہیوں کے ڈر سے کہ کہیں وہ آپ کو قتل نہ کردیں، میدانوں اور پہاڑوں کی طرف نکل گئیں۔ اور وہیں کسی غار میں ابراہیمؑ پیدا ہوئے دودھ پلانے کے بعد آپؑ کو اسی غار میں چھپا دیا تاکہ کسی کی نظر نہ لگے اور ان کی ماں لوگوں سے چھپ چھپ کر آتیں اور اپنے جگر گوشے کو دودھ پلاتیں (۱)۔

حضرت ابراہیمؑ اس غار اور اردگرد کے ماحول میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ خداوند متعال کی جانب سے خصوصی عنایات واکرام کو آپؑ نے ملاحظہ کیا اور معرفت پروردگار حاصل کی اور قدرومنزلت کے مقام پر فائز ہوئے، (۲) وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ۔

۱۔ دائرہ معارف تشیع، جلد ۱، ص ۲۶۴۔

۲۔ سورۂ انبیاء، آیت ۵۱۔

القابات اور اوصاف:

حضرت ابراہیمؑ کو قرآن مجید میں بڑی اہمیت کے حامل القابات اور اوصاف سے نوازا گیا ہے۔

ان آیات کی رو سے وہ خدا کا شائستہ ترین بندہ ہے۔ وَإِنَّهُ فِي الآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (۱)

نیکی اور احسان کرنے والوں میں سے ہیں، سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۲)

قلب سلیم کے مالک ہیں: إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (۳)

اپنے پروردگار کے اطاعت گزار ہیں۔ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (۴)

پروردگار کے سامنے عاجزی سر جھکنے اور رونے والا۔ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتاً لِلَّهِ حَنِيفاً وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۵)

شکر گزار بندہ۔ شَاكِراً لأَنْعُمِهِ (۶)

اللہ کا سچا بندہ: إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقاً نَبِيّاً (۶)

انتہائی صبر و تحمل کرنے والا (۱۲) (إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (۷) إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ (۸)

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۰۔ ۲۔ سورۂ صافات، آیات ۱۰۹، ۱۱۰۔ ۳۔ سورۂ صافات، آیت ۸۴۔

۴۔ سورۂ صافات، آیت ۱۰۳۔ ۵۔ سورۂ نحل آیت ۱۲۰۔ ۶۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۱۔

۶۔ سورۂ مریم، آیت ۴۱ ۷ سورۂ توبہ، آیت ۱۱۴،

۸۔ سورۂ ہود، آیت ۷۵

خدا کی بارگاہ میں بہت توبہ واستغفار کرنے والا: أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ (۱)

ہمیشہ خوف الٰہی میں دھڑکنے والا دل، أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ (۲)

دین حنیف (سیدھا دین) رکھنے والا۔ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (۳)

مقام نبوت وامامت پر فائز ہونے والا۔ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً (۴)

آپؑ نے خدا کی خوشنودی کے لیے سفر اور ہجرتیں کیں۔ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ (۵) انہوں نے اپنی بیوی اور بچے کو خداوند متعال کے حکم سے لے جا کر ایک چٹیل میدان میں چھوڑ دیا اور اللہ کی ذات پر توکل کیا۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا بَلَداً آمِناً وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ ـ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ (۶) اور تن وتنہا بت پرستی، معاشرے کی خرابیوں اور غلط عقیدوں سے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے (۷)۔

آپؑ بہت مہمان نواز اور عفو ودرگزر کرنے والے تھے (۸)۔

۱۔ سورۂ ہود، آیت ۷۵۔

۲۔ سورۂ ہود، آیت ۷۵۔

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۹۵۔

۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴۔

۵۔ سورۂ صافات، آیت ۹۹، رجوع کریں: منشور جاوید قرآن، جلد ۱۱، ص ۲۵۵، ۲۱۷۔

۶۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۶، سورۂ ابراہیم، آیت ۳۷، یہ بات آپ کے خلیل ہونے کی دلیل بھی ہے۔

۷۔ سورۂ انبیاء، آیات ۵۲ تا ۵۶، سورۂ شعراء آیات ۶۹ تا ۸۲، سورۂ عنکبوت، آیات ۱۶، ۱۷، ۲۶، سورۂ زخرف، آیات ۲۶، ۲۷۔

۸۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۴۔

دن رات میں جب بھی فرصت ملتی تھی، اپنے خالق کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں شروع کرتے تھے۔ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (۱)۔

احکام الٰہی کو جاری کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے تھے اور آپؑ اہل یقین میں سے تھے۔ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (۲)۔

خلوص سے اپنے پروردگار کو یاد کرتے تھے وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ. . .(۳) خداوند متعال نے انہیں خاص طور سے طاقت و ہمت عطا کی۔ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا (۴)۔ اور انہیں اپنے چنے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں میں قرار دیا۔ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقاً نَّبِيّاً (۵)۔ اور ان پر آسمان سے کتاب اُتاری اور اس کے ذریعے سے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی حاصل ہوئی۔ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۶)۔ ایک اور بڑا کام جو حضرت ابراہیمؑ کو انجام دینے کی توفیق عطا ہوئی وہ مسلمانوں اور تمام خدا پرست لوگوں کا قبلہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہے آپؑ نے اپنے پروردگار کے حکم سے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ. . . . (۷)۔ نص قرآن کی رو سے آپؑ تنہا ایک امت تھے۔

حضرت ابراہیمؑ بہت سخت قسم کی امتحانوں میں کامیاب اور بلند مرتبے پر

۱۔ سورۂ ص، آیت ۴۶۔ ۲۔ سورۂ انعام، آیت ۷۵۔ ۳۔ سورۂ ص آیت ۴۵۔

۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۰۔ ۵۔ سورۂ مریم آیت ۴۱، سورۂ ص، آیت ۴۷، سورۂ انعام، آیت ۳۳، سورۂ بقرہ آیت ۱۲۷، اصول کافی، جلد ۱، ص ۱۷۵، مرآۃ العقول، جلد ۲، ص ۲۸۶۔

۶۔ سورۂ انعام آیت ۸۷۔

۷۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۷، سورۂ ابراہیمؑ، آیت ۳۵، سورۂ حج، آیت ۲۶۔

فائز ہوئے فَبَشَّرْنَاهُ ..... وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (۱) ۔

یہی وجہ ہے کہ بت خانے کو چھوڑ دیا اور ظلم و ستم سے کیے جانے والے فیصلوں اور بت پرستوں کو شکست فاش دینے کے لیے ان کے سامنے ہمت و جرأت کے ساتھ کھڑے ہو گئے اس کام سے آپؑ کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا بلکہ اس موقع کو بت پرستی کی تباہ کاری اور بے فائدہ و بے معنی ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا۔ بت پرستوں پر سخت ملامت کی جس کی وجہ سے انہیں نقصان اٹھانا پڑا، قَالُوا .... أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۲)۔ خداوند کریم نے ایک اور لطف ان پر کیا کہ بڑھاپے میں انہیں دو لائق اور صالح بیٹے عطا فرمائے۔ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (۳) اور نبوت و امامت کو ان کی نسل میں رکھا، وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ ... لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (۴) اور ان کے خاندان پر اپنی بے پایاں رحمت و برکات نازل فرمائیں۔ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (۵) یہی سبب ہے کہ سعادت کی بلندیاں طے کرتے ہوئے خداوند متعال کی بارگاہ میں نہایت اعلیٰ اور بلند مقام تک پہنچے، نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ (۶) معرفت اور سعادت کی اس بلندی پر پہنچ گئے کہ آسمانوں اور زمینوں کے طول و عرض اور بلندی و عمق کی اسی دنیا میں مشاہدہ کرنے لگے۔ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۷)۔

....

۱۔ سورۂ صافات، آیات ۱۰۱ تا ۱۰۸۔ ۲۔ سورۂ انبیاءؑ، آیات ۵۹ تا ۶۷، سورۂ صافات، آیات ۹۴ تا ۹۶۔

۳۔ سورۂ صافات آیت ۱۰۱۔ ۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۲۹۔ ۵۔ سورۂ ہود، آیت ۷۳۔

۶۔ سورۂ انعام، آیت ۸۳۔ ۷۔ سورۂ انعام، آیت ۷۵۔

اور کامل معرفت حاصل کی اور شاید قرآن مجید نے اسی سبب سے انہیں تنہا ایک امت قرار دیا۔ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا(۱)۔ لہٰذا خداوند متعال نے انہیں آئیڈیل کے طور پر متعارف کرایا ہے اور لوگوں کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ (۲)۔

حضرت ابراہیمؑ کے تمام القابات اور صفات میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ صفت ''خلیل اللہ'' ہے، خداوند متعال کی جانب سے یہ لقب بہترین القابات میں سے ہے۔ زیارتوں میں بھی یہ صفت بیان ہوئی ہے، من جملہ زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے ۔

خلیل اللہ:

(معنی اوّل) ''خلیل'' عربی میں سچے دوست کو کہتے ہیں (۳)۔

قرآن مجید میں لفظ خلیل انہی مضامین میں آیا ہے اور یہ کلمہ (خُلَّہ) سے نکلا ہے۔

(معنی دوم) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ممکن ہے خلیل (خَلَّہ) سے نکلا ہو اس کے معنی ہیں، حاجت مند۔

حضرت ابراہیمؑ کا خلیل اللہ ہونے میں دونوں معنی استعمال ہوئے ہیں۔

(شرح) بعض مفسرین اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خلیل اللہ خدا کے دوست کے معنی میں ہے یعنی ابراہیمؑ اللہ کا دوست ہے۔ البتہ ابراہیمؑ خلیل اللہ نے ہمیشہ

۱۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۰۔

۲۔ سورۂ ممتحنہ، آیت ۴۔

۳۔ قاموس قرآن، جلد ۱، ص ۹۶، والتحقیق فی کلمات القرآن جلد ۳، ص ۱۴۔

اپنے آپ کو خداوند متعال کا محتاج اور حاجت مند جانا ہے (۱)۔ اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا (۲) بعض مفسرین نے احتمال ظاہر کیا ہے کہ خلیل کے معنی ہیں، کسی چیز سے انکار نہ کرنے والا۔ ان کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اس معنی میں خلیل ہیں کہ ہمیشہ خود کو خداوند عالم کا محتاج و حاجت مند جانتے ہیں، مگر اصولی طور پر خلیل وہ ہے جو اپنی حاجتوں کو خدا سے طلب کرے۔ (۳)۔ اس طرح کہ وہ اپنے اعمال کو صرف اور صرف خدا کے لیے انجام دیتا ہے۔ بعض روایتوں سے دوسرے مورد کا استفادہ ہوتا ہے یعنی یہ گروہ تفسیر دوم کو درست جانتے ہیں ان میں سے ایک گروہ تفسیر اول کو صحیح مانتا ہے۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان دونوں تفسیروں اور روایات کی رو سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ صرف فرق اتنا ہے کہ ان دونکتوں میں کلمہ ''خلیل'' کے خصوصی دو معنی کی وجہ سے فرق ہے اور دو مختلف کلموں سے مشتق ہوا ہے ارشاد ہوتا ہے: وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (۴) اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ خداوند متعال نے دونوں عادتوں کو جمع کر دیا ہے۔ وہ خدا کا دوست بھی ہے، یعنی حضرت ابراہیمؑ شب و روز خدا کی یاد میں رہتے، ہمیشہ خدا سے محبت رکھتے، اور اس قدر محبت کہ ہر چیز کو من جملہ اپنی تمام ہستی کو خدا کے لیے وقف رکھتے تھے اس محبت کی شدت کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ باپ بیٹا دونوں مل کر خانہ خدا کی تعمیر کرتے ہیں اپنی بیوی اور بچے کو اللہ کی محبت میں پانی اور سبزے سے خالی ایک چٹیل میدان میں چھوڑ دیتے

۱۔ ردک، تفسیر نمونہ، جلد ۲ ص ۱۴۵۔ ۲۔ سورۂ فرقان، آیت ۲۸۔ ۳۔ تفسیر المیزان، جلد ۵، ص ۹۶۔
۴۔ سورۂ نساء، آیت ۱۲۵۔

ہیں، خدا کی راہ میں اپنے جوان بیٹے کو قربان کرنا جس کا کوئی بدل نہیں۔ پروردگار کی خوشنودی کے لیے تمام اموال کو راہ خدا میں دے دینا، یہ اور اس قسم کے دوسرے کام محبت پیغمبر خداؐ اور امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ سے اظہارِ عقیدت کی بنا پر تھا کہ آپؑ کو خلیل اللہ نام دیا گیا۔ اور زندگی کے تمام راز اور اشارے اور پوشیدہ باتوں کو خدا کے سامنے رکھ دیتے تھے اور خداوند متعال بھی حضرت ابراہیمؑ سے الفت و محبت کرتا تھا۔ اور غیبی الہامات کے پوشیدہ رازوں اور اشاروں کے ذریعے ان کی مدد فرماتا رہا۔

اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ چیز اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ خدا کے ساتھ دوستی اور دوسروں کے ساتھ دوستی رکھنے میں بہت فرق ہے خدا انسانوں کا مالک اور پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہر چیز کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے اور نابود کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور ان میں ہر قسم کا تغیر و تبدّل اور ردّ و بدل کر سکتا ہے اور ہر طرح سے اس کی گرفت میں ہے۔ اس بنا پر انسان ہمیشہ اور ہر حال میں ہر چیز کے لیے اور ہر طرف سے اس کا محتاج ہے وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ بہت سارے لوگ اس اہم نکتے سے بے خبر ہیں اور غفلت برتتے ہیں، مگر وہ لوگ مثلاً حضرت ابراہیمؑ جو خدا کے دوست ہیں اور اسی ذات سے زیادہ مانوس ہیں اور مخلصانہ خدا کو یاد کرتے ہیں، اس نکتے کی طرف متوجہ ہیں اور ہر جگہ اور زمانے میں اپنے آپ کو خدا کی رحمت و فضل کا محتاج پاتے ہیں اور اس قدر اس سلسلے میں یقین رکھتے ہیں کہ ان کا ہر عمل سے اس کا اظہار برملا ہوتا ہے

۱۔ المیزان، جلد ۵ ص ۹۴۔

پیغمبر گرامی اسلامؐ کا جب یہودیوں کے ساتھ مناظرہ ہوا تو آپ نے اس میں "خلیل" کے دونوں معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یہودی لوگ حضرت رسول خداؐ جو حضرت ابراہیمؑ کے خلیل اللہ ہونے پر یقین رکھتے تھے اس سے غلط فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اپنے باطل اور غلط عقیدوں کو ثابت کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے اس بنا پر آنحضرتؐ نے "خلیل اللہ" کے مفہوم کی اس طرح وضاحت فرمائی۔ "یہ جو ہم نے انہیں خلیل اللہ کہا ہے کہ (خُلَّۃ) (یا خَلَّۃ) کے مادے سے نکلا ہے اور "خلیل" کے معنی محتاج اور حاجت مند کے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کے محتاج تھے اور صرف اسی ذات کی طرف متوجہ تھے اور غیر خدا سے مکمل طور پر کٹے ہوئے تھے۔ اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب آپؑ کو آتش نمرود میں ڈالا جارہا تھا اور منجنیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا اس وقت خداوند عالم نے جبرائیل امینؑ کو بھیجا اور فرمایا جلدی سے جاؤ اور میرے بندے ابراہیم کی مدد کرو۔ جبرائیل امینؑ آئے اور کہا خداوند متعال نے مجھے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے! جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: خدا میرے لیے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے (تیری مدد کا محتاج نہیں ہوں) (حسبی اللّٰہ وَ نِعمَ الوَکیل) اس ذات کے علاوہ کسی سے کوئی مدد نہیں چاہیے اور اس کے علاوہ کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ اس وجہ سے خدا نے انہیں خلیل کہا۔

اگر اول معنی خلیل "خُلَّۃ" سے لیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خفیہ باتوں یا کاموں سے آگاہ ہو گئے ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں۔ پس اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند متعال نے خود سے مربوط کاموں سے حضرت ابراہیمؑ

کو آگاہی دی ہے۔للدکی اس سے مراد احضرت آدمؑ نہیں ہیں (۱)۔

اگر ابراہیمؑ دوسروں سے مکمل طور پر قطع تعلق نہ کریں تو کیا خدا کے خلیل نہیں ہوں گے اور اگر اللہ کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ نہ ہوں تو کیا خدا کے خلیل نہیں بنیں گے (۲)۔

جیسا کہ اس روایت میں آیا ہے کہ خلیل کو دونوں معنوں میں لیا جا سکتا ہے ان دونوں میں فرق نہیں ہے حقیقت میں اگر کوئی اللہ کا دوست ہو اور خدا نے بھی اسے دوستی کی بنا پر چنا ہو اور خدا کو خالق اور رازق اور تمام مخلوقات پر مکمل گرفت اور تمام مسائل کا حل کرنے والا صرف اللہ ہی جانتا ہو ایسا بندہ مکمل طور پر خدا کی طرف حاجت مند ہے۔ پھر وہ غیر خدا سے اپنا رابطہ قطع کر کے پروردگار سے جوڑ لیتا ہے۔

اس بنا پر وہ لوگ جو خدا کے دوست ہیں اور خود کو مکمل طور پر اسی ذات کے محتاج پاتے ہیں چونکہ تمام لوگ اللہ کے محتاج ہیں یعنی خداوند متعال نے سب کو اپنا محتاج پیدا کیا ہے مگر کسی کو دوستی کا خطاب دے کر نہیں چنا ہے، اس بارے میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: خداوند متعال نے ابراہیمؑ کو جو خلیل اور دوست کہہ کر منتخب کیا ہے وہ ان کی دوستی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ اپنے پروردگار کے بہترین بندے تھے اور ہمیشہ خدا کی خوشنودی کے لیے کوشش کرنے والے تھے۔ (۲)

۱۔ بلکہ یہودیوں کے اعتراض کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خلیل کو حضرت آدمؑ کی مانند جانتے ہیں۔

۲۔ الاحتجاج، ص ۱۹، نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۵۴، بحار الانوار، جلد ۹، ص ۲۶۰۔

۳۔ تفسیر نمونہ، جلد ۴، ص ۱۶۴، نقل از مجمع البیان۔

بعض ہم عصر مفسرین کہتے ہیں کہ ''خلیل'' دوستی کے معنی میں آتا ہے اور یہی صحیح ہے، اور دوسرے معنیٰ میں نہیں استعمال ہوسکتا۔ کیونکہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو (خلیل) کا اہم مقام و مرتبہ دیا یہ دوستی کے معنیٰ میں آتا ہے اور صحیح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ خدا کے دوست کے طور پر منتخب ہوئے ہیں۔ لیکن اگر حاجت مند کے معنیٰ میں تو تمام موجودات خدا کے محتاج اور حاجت مند ہیں یہ معنیٰ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں رکھتے (۱)۔ اس حصے کے آخر میں حضرت ابراہیمؑ کے ''خلیل'' ہونے کے بارے میں علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں اس طرح بیان کیا ہے کہ آیہ (وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا) یعنی خداوند عالم نے ابراہیمؑ کو اپنے دوستوں میں قرار دیا۔ ابراہیمؑ اس معنی میں خدا کے دوست ہیں کہ وہ خدا کے دوستوں سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے تھے اور ابراہیمؑ کے ساتھ خدا کی دوستی کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب بھی کوئی انہیں اذیت دینا چاہتا تھا تو خدا ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ جیسا کہ نمرود نے آپؑ کو آگ میں پھینکا تو خداوند متعال نے آپؑ کی مدد فرمادی (۲) اور کتاب مرآۃ العقول میں اس طرح آیا ہے کہ ''خلیل'' وہ ہے، جو اپنے دل کو خدا کے علاوہ تمام چیزوں سے خالی کردے اور ہر چیز سے زیادہ اسے چاہے۔

تمام نبیوں کی تمنا رہی ہے کہ اس بلند مقام تک رسائی ہوجائے۔ (۳)

حضرت ابراہیمؑ کو خلیل کا لقب کس نے دیا؟

۱۔ تفسیر نمونہ، جلد ۴، ص ۱۴۶، نقل از مجمع البیان۔ ۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۲۔

۳۔ مرآۃ العقول، جلد ۲، ص ۲۸۴۔

قرآن مجید میں خداوند متعال فرماتا ہے۔(ومن احسن دیناً ۔۔ آخر آیہ)(۱)

''اوراس شخص سے بہتر دین میں کون ہوگا جونیکوکار بھی ہواورابراہیمؑ کے طریقے پر چلتا ہواوراللہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہواوراللہ نے ابراہیمؑ کواپنا دوست بنالیا''

اس آیۂ مجیدہ کی رو سے خداوند متعال نے ابراہیمؑ کوخلیل کا لقب دیا ہے مگر کچھ مفسرین کے نزدیک رسول اللہؐ کی روایتوں (۲) جبرئیل امینؑ (۳) عزرائیل (۴) اور اللہ کے دوسرے فرشتے (۵)اورحضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۶)حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ مانتے ہیں۔یہودیوں سے پیغمبراکرمؐ کا مناظرہ کہ رسول اللہؐ کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کا ''خلیل اللہ'' ہونااس قدرروشن اورصاف تھا کہ یہودی اس کلمے یعنی ''خلیل اللہ'' کے غلط استعمال پر بضد تھے(۷)۔

کیوں ابرہیمؑ خلیل اللہ ہوئے؟

حضرت ابراہیمؑ کس طرح ''خلیل اللہ'' کے مقام پر پہنچے؟کس وجہ سے انہیں یہ منزلت عطا ہوئی؟روایات کی تحقیق سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو بلند مقام حاصل ہونے کی دلیل اورسبب بے شمارروایات ہیں۔ان میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں۔

....

۱۔سورۂ نساء آیت ۱۲۵۔ ۲۔الاحتجاج،ص۱۹،تفسیر نورالثقلین،جلد۱،۵۵۴۔

۳۔بحارالانوار،جلد۱۲ص۱۳اور۵۔

۴۔کافی،جلد۱ص۱۷۵۔

۵۔بحارالانوار،جلد۱ص۳۳۔

۶۔بحاالانوار،ج۱،ص۳۱۔

۷۔بحارالانوار،جلد۱ص۳۱۔

۱۔ بہت اور طولانی سجدے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خداوند متعال نے حضرت ابراہیمؑ کو اس لیے اپنا دوست بنایا کہ آپؑ زمین پر اللہ کے لیے بہت سجدہ کیا کرتے تھے۔(۱)

۲۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلواۃ:

حضرت امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں: خداوند متعال نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست اس لیے قرار دیا کیونکہ آپؑ محمدؐ و آل محمدؐ پر بہت زیادہ دُرود بھیجتے تھے(۲)

۳۔ لوگوں کو کھانا دینا اور نماز تہجد پڑھنا:

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خداؐ سے سنا: آپؐ نے فرمایا خداوند عالم نے ابراہیمؑ کو اس بنا پر اپنا دوست قرار دیا کہ آپؑ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور جب رات ہوتی تھی سب لوگ سو جاتے تھے تو آپؑ نماز تہجد پڑھتے تھے(۳)

۴۔ لوگوں سے دوستی اور عدم احتیاج:

حضرت امام رضا سے نقل ہوا ہے کہ خداوند عالم نے ابراہیمؑ کو اس لیے اپنا دوست بنایا کہ آپؑ نے کبھی کسی سائل سے منہ نہیں موڑا اور خدا کے علاوہ کسی سے کبھی

۱۔ خود حضرت ابراہیمؑ نے بارہا خداوند متعال کو ''خلیل'' یعنی اپنا دوست کہہ کے پکارا ہے،
تفسیر قمی، ذیل آیۂ سورۂ نساء، آیت ۱۲۵، بحار الانوار، جلد ۱۲ ص ۹، ۱۱۔ تفسیر نو الثقلین، جلد ۱ ص ۵۵۴، ۵۵۵ نقل از اصول کافی۔

۲۔ علل الشرائع، ص ۳۴، بحار الانوار جلد ۱۲، ص ۴، تفسیر نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۵۴، ۵۵۵۔

۳۔ علل الشرائع، ص ۳۴ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۴۔

کوئی چیز نہیں مانگی (۱)۔

خدا سے دوستی کے کمالات

حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا لقب اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہوا۔ اس عظیم پیغمبر نے خدا کی یکتا پرستی کو آشکار کرنے کی راہ میں دشمنان دین کے ساتھ مقابلہ اور بڑی جدو جہد کی ہے۔

اس بنا پر آپؑ کو خداوند عالم نے یہ مقام عنایت فرمایا ہے۔ البتہ اس مقام کو حاصل کرنا جس طرح آسان نہیں ہے اسی طرح اس بلند مقام کی حفاظت اتنی ہی مشکل اور سخت ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے متعلق معلومات بہت کم ہیں ہمارے پاس اس بارے میں صرف وہ روایات ہیں جو چہاردہ معصومینؑ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ان روایات کی روشنی میں خدا کے ساتھ ابراہیمؑ کی محبت و دوستی پسندیدہ ہے کہ جب انہیں آگ میں ڈالا گیا اور آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، جبرئیل امینؑ جلدی سے آئے اور مدد کرنے کا اظہار کیا، ابراہیمؑ نے جواب میں فرمایا: میں تیری مدد کا محتاج نہیں ہوں میرے لیے خدا کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (۲) آپؑ نے جب خواب میں دیکھا کہ اسماعیلؑ جیسا نوجوان بیٹا ذبح کر رہا ہوں، تو اسے حکم الٰہی سمجھ کر شوق سے ذبح میں کام آنے والے آلات کو فراہم کیا اور چاقو ہاتھ میں لے کر اسماعیلؑ کے گلے پر زور سے چلایا تا کہ دوست کی محبت میں جوان بیٹے کا سر تن سے جدا کریں۔

۱۔ علل الشرائع، ص ۳۴، بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۴۔ ۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۵ اور ۳۹۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جبرائیل امینؑ فرشتوں کے الگ گروہ کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے گھر آئے۔ ابراہیمؑ نے ان کے لیے ایک بچھڑا ذبح کیا اور پکا کر ان کے آگے رکھا(۱)۔

اور ان سے کھانے کی خواہش کی تو جبرائیلؑ نے کہا۔ جب تک کھانے کی قیمت نہیں بتائیں گے ہم نہیں کھائیں گے۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا: قیمت یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے "بسم اللہ" کہو یعنی میرے محبوب کے نام سے شروع اور جب کھانا ختم کریں تو "الحمد للہ رب العالمین" کہیں اور شکر ادا کریں۔ جبرائیل امینؑ نے اپنے دوستوں کی طرف دیکھا اور کہا(حقّ للّٰہ ان یتخذ ھذا خلیلاً (۲) ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی داڑھی میں جب سفید بال دیکھا تو خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا: تمام عالمین کے پروردگار کے لیے تعریف سزاوار ہے جس نے ہمیں اس عمر تک پہنچایا، اس حال میں کہ ایک لحظہ بھی گناہ میں مبتلا نہیں ہوا۔ (۳) حضرت ابراہیمؑ ذکر و شکر اور توبہ و استغفار اور ہمیشہ دوست کی بارگاہ میں دعا گو اور گریہ وزاری کے ساتھ راز و نیاز کرنے والے تھے۔ (۴)

اسی بنا پر خداوند متعال نے آپؑ کو "خلیل اللہ" لقب دینے کے بعد مقام امامت پر فائز کر دیا۔ (۵)

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۲، ص ۵۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۵۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۸۔

۴۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۱۲۔ ۵۔ سورۂ بقرہ، آیہ ۱۲۴، اصول کافی، جلد ۱، ص ۱۷۵۔

خلاصہ یہ کہ آپؑ خدا کے اولوالعزم پیغمبر تھے خدا نے بہت بڑی نعمتیں اور خصوصی القابات سے نوازا ان تمام القابات میں سے خلیل اللہ یا خلیل الرحمٰن مشہور ہوئے۔

یہی وہ تمام فضیلتیں تھیں کہ جس وجہ سے خداوند متعال نے فرمایا:(و تـرکـنـا علیه فِی الآخرِین ، سَلامٌ علٰی اِبراھِیمؑ)

ہم ان کے نیک نام ہمیشہ دوسروں کے لیے رکھیں گے اور ابراہیمؑ پر ہمارا سلام ہو۔(۱)

اس عظیم پیغمبرؑ کو ہم کس طرح یاد اور سلام کریں زیارتِ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں اس طرح آیا ہے (اَلسَّلامُ عَلٰی اِبْرَاھِیمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ)

۱۔سورہ صافات،آیات ۱۰۹۔۱۱۰۔

اَلسَّلامُ عَلٰی مُوسیٰ کَلِیمِ اللّٰہِ

حضرت موسیٰ بن عمرانؑ جنہیں عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ''کلیم اللہ'' بھی کہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے بعد اولوالعزم پیغمبروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ایسی شان وشوکت والے نبی کہ جن کا مبارک نام تاریخ انبیاءؑ میں ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔

حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کی زندگی اونچ نیچ، غموں اور ناقابل برداشت زحمتوں، کوششوں اور برائیوں کے مقابلے میں قیام، غلط رسومات، ظلم وستم، اور مال و دولت والوں سے مقابلے سے پر نظر آتی ہے۔

قرآن کریم اور معصومینؑ کی روایتوں میں حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے مختلف حصوں کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے کہ جب آپؑ پیدا ہوئے تو آپؑ کی والدہ کا بچے کی جدائی میں پریشان ہونا اور خداوند کریم سے اس کی نجات کی امید کے ساتھ بچے کو دریائے نیل میں ڈالنے کے واقعے سے لے کر راتوں رات اپنی جان کی حفاظت کی خاطر تنہا مدائن کا سفر اختیار کرنا، وہاں دس سال قیام کرنے کے بعد آپؑ دوبارہ مصر واپس ہونا۔ واپسی کے دوران راستے میں حیرت انگیز واقعات پیش آئے جن کے نتیجے میں آپؑ مقام نبوت ورسالت پر فائز ہوئے اور یہاں تک کہ جب آپؑ مصر واپس ہوئے اور فرعون اور فرعونیوں کے ظلم وستم کے سامنے چٹان بن کھڑے ہو گئے، اور سختیوں، مصیبتوں کے مقابل اس قیام کو درست جانا اور صحیح کامیابی تک دل وجان سے اس پر قائم رہے۔

آپؑ اور آپؑ کے ماننے والوں کا فرعون اور ان کے ماننے والوں کے

ساتھ مقابلہ، اور مصر سے نکل کر سینا کے صحرا میں اترنا اور وہاں بنی اسرائیل کی چالیس سال کی سرگردانی، اور قوم کی طرف سے مختلف بہانہ گیری آسمان سے ان کے لیے کھانے آنا، اور ان کی طرف سے دستورات اور قانون کی خلاف ورزی کے بہت سارے واقعات جو قرآن مجید اور چہاردہ معصومینؑ کی گفتگو میں آئے ہیں۔ ان سب واقعات میں ایک بہت اہم نکتہ حضرت موسیٰ کا پروردگار عالم ساتھ طور کی پہاڑی پر ملاقات کا وقت ہے۔ کہ انہوں نے وہاں پروردگار کی نشانی کی خوبصورتی کا مشاہدہ کیا۔ ان کی حضرت خضرؑ سے ملاقات اس بارے میں بہت سارے مطالب ہیں ہر ایک کی تفصیل کے لیے کافی وقت صرف کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی آیات، حضرت موسیٰؑ سے متعلق واقعات اور آپؑ سے مربوط مطالب کے ساتھ مختص ہیں۔ اور یہ آیات ۳۴ سوروں میں آئی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا نام قرآن مجید میں ۱۳۶ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ (۱) ان کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے: وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (۲) میں نے تجھے اپنے لیے بنایا ہے اور چنا ہے۔ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى (۳) میں نے تجھے چنا ہے پس جو کچھ وحی ہوتی ہے اسے سن لے۔

آیات و روایات کی جستجو سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک بلند ہمت، قلبی وسعت رکھنے والے اللہ کے بندے اور نبی تھے۔ آپ نے اپنے بھائی ہارونؑ کے ساتھ مل کر اپنی رسالت کی ذمے داریوں کو بخوبی انجام دیا۔

۱۔ منشور جاوید قرآن کریم۔ جلد ۱۲ اص ۲۴، قاموس قرآن، جلد ۶ ص ۳۰۴۔

۲۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۴۱۔ ۳۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۱۳۔

ان کی زندگی کے واقعات میں، ان کے بھائی ہارون، فرعون، ہامان، سامری، مومن آل فرعون اور آسیہ زنِ فرعون کا تذکرہ حضرت موسیٰ سے مربوط ہے۔

حضرت موسیٰ کا "کلیم اللہ" ہونا دوسرے انبیاءؑ کی نسبت بہت بڑا امتیاز ہے۔

موسیٰ کلیم اللہ

خداوند متعال قرآن مجید میں جہاں ان انبیاءؑ کے ناموں کی طرف اشارہ کرتا ہے جن پر وحی ہوئی ہے، تو وہاں حضرت موسیٰؑ کو بھی یاد کرتا ہے اور دوسرے انبیاء کی نسبت ان کا مقام بلند ہے اور ان سے خدا نے براہ راست گفتگو کی ہے:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيماً (۱)

اے رسول ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی اور جس طرح ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ و عیسیٰؑ و ایوبؑ و یونسؑ و ہارونؑ و سلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ اور بہت سارے رسولوں کا حال ہم تمہیں پہلے ہی بتا چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسول ہیں جن کا حال تم سے بیان نہیں کیا اور خدا نے موسیٰؑ سے

۱۔ سورہ نساء، آیات ۱۶۳، ۱۶۴۔

باتیں بھی کیں۔(۱)

ان دو آیتوں کی تشریحات سے چند نکات سامنے آتا ہے۔

نکتۂ اوّل: حضرت موسیٰ کا کلیم اللہ ہونا خداوند متعال کی جانب سے ان کے لیے بڑا امتیاز ہے اور دوسرے پیغمبروں کی نسبت حضرت موسیٰؑ کا مقام و منزلت خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔(۲) بحارالانوار میں ابی جعفرؑ سے اس طرح بیان ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت موسیٰؑ کو جو مقام ملا ہے وہ انبیاءؑ کے بلند ترین مقامات میں سے ہے۔فرمایا: میری مراد یہ ہے کہ انہوں نے خدا کے ساتھ کسی واسطے اور کسی مبلّغ کے بغیر گفتگو کی اور سنی۔

نکتۂ دوّم: قرآن مجید کی ان آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے براہ راست کسی واسطے کے بغیر ان سے بات کی۔کیونکہ پہلی آیت میں خدا نے فرمایا ''ہم نے وحی کر دی'' مگر دوسری آیت میں گفتگو کرنے کا انداز ایک دم بدل گیا ہے۔وہاں ''ہم'' کی جگہ اپنا اسم مبارک ''اللہ'' آیا ہے ''وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا''فعل یہاں اس لیے بدلا ہے کہ یہ سمجھ میں آجائے کہ خدا نے خود موسیٰؑ سے بات کی ہے اور خدا و موسیٰؑ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔(۳)

چنانچہ بحارالانوار، جلد۳، ص۲۳ میں آیہ شریفہ کی تفسیر میں آیا ہے کہ ابی جعفر علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔تفسیر ابوالفتوح رازی، جلد۶، ص۱۸۱۔

۲۔مجمع البیان، جلد۳، ص۱۰۳۔تفسیر راہنما، جلد۴، ۱۷۷، بحارالانوار، جلد۱۳، ص۲۳۔

۳۔مجمع البیان ص۱۰۳۔تفسیر راہنما، جلد۴، ص۱۷۷، روض الجنان (تفسیر ابوالفتوح) جلد۶ ص۱۹۶۔

(اَیْ اَنَّ تَکَلَّمَ لَکَ هُوَ اللّٰهُ مَالِكُ الْعَالَمِیْنَ) تم سے ہم کلام وہ اللہ ہوا جو تمام عالمین (دیناو آخرت) کا مالک ہے۔

نکتۂ سوّم: دوسری آیت میں حضرت موسیٰؑ کا نام دوسرے پیغمبروں سے الگ آیا ہے اور دوسرے پیغمبروں کی نسبت خداوند متعال نے موسیٰؑ کے ساتھ دلچسپ اور خوبصورت انداز میں تاکید کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔ اور یہ بات حضرت موسیٰؑ کی عزت ومقام کی بلندی کی طرف اشارہ کرتی ہے (۱)

نکتۂ چہارم: آیۂ مبارکہ کی شان نزول پر غور فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کی گفتگو، وحی کی اقسام میں سے ایک قسم تھی (۲)

چنانچہ جملہ ''وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسیٰ تَکْلِیْماً'' دوسرے جملے ''اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ'' پر عطف ہے: یہی وجہ ہے کہ موسیٰؑ پیغمبروں کے ساتھ خداوند متعال کی گفتگو وحی الٰہی میں شمار ہوتی ہے۔ اور کسی واسطے کے بغیر خدا سے بات کرنا وحی کی اقسام میں سے بہترین وحی شمار ہوتی ہے۔ (۳)

اس آیۂ کریمہ میں اور سورۂ مریم آیت ۵۲ اور سورۂ نازعات آیت ۱۵ میں خدا نے صرف حضرت موسیٰؑ سے گفتگو کی ہے۔ اس بارے میں کوئی زمان کسی مکان کی طرف اشارہ نہیں ہوا ہے کہ یہ گفتگو کہاں ہوئی ہے سوائے اس کہ سورۂ مریم میں طور کی پہاڑی کے دائیں جانب وحی نازل ہونے کی جگہ کی طرف اشارہ ہوا ہے

۱۔ روض الجنان۔ تفسیر ابوالفتوح رازی جلد ۶ ص ۱۹۶، بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۲۳، مجمع البیان، جلد ۱۳، ص ۱۰۳

۲۔ مجمع البیان، جلد ۱۳، ص ۱۰۳، تفسیر المیزان، جلد ۵، ص ۱۴۰۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۲۳، امام محمد باقرؑ سے نقل ہوا ہے۔

وَنَادَيْنَاهُ مِن جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا "(۱) اور ہم نے ان کو طور کی پہاڑی کے داہنی طرف سے آواز دی اور ہم نے انہیں (موسیٰؑ) کو راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لیے اپنے قریب بلایا۔"

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ابن عباسؓ کہتے ہیں: خداوند متعال نے موسیٰؑ کو اپنے قریب کیا اور ان سے گفتگو فرمائی۔(۲) لیکن سورۂ قصص اور سورۂ طٰہٰ میں خدا کا موسیٰؑ کے ساتھ بات کرنے زمان و مکان کے بارے میں کسی حد تک بیان ہوا ہے۔

ان آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ گفتگو جو خداوند متعال اور موسیٰؑ درمیان ہوئی ہے یہ حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے تیسرے دور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

آپؑ کی زندگی کا پہلا دور ولادت سے لے کر مدائن کی طرف مہاجرت تک ہے اور آپ کی زندگی کا دوسرا دور آپ کی مصر کی طرف واپسی، کیونکہ خاندان کے تمام افراد آپ کے لیے بہت فکر مند تھے، ان سب کو دیکھنے کے لیے جانا تھا، اور کیونکہ موسیٰؑ ان کی زندگی کی امید تھے۔

مدائن میں دس سال چرواہی حضرت موسیٰؑ کے لیے گویا تسلیم و رضا سیکھنے کا ایک مکمل کورس تھا۔ تا کہ بعد میں مشکل ترین ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے انجام دے سکیں اور مال و دولت والوں کے مکر و فریب اور جھوٹوں کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور بے گناہ انسانوں کو فرعون کے ظلم و ستم سے آزاد کرنے کے

....

۱۔ سورۂ مریم، آیت ۵۲۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۳۔

لیے سختیوں اور مصیبتوں کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس کے لیے انہوں نے مدائن کو چھوڑا اور مصر کا ارادہ کیا۔

کہتے ہیں کہ مدائن اور مصر کا درمیان فاصلہ آٹھ پڑاؤ ہے اور ہر پڑاؤ کو آپؑ چوبیس گھنٹے میں طے کرتے تھے۔ (۱)

سردیوں کی ایک ٹھنڈی رات تھی جس میں بجلی کی گرج چمک اور ہوا کے ساتھ بارش بھی ہو رہی تھی ان کی زوجہ حاملہ تھیں ان میں بچہ پیدا ہونے کے آثار نظر آنا شروع ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ نے لوہا اور پتھر اٹھایا تا کہ آگ مہیا کریں اور زوجہ کی مدد کریں مگر ان کی کوشش کام نہ آئی، لوہے اور پتھر مارتے رہے لیکن ایک چنگاری بھی نہیں نکلی موسیٰؑ نے پتھر اور لوہے کو غصے سے دور پھینک دیا۔ اس پتھر اور لوہے نے حکم خدا سے بلند آواز میں کہا: اے موسیٰؑ ہم خدا کے حکم کے بغیر آگ نہیں نکالتے اور آج کی رات عالم میں جتنی بھی آگ ہے اللہ نے بجھا دی ہے۔

دوسری طرف سے جانوروں کے ریوڑ پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور بھیڑوں کو تتر بتر کیا۔ (۲)

حضرت موسیٰؑ حیران و پریشان تھے اتنے میں آپؑ نے اپنی بائیں طرف کافی دور آگ کو دیکھا بیوی بچوں سے کہا تم یہیں رہو میں نے وہاں آگ دیکھی ہے (۳) میں جاتا ہوں اور آگ لے آتا ہوں (۳) یا شاید وہاں کوئی مل جائے اور آگ اور پانی حاصل کرنے کے سلسلے میں ہماری رہنمائی کرے۔ (۴)

۱۔ منشور جاوید قرآن، جلد ۱۲ ص ۶۱۔ ۲۔ کشف الاسرار، جلد ۱۶، ص ۱۰۱۔

۳۔ سورۂ طہٰ، آیت ۱۰ ۴۔ سورۂ طہٰ آیت ۱۰۔

حضرت موسیٰؑ اس آگ کی طرف چلے۔ جب آپؑ وہاں پہنچے تو ایک درخت کو دیکھا کہ وہ بلند اور سبز ہے جس میں اوپر سے نیچے تک نور ہے اور آگ لگی ہوئی ہے، یہ ایک ایسی آگ تھی جو سفید تھی اور دھوئیں کے بغیر تھی۔ اور ہر شاخ جب آگ پکڑتی تو وہ اور سبز اور تازہ ہو جاتا تھا۔ موسیٰ حیران اور خوف زدہ ہو گئے اتنے میں اس درخت کی طرف سے آواز آئی۔ (۱) " انّی انا ربّك فاخلع نعليك انّك بالوادی المقدّس طوی) میں تمہارا پروردگار ہوں اپنی جوتی کو اتار دو، تم طویٰ مقدس وادی میں کھڑے ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جیسے ہی موسیٰؑ طور کی پہاڑی پر پہنچے اور نورانی سرسبز درخت کو دیکھا اس درخت نے انہیں کیسے آواز دی: امیر المومنین حضرت علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں: موسیٰؑ ایک ایسے میدان سے جا رہے تھے جہاں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا بیوی بچے بھی ان کے ساتھ تھے تیز اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی کہ موسیٰؑ نے آگ دیکھی اور اس کی طرف چلے گئے جب اس کے نزدیک پہنچے اور آگ لینی چاہی تو آگ چل کر ان کی طرف آئی، حضرت موسیٰؑ ڈر گئے اور واپس ہوئے آگ پھر اپنی جگہ پر واپس گئی موسیٰؑ نے بھی یہ محسوس کیا کہ آگ اپنی جگہ پر واپس گئی ہے، پس دوسری مرتبہ آگ کے پاس گئے آگ پھر ان کی طرف آئی موسیٰؑ پھر ڈر گئے واپس ہوئے مگر تیسری مرتبہ جب آگ ان کی طرف آئی تو وہ نہیں ڈرے اور واپس نہیں ہوئے یہی وقت تھا کہ خداوند متعال نے موسیٰؑ کو آواز دی کہ (اے موسیٰؑ میں تیرا

....

۱۔ مجمع البیان، جلد ۷، ص ۵، روض الجنان سے اقتباس، جلد ۱۳، ص ۱۳۲، کشف الاسرار، جلد ۱۶، ص ۱۰۲

خدا ہوں) موسیٰؑ نے کہا: اس ادّعا کی کیا دلیل ہے؟ خداوند متعال نے فرمایا: تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ موسیٰؑ نے کہا: یہ میرا عصا ہے۔ خداوند نے فرمایا: اسے زمین پر ذرا پھینک دو، موسیٰؑ نے عصا کو زمین پر ڈال دیا تو وہ سانپ میں تبدیل ہو گیا اسے دیکھ کر موسیٰؑ ڈر گئے اور واپس بھاگے۔ خدا نے موسیٰؑ کو آواز دی فرمایا: موسیٰؑ کہاں بھاگے جاتے ہو نہ ڈرو، اپنے عصا کو اٹھاؤ! تم ان لوگوں کے گروہ میں سے ہو جو امان الٰہی میں ہیں (۱)۔

بہر حال موسیٰؑ نے طور کی پہاڑی پر خدا سے گفتگو کی۔ قرآن مجید کی آیات کے مطابق خداوند متعال نے فرمایا: (میں عالمین کا پروردگار ہوں) (انی انا اللہ رب العالمین (۲) (اور میں تیرا پروردگار ہوں) (انی انا ربک) (۳) پس اپنی جوتی اتارو کیونکہ تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔ میں نے تمہیں اپنے لیے چنا ہے پس جو کچھ وحی ہوگی اُسے خوب اچھی طرح سن لو (۴)

میں خدا ہوں میرے علاوہ کوئی خدا نہیں میری عبادت کرو اور میرے لیے نماز قائم کرو۔ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (۵)

قیامت آنے والی ہے میں اسے چھپا کے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر انسان جیسی کوشش کرتا ہے اسے اس کا بدلہ دیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص اسے دل سے نہیں مانتا اور

۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم، جلد۲، بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۳۰۔

۲۔ سورۂ قصص، آیت ۳۱۔ ۳۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۳۔

۴۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۴۔

۵۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۴۔

اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے پڑا ہے وہ تمہیں اس سے روک دے تم تباہ ہو جاؤ گے۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (۱)

خداوند متعال نے موسیٰؑ کو دو معجزے (۱) معجز نما عصا (۲) ید بیضا (ہاتھ کا سفید ہونا) دیئے اور انہیں حکم دیا کہ مصر واپس جا کر سرکش فرعون کو راہ راست پر لائیں ،اذھبا الیٰ فرعون انه طغی (۲) اور بنی اسرائیل کو نافرمان اور سرکش فرعونیوں کے شر سے نجات دینے کے لیے کوشش کریں۔

حضرت موسیٰؑ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خداوند متعال سے چند درخواستیں کیں:

الف: انہوں نے خدا سے دعا کی کہ پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دے اور صبر و تحمل عطا فرما: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي (۳) تا کہ سختیوں اور مصیبتوں کا خندہ پیشانی اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے۔

ب: اور کام کی بہتری میرے لیے آسان ہو جائے (۴)

ج: موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی پروردگار امیری زبان کی گرہوں کو کھول دے (۵) تا کہ سننے والے میرے بات جلدی سمجھ سکیں اور قبول کریں۔

د: پروردگار امیرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا کر بھیج دے وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي (۶) خداوند متعال نے موسیٰؑ کی دعائیں قبول فرمائیں اور

۱۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۴۔ ۲۔ سورۂ طٰہٰ، آیات ۴۳، ۴۶۔ ۳۔ سورۂ طٰہٰ، آیات ۲۶، تا ۲۸۔

۴۔ سورۂ طٰہٰ، آیات ۲۶، تا ۲۸۔ ۵۔ سورۂ طٰہٰ، آیات ۲۶، تا ۲۸۔ ۶۔ سورۂ طٰہٰ، آیات، ۲۹ تا ۳۵۔

انہیں مصر کی طرف جانے کا حکم دیا بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم اور موسیٰ کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس میں انسانوں اور دیگر مخلوقات کی طرح باتیں نہیں ہوئیں کہ اس میں منہ کھولا گیا ہو اور زبان کو حرکت دی گئی ہو (۱)۔ بلکہ خدا کی موسیٰؑ کے ساتھ گفتگو درخت سے نکلنے والی آواز کے ذریعے سنی گئی۔ اور اگر دوسرے لوگ بھی وہاں ہوتے تو وہ بھی خدا اور موسیٰؑ کے درمیان ہونے والی گفتگو ضرور سنتے۔

خداوند متعال اور موسیٰؑ کے درمیان یہ گفتگو تین دن تک ہوتی رہی اور خدا کی موسیٰؑ کے ساتھ اس دوران ایک لاکھ چوبیس ہزار کلمات پر مشتمل گفتگو تھی۔ (۲)

حضرت موسیٰؑ کیوں کر کلیم اللہ ہوئے؟

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ موسیٰؑ کا کلیم اللہ ہونا ان کے لیے خدا کی جانب سے بلند ترین مقامات میں سے ایک ہے جو خصوصی طور پر آپ کو عطا ہوا۔ اس کے بعد ہی نبوت و رسالت کا دور شروع ہوتا ہے جنہوں نے آپؑ کی روح پر ہمیشہ قائم رہنے والے عظیم اثرات مرتب کیے۔

ان چیزوں نے ان کی زندگی اور تقدیر کے درمیان جدائی ڈال دی پس موسیٰؑ اس عظیم کامیابی سے ہم کنار ہوئے بعض روایتوں کے مطابق موسیٰؑ خداوند متعال کے سامنے عجز و انکساری سے بہت سجدے کرنے والے تھے وہ اپنے خالق کے سامنے چہرے کی پیشانی اور دائیں بائیں طرف کو خاک پر رکھ نماز ادا کرتے اور عاجزی سے

۱۔ نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۷۵۔

۲۔ نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۷۵۔ تفسیر راہنما، جلد ۴۴، ص ۱۸۷۔

جھکتے اور اسی حالت میں پروردگار عالم سے راز و نیاز کی باتیں فرماتے۔ اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ: امامؑ نے فرمایا ''خداوند متعال نے تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) روز تک موسیٰؑ پر وحی نہیں بھیجی، حضرت موسیٰؑ رات کے وقت اریحا (شام کا ایک شہر) کی پہاڑی جاتے اور خدا سے یوں کلام کرتے کہ پروردگارا! اگر بنی اسرائیل کے گناہوں کی وجہ سے مجھ پر وحی نہیں بھیج رہا ہے تو میں تجھ سے بندوں کو بخشائے جانے کا واسطہ دیتا ہوں انہیں معاف کردے، امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اس وقت خداوند متعال نے ان پر وحی کی اور فرمایا: اے موسیٰؑ ابن عمران، کیا تو جانتا ہے کہ میں نے اپنی مخلوقات میں سے تجھے بات کرنے اور وحی کرنے کے لیے چنا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: پروردگارا! میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ فرمایا: اے موسیٰؑ، میں نے کلیم اللہ ہونے اور وحی کرنے کے لیے تجھ کو اس لیے چنا کہ اپنی مخلوقات میں سے تجھ سے زیادہ عجز و انکساری کرنے والا کوئی نہیں ملا۔ امامؑ نے فرمایا: موسیٰؑ جب نماز پڑھتے تھے تو خدا کے حضور سجدے میں گر کر چہرے کو دائیں بائیں رکھ کر انتہائی عاجزی سے راز و نیاز کی باتیں کرتے تب نماز سے فارغ ہوتے۔ (۱)

حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ تھے خداوند متعال نے خصوصی طور پر اس عظیم پیغمبر سے گفتگو فرمائی آپؑ کے علاوہ کسی پیغمبر پر اس طرح وحی نہیں بھیجی (۲) آپؑ خداوند متعال سے خصوصی گفتگو کرنے اور وحی لینے کے لیے

۱۔ بحار الانوار، جلد، ص ۸، حدیث ۹۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۶۷ تا ۹۹، ص ۲۹۵ تا ۳۲۲۔

ایک خاص مقام یعنی کوہ طور پر جاتے تھے، جب بھی اس مقدس وادی میں جاتے خدا سے ہم کلام ہوتے اور بعض اوقات بعض بندگان خدا کے عرائض کو پروردگار تک پہنچاتے۔ اور خدا کا جواب واپس آ کر انہیں دیتے تھے۔ پیغمبری پر فائز ہونے سے پہلے ان کی زبان کا کچھ حصہ جل گیا تھا جب آپؑ نے دعا کی اور خدا سے درخواست کی کہ میری زبان کی گرہوں کو کھول دے "وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي" اس دعا سے یہ مشکل حل ہوگئی اور اس قدر شیریں اور پیاری آواز میں گفتگو فرماتے کہ سننے والوں کے دل میں گہرا اثر پیدا ہو جاتا تھا۔ اور آپ ایسی دلنشین آواز میں بات کرتے تھے کہ سننے والے سنتے ہی رہ جاتے تھے۔ (۱)

موسیٰؑ اور ہارون پر سلام ہی سلام ہو:

موسیٰؑ اپنے دور کے وہ مرد اور جری انسان تھے کہ جنہوں نے اپنے زمانے کے سرکش اور دولت کے گھمنڈ میں مست ظلم و زیادتی کرنے والوں سے ایسا مقابلہ کیا کہ تاریخ میں حق کے طلب گاروں کے لیے نمونہ بن گئے بالآخر آپ کو کوہ طور اور وادی مقدس میں جا کر خدا سے کلام کرنے کا عظیم شرف اور افتخار حاصل ہوا۔ موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارون کے نام ہمیشہ تاریخ میں زندہ رہیں گے۔ (۲) تمام حق کے طلب گاروں اور مومنوں پر سلام ہو اور ہم نے موسیٰ و ہارون پر بہت سے احسان کیے اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو مصیبت سے نجات دی اور فرعون کے مقابلے میں ہم نے ان کی مدد کی تو یہی لوگ غالب رہے اور ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۶۷ تا ۹۹، ص ۲۹۵ تا ۳۲۲۔

۲۔ سورۂ صافات ۱۱۴۔ ۱۱۹۔

توریت عطا کی ان دونوں کوسیدھی راہ کی ہدایت فرمائی ۔ بعد میں آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔السّلامُ علٰی موسیٰ و ھارُون۔موسیٰ اور ہارون پر سلام ہی سلام ہو۔(۱)

جب موسیؑ پر سلام بھیجنا چاہیں تو عظمت کی بلندیوں کو یاد کریں اور ان پر سلام بھیجیں بالخصوص ان کے کلیم اللہ ہونے کی بزرگی کو نہ بھولیں اور کہیں (السّلام علی موسیٰ کلیم اللہ)(۲)۔

۱۔۳۔سورۂ صافات، آیت ۱۲۰۔

۲۔بحارالانوار۔جلد ۱۰۲، ص ۲۶۶۔زیارت نامہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا۔

السَّلامُ عَلیٰ عِیسیٰ رُوحِ اللّٰهِ

حضرت عیسیٰؑ انبیاء عظام میں سے اولوالعزم اور بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں۔ خداوند متعال نے قرآن مجید میں ان کا اور ان کی والدہ معظّمہ کی زندگی کو بہت اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ ان کا اسم مبارک قرآن کریم میں ۳۶ مرتبہ، ۲۵ مرتبہ عیسیٰ کے نام سے اور ۱۱ مرتبہ مسیح کے نام سے ذکر ہوا ہے۔ قرآن عظیم کی نگاہ میں عیسیٰ متعدد فضیلتوں کے مالک ہیں اس کی شرح کے لیے زیادہ وقت درکار ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

ہم یہاں فہرست کے طور پر حضرت عیسیٰ کی خاص خاص فضیلتیں بیان کرتے ہیں:

وہ اللہ کا بندہ ہے۔(۱)۔

وہ اللہ کے نبی ہیں۔(۲)۔

وہ اللہ کے رسول ہیں۔(۳)۔

وہ روح اللہ ہیں۔(۴)

وہ حکم خدا ہے۔ خداوند متعال انہیں اپنے مقرب بندوں میں شمار فرماتا ہے اور دنیا و آخرت میں عزت داروں میں ہیں۔(۵)

آپ کو صالح نیک بندوں میں شمار فرماتا ہے۔(۶)

برگزیدہ، مصطفیٰ۔(۷)

۱۔سورۂ مریم آیت ۳۰۔ ۲۔سورۂ مریم آیت ۳۰۔ ۳۔سورۂ نساء، آیت ۱۷۱۔

۴۔سورۂ نساء، آیت ۱۷۱۔ ۵۔سورۂ آل عمران، آیت ۴۵۔ ۶۔سورۂ آل عمران، آیت ۴۵۔

۷۔سورۂ مریم آیت ۳۰ انعام، آیت ۸۷۔

مجتبیٰ۔(۱)

لوگوں کے لیے ایک ایسی نشانی ہے جس کے لیے خداوند عالم روح القدس کے ساتھ تائید فرماتا ہے اور خداوند متعال نے انہیں انجیل عطا کیا۔(۲)

کتاب وحکمت کی اسے تعلیم دی گئی۔ بنی اسرائیل کے لیے پسندیدہ ترین شخصیت قرار دیا۔قرآن مجید میں لقب بعنوان مسیح بہت مرتبہ آیا ہے۔وہ قیامت کے دن لوگوں کے اعمال دیکھنے والوں میں سے ہیں (۳)

یہی سبب ہے کہ وہ امام ہیں۔(۴)

پاکیزہ ہے۔(۵)

خداوند متعال نے انہیں اپنی والدہ سے نیکی کرنے کی توفیق دی۔(۶)

قرآن مجید میں،(۷)اور زیارات میں (۸) جو عیسیٰ، روح اللہ کہا گیا ہے۔

یہ عزت واحترام والے القاب خداوند عالم نے انہیں دیے ۔خداوند متعال کا ارشاد ہے :یا اھل الکتاب ــــــــــ (۹)"اے اہل کتاب اپنے مذہب میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کی نسبت حق سے کچھ نہ کہو! بے شک عیسیٰ مسیح مریمؑ کے بیٹے

۱۔سورۂ آل عمران، آیت ۸۵، ۸۷۔ ۲۔سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۰۔

۳۔سورۂ نساء آیت ۱۷۱۔ ۴۔سورۂ احزاب، آیت ۷۔

۵۔سورۂ مریم آیت ۳۳۔

۶۔سورۂ مریم، آیت ۳۲۔

۷۔سورۂ نساء، آیت ۱۷۱۔

۸۔اصول کافی جلد ۱، ص ۱۳۳۔ بحار الانوار جلد ۴ص ۱۱، ۱۵۔

۹۔سورۂ نساء آیت ۱۷۱۔

ہیں اور خدا کے پیغمبر اور اس کا حکم (کلمہ) ہیں، اسے ہم نے مریمؑ کی طرف بھیجا اور وہ خدا کی طرف سے ایک جان ہے پس خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ''

آیتوں، روایتوں اور زیارتوں کی شرح اور تفصیلات سے یہ معلوم کہ ''روح اللہ'' کا، لقب حضرت عیسیٰؑ کی ممتاز صفات اور پسندیدہ خصوصیات میں سے ہے اور ان کے دیگر القاب اور خصوصیات ہر ایک اپنی جگہ پر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

آیتوں میں رُوح اللہ کا مفہوم:

عربی لغت میں ''روح'' ظہور کے معنیٰ اور لطیف کام کے جاری کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے(۱)

عرفی اعتبار سے جسم کے مقابلے میں روح ہے(۲) اور قرآن مجید میں اگر چہ یہ کلمہ ۲۱ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔

روح سے مراد انسان اور فرشتہ وغیرہ بھی ہے۔(۳) ان سے ایک استعمال کی جگہ میں انسان ہے جو عام معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ اور ایک حضرت عیسیٰؑ کے لیے بطور خاص ذکر ہوا ہے۔ خداوند متعال اس بارے میں فرماتا ہے: ثمّ سوّاه ونفخ فی روحه۔ (۴) اور ارشاد ہوتا ہے''فاذا سویته ونفخت فیه من روحی'(۵)۔ حضرت مریمؑ کے بارے میں یعنی دوسرے الفاظ میں حضرت عیسیٰؑ سے متعلق فرماتا ہے۔ والّذی احصنت.........(۶) اور اس خاتون

۱۔ التحقیق فی کلمات القرآن، جلد،ص ۲۲۳۔ ۲۔ قاموس قرآن، جلد ۱،ص ۱۳۵۔
۳۔ قاموس قرآن جلد ۳ ص ۴۔ ۴۔ سورۂ سجدہ، آیت ۹۔ ۵۔ سورۂ حجرات آیت ۲۹۔
۶۔ سورۂ انبیاء آیت ۹۱۔

(مریمؑ) کو یاد کرو! کہ انہوں نے اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کی، پس ہم نے اپنی روح ان پر دم کردی، اور مریمؑ اور اس کے بیٹے کو عالمین کے لیے نشانی قرار دیا۔ دوسرے جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ (۱) ''خداوند متعال اہل ایمان کے لیے حضرت مریمؑ دختر عمران کی مثال دیتا ہے کہ اس نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی تو ہم نے اپنی روح میں سے ان میں پھونکا اور وہ اپنے پروردگار کے کلمات اور اس کی کتابوں کو مانتی اور اللہ کی فرمانبردار تھیں۔ ان دو آیتوں سے حضرت عیسیٰؑ کی رحم مادر میں خلقت کی طرف اشارہ ملتا ہے، علامہ طباطبائی نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند متعال ایک روح کو انسانوں میں قرار دیتا ہے کہ جب رحم مادر میں نطفہ منعقد ہونے کے بعد شکل و صورت کے خصوصی مراحل سے گزر کر پیدائش کے مرحلے میں داخل ہوتا ہے، مگر اس روح کو غیر محسوس طریقے سے اللہ نے حضرت عیسیٰؑ میں پھونک دیا۔ چونکہ حضرت مریمؑ شادی شدہ نہیں تھیں ان کی عصمت وعفت پاک تھی اور کسی مرد نے چھوا تک نہ تھا۔ اور خداوند متعال نے عام طریقے سے ہٹ کر روح اور زندگی کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کو ان کی ماں کے رحم میں پھونکا اور حضرت عیسیٰؑ اس طریقے سے دنیا میں تشریف لائے۔ (۲) حقیقت یہ ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا (کن فیکون) اور تنہا ارادہ پروردگار سے

۱۔ سورۂ تحریم، آیت ۱۲۔

۲۔ المیزان، جلد ۱۴، ص ۳۲۷ اور جلد ۵، ص ۱۴۹۔

عیسیٰؑ کی خلقت ہوئی اور روح الٰہی رحم مادر میں پھونکی گئی۔

دوسرے الفاظ میں قیامت، عالم برزخ اور انسانی روح کے بارے میں آنے والی آیتوں سے پتا چلتا ہے کہ انسان میں ایک روحی پہلو اور ایک معنوی پہلو موجود ہے جسے خداوند عالم نے قرار دیا ہے اور یہ مرنے کے بعد بھی باقی رہے گا خداوند متعال فرماتا ہے: ''و نفخت فیہ من روحی '' یہ اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ روح ہر انسان میں ہے مگر قرآن مجید میں خصوصی طور پر حضرت آدمؑ اور عیسیٰؑ کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ اسی طرح سابقہ دو آیتوں میں روح الٰہی کے رحم مریمؑ میں پھونکنے کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے اور سورۃ نساء میں مزید صراحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ روح خدا ہے(۱)

اور یہ وہی راز الٰہی ہے کہ جس کی حقیقت تک کوئی بشر نہیں پہنچ سکتا، آیۂ کریمہ میں روح کے معنٰی کے بارے میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے بہر حال اس روح سے مراد یا وہی روح ہے جو آیۂ مجیدہ میں ذکر ہوئی ہے یعنی خدا کا حکم ہے یا اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ بِهِ اِلَّاقَلِیْلاً (۲)

روایتوں میں روح اللہ کا مفہوم:

معصومینؑ سے منقول ہے کہ ''روح اللہ'' سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں

ایک معتبر روایت میں علامہ کلینیؒ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے۔

احول راوی کہتا ہے: میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے

۱۔ المیزان، جلد ۴ ص ۳۲۷، جلد ۵، ص ۱۴۹۔

۲۔ سورۂ اسراء، آیت ۸۵۔

حضرت آدمؑ میں پھونکی جانے والی روح کے بارے میں پوچھا: فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیہِ مِن رُّوحی۔ امامؑ نے جواب میں فرمایا: حضرت آدمؑ میں جو روح پھونکی گئی ہے یہ وہی روح ہے جو حضرت عیسیٰؑ میں ہے اور یہ روح مخلوق خدا ہے(۱)

ثعلبہ بن حمران کی روایت کے مطابق وہ کہتا ہے: حضرت امام جعفر صادقؑ سے میں نے اس آیۂ شریفہ کے معنٰی پوچھے: انّما المَسیحُ عیسیٰ بنَ مَریمَ .... روح منه (۲) امام نے اس کے جواب میں فرمایا: یہ وہی روح ہے جو مخلوق خدا ہے جس سے آدمؑ و عیسیٰؑ کو خلق فرمایا گیا۔ (۳) بعض روایتوں کے مطابق اللہ نے اس روح کو حضرت عیسیٰؑ میں پیدا کیا یا اپنی قدرت و حکمت کے رازوں میں سے ایک راز بنا کر پیدا کیا۔ (۴) یعنی خداوند متعال چاہتا ہے کہ آدمؑ و عیسیٰؑ کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی قدرت اور حکمت کو بھی پہچنوائے۔

دوسری روایت میں اس بارے میں یوں آیا ہے: حضرت آدمؑ و عیسیٰؑ کی روح دونوں مخلوق خدا ہیں کہ ان دونوں کو خداوند متعال نے دوسری مخلوقات میں منتخب کیا ہے۔ یہ روایت اور اس جیسی روایتوں کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ میں جو روح ہے یہ درست ہے کہ خداوند متعال نے اسے اپنی طرف نسبت دی ہے اور روح خدا کے نام سے یاد کیا ہے۔ مگر یہ مخلوق خدا ہے اور ذات پروردگار سے جدا اور مختلف ہے

....

۱۔ اصول کافی، جلد ۱ ص ۱۳۳، بحار الانوار، جلد ۴، ص ۱۳۔

۲۔ سورۂ نساء، آیت ۱۷۱۔

۳۔ سورۂ نساء، آیت ۱۷۱۔

۴۔ بحار الانوار، جلد ۴، ص ۱۲ حدیث ۴۔

کچھ روایات میں وضاحت کے لیے مزید مثالیں دی ہیں جیسے کہ بیت اللہ کو خدا کا گھر کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ واقعی طور پر خدا کا کوئی گھر ہے بلکہ یہ خدا کی ایک مخلوق ہے لیکن خدا نے اسے منتخب کیا اور مخصوص نشانیاں اور پاکیزگی بھی عطا کی ہے۔ خانۂ کعبہ کو اپنی نسبت دے کر خدا نے اپنا گھر کہا ہے (۱) عیسیٰؑ روح اللہ کی مثال بھی اسی طرح ہے ایک روح اللہ ہے جو دوسری ارواح کی طرح مخلوق خدا ہے۔ اس کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

پہلی خصوصیت: ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے (۲) اور پروردگار کے ارادے سے مریمؑ کے پاک رحم میں وجود میں آئے۔ (۳)۔

دوسری خصوصیت: غیر شادی شدہ ماں (باکرہ) سے دنیا میں آئے جسے کسی مرد نے چھوا تک نہیں (۴)۔

تیسری خصوصیت: بہت کم مدت میں اور غیر محسوس طریقے سے پیدا ہوئے۔ (۵)

چوتھی خصوصیت: جب اس زمین پر قدم رکھا ابھی آپ دودھ پیتے بچے تھے کہ آپؑ نے گہوارے میں لوگوں سے گفتگو کی۔ کہ میں اللہ کا بندہ اور صاحب کتاب آسمانی اور اللہ کا پیغمبر ہوں (۶) ان چار خصوصی نکات کی بنا پر عیسیٰؑ کو خداوند متعال نے روح اللہ کہا۔

۱۔ اصول کافی، جلد ۲ ۱۳۲، بحار الانوار، جلد ۴ ص ۱۱، ۱۵۔

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۵۹، ۴۷۔

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۷، سورۂ مریمؑ ۔ ۲۰۔

۴۔ سورۂ مریمؑ، آیت ۱۶۔ ۳۴۔   ۵۔ بحار الانوار، جلد ۱۴، ص ۲۲۳، ص ۲۲۹۔

۶۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۷۔ سورۂ مریمؑ ۔ آیت ۳۰، ۳۴۔

شیعہ دانشوروں کے نزدیک روح اللہ کے معانی:

علامہ مجلسیؒ ''روح اللہ'' کے معنی کے بارے میں مزید روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

مسلمان دانشوروں میں روح اللہ کے مفہوم اور حضرت عیسیٰؑ کا روح اللہ نام ہونے کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا روح اللہ کیوں نام رکھا گیا۔ اس بارے میں چند نظریات ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

(۱): انہیں اس لیے روح اللہ کہتے ہیں کہ جبرائیلؑ نے خدا کے حکم سے پھونکا تھا یہی پھونکنا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ متولد ہوئے یہی سبب ہے انہیں روح خدا کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ خداوند متعال نے عظمت عیسیٰؑ کی وجہ سے خود سے نسبت دے کر روح اللہ کا لقب دیا ہے، جس طرح روزہ رکھنے کی فضیلت کے بارے میں خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''روزہ میرے لیے ہے اور روزے کا صلہ میں خود دوں گا۔ (۱)

(۲): حضرت عیسیٰؑ سے روح اللہ اس لیے مختص ہو گیا ہے کہ عیسیٰؑ ایک ایسی روح کی طرح ہیں کہ جسے ایک بے جان جسم میں پھونکا جاتا ہے اور اس بے جان میں جان آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیم مردہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ زندہ رہنے والی روح کو پھونک کر دوبارہ زندہ کر دیا۔

(۳): عیسیٰؑ روح اللہ وہ عظیم انسان ہیں جن کا کوئی بدل اور نظیر نہیں کیونکہ آپؑ کی پیدائش میں نطفے کا انعقاد کسی مباشرت یا نزدیکی سے نہیں ہوا بلکہ خداوند متعال نے

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۴ص ۸۔ ۱۵۔

غیر معمولی طریقے سے انہیں حضرت مریم کے پاک رحم میں پیدا کیا۔

(۴) عیسیٰؑ خدا کی روح ہیں، یعنی اللہ کی رحمت ہے۔

(۵) حضرت عیسیٰؑ کو روح اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ خداوند متعال نے ان کی روح کو رحم پاک مریمؑ میں پھونکا اور معجزانہ طور پر وجود حضرت عیسیٰؑ کو اس مقدس جگہ میں قرار دیا اور اس طرح ان کو پیدا کیا۔

(۶) عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے اس زاویے سے آپ شبیہ روح تھے کہ مرنے والوں کے جسم میں زندگی عطا کرتے تھے اس بنا پر انہیں روح کہا جاتا ہے۔(۱)

حضرتِ عیسیٰؑ پر سلام ہو

عیسیٰ روح اللہ ، خدا کا ایک کلمہ ہے اور ایک پاک و پاکیزہ اور باعصمت خاتون حضرت مریم کے فرزند ہیں، جو اپنے زمانے کی تمام عورتوں میں بہترین اور افضل ترین خاتون تھیں، اور ان کا نام ہمیشہ باقی رہے گا ان پر خدا کا سلام و دُرُود ہو جن کے لیے کہا گیا: وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (۲)۔

پس ان پر سلام بھیجیں اور ان کی مقام و منزلت کا احترام کیا جائے۔ حضرت معصومہ کی زیارت میں بھی ان پر سلام بھیجا گیا ہے اور ان پر روح اللہ کہہ کر سلام بھیجے جاتے ہیں (السَّلام علی عیسیٰ رُوح اللہ) ۔

۱۔ بحار الانوار، جلد ۲۳، ۱۲،۷ ۲۔ سورۂ مریم۔ آیہ ۳۳۔

السَّلامُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت میں پانچ عظیم پیغمبروں پر سلام بھیجنے کے بعد، پیغمبروں اور رسولوں کے سردار حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ مگر جب سلام بھیجنے کی باری آپؐ تک پہنچتی ہے تو سلام کا انداز بدل جاتا ہے۔ دوسرے انبیاءؑ کا صرف نام لے کر اُن پر سلام کیا جاتا ہے مگر آپؐ کو رسول اللہؐ کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے اور پانچ بڑے رسولوں میں سے ہر ایک کو صرف ایک صفت سے یاد کیا گیا ہے جبکہ رسول خداؐ کے لیے مختلف اوصاف کے ذریعے سلام کیا گیا ہے۔ ان تعبیروں کی روشنی میں رسول خداؐ کی دوسرے انبیاءؑ پر فضیلت اور بلند مقام و مرتبہ واضح ہوجاتا ہے۔ اس زیارت نامے میں آپؐ کو خصوصیت کے ساتھ اہمیت دی گئی ہے۔ یہاں مناسب ہے کہ وہ اوصاف جو اس زیارت نامے میں آئے ہیں اُن کے مفاہیم پر تحقیق کرنے سے پہلے ''سلام'' کے معنی کی تحقیق کریں۔ اگرچہ اس کی توضیح زیارت نامے کے شروع میں دی گئی ہے، لیکن نام اور صفات پیغمبر اکرمؐ کو اس حصے میں بطور تبرک ذکر کیا گیا ہے۔

سلام کی خصوصیات

عربی زبان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت، سلام ہے اور ''سلّم'' کا مصدر ہے، لغت کے محققین نے کہا ہے کہ ''تسلیم'' کا اسم مصدر ہے۔(۱) اور اس کے معنی عیب، حرص، دکھ، رنج

۱۔ مصباح المنیر، ۲۸۶، اقرب الموارد، جلد ۱، ص ۵۳۶، ۔التحقیق فی کلمات القرآن، جلد ۵، ص ۱۹۲۔ قاموس القرآن، جلد ۳، ص ۲۹۶۔

کا نہ ہونا اور آفت و آسیب سے دُوری ہے۔

آیاتِ قرآنی کے مطابق مومنین بغیر کسی سختی اور مشکل کے جنت میں داخل ہوں گے۔ "سَلَامٌ عَلَیْکُمْ لَمْ یَدْخُلُوهَا "(۱) جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئی "بَرْداً وَسَلَاماً عَلَی إِبْرَاهِیمَ "(۲) آگ نے انہیں نہیں جلایا اس میں حرارت نہ تھی، نہ کوئی رنج و سختی۔ "یَهْدِی بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ "(۳) سلام کے ذریعے خداوند عالم نے انجام کار کی طرف ہدایت فرمائی "لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ "(۴) سلام یعنی ایسا گھر یا محل جو ہر آفت و بلا سے پاک و خالص اور صاف ہو، اسی لیے سلام کے معنی مصیبتوں، عیبوں اور بلاؤں سے دوری ہے۔ مشکلات، مصیبتوں اور بلاؤں کی قسمیں ہیں۔ جب ہم کسی کو سلام کرتے ہیں تو حقیقت میں ہم نے اُن کے لیے دعا کی ہے اور خداوند متعال سے ان کے لیے بلاؤں اور مصیبتوں سے سلامتی طلب کی ہے، چونکہ یہ سلام و دُرود خداوند متعال کی طرف سے بابرکت، پاک و دلنشین ہے اس بنا پر یہ ہدیہ اور مبارکباد بھی ہے "فَسَلِّمُوا عَلَی أَنفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَیِّبَةً "(۵) اور یہ ان پر ہے کہ جن پر خداوند متعال کی جانب سے سلام کیا گیا۔

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۴۶۔

۲۔ سورۂ انبیاءؑ، آیت ۶۹۔

۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۶۔

۴۔ سورہ انعام، آیت ۱۲۷۔

۵۔ سورۂ نور، آیت ۶۱۔

بلکہ ایسا سلام جو مبارک اور پاکیزہ ہے۔ قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کے لیے حکم ہوتا ہے کہ جب مومنین تمہارے پاس آئیں تو آپؐ انہیں سلام کریں۔ اور کہیں ''سلام علیکم'' (۱) جب اللہ کے فرشتے اس دنیا میں مومنین کی قبض روح کے ذریعے ان کی زندگی ختم کرنا چاہتے ہیں تو پہلے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ''سلام علیکم'' (۲)۔

جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ خداوند عالم حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ پر سلام کرتا ہے اور مختلف زیارتوں میں جب ہم ''السّلام علیك یا رسول اللّٰه'' پڑھتے ہیں تو رسول خداؐ اور آئمہ طاہرینؑ کی عظمت سمجھ میں آتی ہے۔ یہ جملہ ایک جامع معنی رکھتا ہے، اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ خدا کا فرشتوں، پیغمبروں، نیکو کاروں، زمین و آسمان کے مومنوں، علاقہ مندوں اور تمہارے زائرین پر سلام ہو، ایسا سلام جو جامع اور تمام اقسام کے سلاموں کا معنیٰ اور مفہوم رکھتا ہو اور ایسا سلام جو ہر زمانے میں پایا جاتا ہو۔ اس بات کی طرف توجہ رہے کہ یہ سلام صرف زبانی اور لفظی نہیں ہے۔ بلکہ اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ جس طرح سلام کرنے والا خداوند متعال سے انواع و اقسام کی سلامتی، پاکیزگی اور صحت یابی چاہتا ہے تو یقیناً خداوند عالم انہیں عنایت بھی کرتا ہے۔

بعض زیارتوں میں سلام کے بارے میں تفصیل سے بیان ہوا ہے اور اس میں جو نکات ہیں وہ شرح کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ (۳)

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۵۴۔ ۲۔ سورۂ رعد، آیت ۲۴، سورۂ نحل، آیت ۳۲۔

۳۔ مفاتیح الجنان، ہفتے کے دن رسول خداؐ، حضرت عباسؑ کی زیارت، زیارت آل یاسین وغیرہ۔

مثال کے طور پر حضرت رسول خداؐ کی زیارت میں آیا ہے کہ خدایا! اپنے تمام سلاموں، برکتوں، اچھائیوں، مبارکبادیوں، اور پیغمبروں، فرشتوں، نیکوکاروں اوراہل زمین و آسمان، تمام تسبیح کرنے والوں کے سلام و دُرود کو اپنے پیغمبر خاتم حضرت محمدؐ پر نازل فرما۔(۱) کچھ تفصیلی اور کچھ مختصر زیارتوں میں فقط "السلام علیکم" آیا ہے اسی مختصر جملے میں تمام معنی پوشیدہ ہیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ سلام کرتے وقت کوشش کرے کہ اپنے سر کو نیچے کر کے حضورِ قلب کے ساتھ زیارت کے جملوں کے معنی یاد کرتے ہوئے معصومین علیہم السلام پر سلام کریں۔

رسول خداؐ پر سلام ہو (السلام علیك یا رسول الله)

اس سے قبل اشارہ ہوا کہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت میں جب زیارت کرتے کرتے زیارت رسول خداؐ تک پہنچتے ہیں تو آپؐ کی زیارت میں چار تبدیلیاں پائی جاتی ہیں۔

۱) زیارت کے طریقے اور انداز میں تبدیلی ہوئی ہے اور غائب کا صیغہ حاضر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسول خداؐ بہت باعظمت ہیں اور بہت ممتاز مقام اور مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور گویا اسی جگہ موجود ہیں، جبکہ ظاہری اعتبار سے دور سے یعنی حضرت معصومہؑ کے حرم سے آپؐ کو سلام کرتے ہیں۔ اس سے سلام کرنے والے اور رسول خداؐ میں فاصلہ کم ہو کر معنوی اعتبار سے قربت حاصل ہو جاتی ہے۔

۱۔ مفاتیح الجنان، زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲)دیگر پیغمبروں پر سلام کرتے وقت اُن کا نام لیا جاتا ہے(۱)مگر پیغمبرؐ پر سلام بھیجتے وقت(السلام علیك یا رسول اللّٰہؐ) سے شروع کرتے ہیں اوراسی طرح کلامِ خدا میں انبیاءؑ کواُن کے نام کے ساتھ پکارا گیا ہے۔پیغمبراکرمؐ کو جب بھی پکارا تو مختلف صفات کے ساتھ،وہ بھی صفات بدل بدل کر پکارا۔کبھی یا ایھاالرسولؐ ،یا ایھا النبیؐ ، کبھی یا ایھا المزملؐ،کبھی یا ایھا المدّثر ،کبھی طٰہٰ،کبھی یٰسین کہہ کر مخاطب ہوا ہے۔آپؐ کو نام کے ساتھ کبھی نہیں پُکارا ہے۔خداوند متعال امت اسلامی سے بھی یہی چاہتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کو عام آدمی کی طرح آواز مت دو"لَا تَجعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَینَکُم کَدُعَاءِ بَعضِکُم بَعضاً" (۲)جس طرح تم لوگ ایک دوسرے کوآواز دیتے ہواس طرح رسول اکرمؐ کومت پکارو،انہیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ اپنی آواز کوپیغمبراکرمؐ کی آواز پر بلند نہ کرو۔ان کے ساتھ بات کرتے وقت ادب سے بات کرو۔عام آدمی کی طرح اان سے بات نہ کرو"یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَرفَعُوا أَصوَاتَکُم فَوقَ صَوتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجهَرُوا لَهُ بِالقَولِ کَجَهرِ بَعضِکُم لِبَعضٍ" (۴)اے ایمانداروں :اپنی آواز کوپیغمبرکی آواز پر بلند نہ کرو،جس طرح تم ایک دوسرے سے زورزور سے بات کرتے ہورسول اللہؐ کے ساتھ اس طرح بات مت کروکہیں ایسا نہ ہو بے خبری میں تمھارے اعمال تباہ ہو جائیں۔

۱۔قرآن مجید میں خداوند عالم نے پیغمبروں کوان کے نام کے ساتھ پکارا ہے"یَا آدَمُ"(سورۂ بقرہ،آیت ۳۵)یَا نُوح۔(سورۂ ھود،آیت ۴۶)یاموسیٰ(سورۂ قصص،آیت ۳۱۔سورۂ مائدہ،آیت ۱۱۶)۔

۲۔سورۂ نور،آیت ۶۳۔ ۴۔سورۂ حجرات،آیت ۲۔

اِن آیات کے مطابق مومنین کو پیغمبر اکرمؐ کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے ادب سے پیش آنا چاہیے اور آنحضرتؐ پر کس طرح سلام کریں اور آپؐ سے کس طرح گفتگو کریں، غور کرنا چاہیے۔ دوسری آیت میں آنحضرتؐ سے بات کرنے کے آداب کے بارے میں رعایت کرتے ہوئے تقویٰ و پرہیز گاری کی نشاندہی ہوئی ہے۔ ''إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ''(۱) جولوگ رسول خداؐ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیز گاری کے لیے جانچ لیا ہے اور انہی کے لیے بڑا اجر اور بخشش ہے۔ خلاصہ یہ کہ پیغمبران الٰہی علیہم السلام پر سلام کرنے کے لیے آداب کی مراعات لازم ہے مگر مسلمانوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ پر سلام کے وقت السلام علیك یا رسول اللہؐ کہہ کر سلام کریں۔ پیغمبر اکرمؐ متعدد اور مختلف صفات کے مالک ہیں (۲)۔

مگر جب آپؐ پر سلام بھیجا جاتا ہے تو سلام کا آغاز رسول خداؐ کی صفت سے ہوتا ہے۔ غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس صفت کا انتخاب اس وجہ سے ہے کہ اُن کی رسالت ہمیشہ کے لیے ہے اور ہر زمانے اور ہر نسل کے لیے ہے (وما ارسلناك ــــ نذیراً (۳) اُن کا دین تمام ادیان اور آسمانی کتابوں کو منسوخ

۱۔ سورہ حجرات، آیت ۳۔

۲۔ مفاتح الجنان، ہفتے کے روز حضرت رسول خداؐ کی زیارت۔ بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۹۰، جلد ۲۷، ص ۱۲۹، جلد ۲۶، ص ۳۴۹، جلد ۱۴، ص ۲۱۹۔ ۳۔ سورہ سبا، آیت ۲۸۔

کرنے والا ہے۔اس لیے تمام ادیان کے لیے ضروری ہے کے جوق در جوق آپؐ کی اطاعت کرتے ہوئے آپؐ کے دین میں داخل ہو جائیں۔ اس بارے میں کوئی بھی استثناء نہیں ہے۔اسی بنا پر زیارتوں اور روایتوں میں آپؐ کو سید الانبیاء والمرسلینؐ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور آپؐ تا قیامت جامع اور کامل ترین آسمانی کتاب اور دین مبین لانے والے ہیں۔یہی سبب ہے آپؐ روز قیامت تمام انبیاءؑ اور اُن کی اُمتوں پر گواہ ہیں۔فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاءِ شَهِيدًا(۱)۔

رسول خداؐ پر سلام بھیجنے میں اور دوسرے پیغمبروں پر سلام بھیجنے میں فرق واضح ہے کہ اس زیارت نامے میں چار مرتبہ رسول خداؐ پر سلام بھیجا گیا ہے۔حالانکہ دوسرے پیغمبروں پر صرف ایک مرتبہ سلام بھیجا گیا۔اس زیارت نامے میں دوسرے پیغمبروں کی ایک ایک صفت آئی ہے اور رسول خدا کی چار خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بلکہ آپؐ کے والد گرامی کے نام کا آنحضرتؐ کے اسم مبارک کے ساتھ اضافہ کیا گیا ہے۔اس زیارت نامے میں پیغمبر اکرمؐ کی متعدد صفات اور آپ پر متعدد سلام آنحضرتؐ کی بلندی اور منزلت اور دوسرے پیغمبروں کے درمیان رسول خداؐ کی عظمت و سربلندی اور مقام و مرتبے کو بیان کرتی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی صفات کے بارے میں مختصر تشریح یوں ہے:

۱۔سورۂ نساء آیت ۴۱۔

(۱) رسول اللہ

تمام یا اکثر مسلمان کسی حد تک اپنے ذہنوں میں ''رسول اللہؐ'' کے معنی اور مفہوم کو رکھتے ہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول خدا وہ ہستی ہیں جنہیں خداوند متعال نے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے۔ حضرت محمد بن عبداللہؐ کے رسول اور نبی ہونے پر اعتقاد رکھنا اور اس رسول کا خاتم الانبیاءؐ قرار دینا خدا کا عظیم امر ہے۔

رسول، عربی میں ایک ایسا کلمہ ہے جس کے معنی ہیں بھیجا ہوا، اور لوگوں کے درمیان پیغام الٰہی پہنچانے والا۔ قرآن مجید میں کسی خاص قرینے کی ضرورت کے بغیر بھیجے ہوئے اور پیغام رساں کے معنی میں ہیں۔(۱)

دانش مندوں کی اصطلاح میں وہ شخص مراد ہے جو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہو اور پیغام رسانی کی ذمے داری بھی اُٹھائے (۲)۔ بہترین پیغام وہ ہے جو وحی الٰہی سے لیا گیا ہے (۳) رسول اور نبی میں جو فرق ہے اس کے بارے میں پہلے شرح دی گئی ہے (۴) بطور خلاصہ اہلبیتؑ سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں، ان روایات سے استفادہ ہے کہ (۵) رسالت کا مقام، نبوت کے مقام سے بلند ہے۔

۱۔ قاموس القرآن، جلد ۳، ص ۹۱۔

۲۔ الحدود محمد بن الحسینی نیشاپوری، ص ۸۵، والحدود والحقائق للقاضی اشرف الدین صاعد البریر، ص ۲۸۔

۳۔ اصول عقائد راہنما شناسی، ص ۱۶۔

۴۔ اصول عقائد، راہنما شناسی، ص ۱۶ ار ک: کتاب وحی و افعال گفتاری، علی رضا قائمی نیا۔

۵۔ الاصول من الکافی، جلد ۱، ص ۱۷۶: مرآۃ العقول، جلد ۲، ص ۲۸۹۔

اور نبی وہ ہے جسے ہر جگہ بھیجا جاتا ہے، اور اسے قاصد بھی کہا جاتا ہے مگر رسول کے معنی پیغام لانے والا اور خدا کی جانب سے خصوصی طور پر بھیجا گیا ہے۔ بہت سی روایتوں میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں انبیاء کا سردار ہوں اور تمام وصیوں کا وصی ہوں (۱)

(۲) ''خیر خلق اللہ''

''بہترین و بلند ترین مخلوقِ خدا پر سلام ہو۔''

اس سے قبل نقل ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں پسندیدہ لوگوں سے پہلے منتخب ہوا ہوں، آنحضرتؐ سب سے بہترین عالی نسب ہستی ہیں، خداوند متعال نے آپ کو مخصوص طبیعت کا مالک بنایا اور بہترین اوصیا و جانشین آپ کو عطا کیے۔ اس طریقے سے کہ امیر المومنین علیؑ اور دوسرے اوصیائے رسولِ خداؐ اگرچہ ان کے وصی ہیں مگر پیغمبر نہیں ہیں، لیکن یہ حضرات تمام انبیاء اولوالعزم، رسولوں و غیر اولوالعزم رسولوں سے برتر مقام اور بلند ترین منصب پر فائز ہیں۔ (۲)

خداوند متعال کی جانب سے امتحان اور آزمائش کی منزل میں رسول اللہؐ کو سخت ترین آزمائشوں، رنج اور بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر یہ کڑی آزمائشیں اس لیے تھی کہ دائم رہنے والی رسالت کو پہنچانے کے لیے یہ بڑی ذمے داری اپنے کاندھوں پر لیے تھے آنحضرتؐ کے مقابلے میں یہ آلام و مصائب اور دشواریاں کسی بھی پیغمبر کے ساتھ پیش نہیں آئیں۔ مَا اُذِیَ نَبِیٌّ قَطُّ کَمَا اُذِیتُ اُن تمام سختیوں، آزمائشوں اور مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے سہہ کر بارگاہ الٰہی میں

۱۔ بحار الانوار، جلد ۲۷، ص ۱۲۹، جلد ۳۳، ص ۳۸، جلد ۳۸، ص ۳۱۱، ۳۳۷۔

۲۔ مرآۃ العقول جلد ۲، ص ۲۸۶، ۲۹۲؛ راہنما شناسی محمد تقی مصباح یزدی، ص ۱۳، ۱۸۔

سرخرو اور سرفراز ہو جائیں، یہ شرف صرف آپ کو حاصل ہے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر جاتے تھے اور انہوں نے وہاں خدا سے باتیں کیں۔ حضرت ابراہیمؑ خدا کے دوست تھے اور حضرت عیسیٰ جنہیں کلمہ اور روح کا نام دیا گیا۔

مگر رسول خداؐ قرب الٰہی کے طالب تھے اور اس راہ میں بہترین سعی و کوشش کرنے والی ہستی تھے۔ آپؐ معراج میں اس قدر خدا سے قریب ہوئے کہ کوئی بھی مخلوق آج تک یہ مقام حاصل نہیں کر سکی، اور نہ آئندہ کر سکے گی۔ اس بنا پر آنحضرتؐ پروردگار عالم کی بہترین و برتر اور اعلیٰ ترین مخلوق ہیں۔

۳) ”صفیّ اللّٰہ“

صفی کے معنی پر اس سے قبل تحقیق ہو چکی ہے اور بیان ہوا تمام پیغمبران الٰہی صفی خدا ہیں۔ کلی طور پر صفی کا لقب بہت سارے پیغمبروں کے لیے آیا ہے، لیکن پیغمبر اسلام اولوالعزم پیغمبروں کے درمیان سے منتخب اور صفی ہیں۔ اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں ان میں سے آپؐ کو خداوند متعال نے منتخب فرمایا۔

۴) ”محمدؐ بن عبداللّٰہؑ خاتم النّبیین“

رسول خداؐ کا اسم گرامی ”محمدؐ“ اور والد گرامی کا نام حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ السلام اور والدۂ ماجدہ کا نام حضرت آمنہؑ بنتِ وہب بنتِ عبد مناف ہے (۱) حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ علیہما السلام کی اولاد میں صرف ایک بیٹا تھا اور اُن کا نام ”محمدؐ“ رکھا۔ سیرہ حلبی کے جلد ۱، ص ۵۱ پر ہے کہ پیغمبرؐ خدا کے دو نام تھے، خلیل ”العین“، جلد ۳، ص ۱۸۹ پر لکھتے ہیں کہ پانچ پیغمبروں کے دو دو نام تھے اُن میں سے ایک

۱۔ المقنعۃ، ص ۴۵۹، سیرۃ حلبی، جلد ۱، ص ۳۹، ر ک: سیرہ ابن ہشام، جلد ۱، ص ۱۶۷۔

پیغمبرؐ خدا ہیں۔ حضرت آمنہؑ کے والد وہب اور اُن کی ماں بّرہ ہیں اُن دونوں کی بھی ایک اولاد تھی اور وہ حضور اکرمؐ کی والدہ حضرت آمنہؑ ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کے کوئی ماموں یا خالہ نہیں تھیں۔

اس دور جاہلیت میں جہاں لوگ عورتوں کو ننگ و عار سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ قبر میں دفن کرتے تھے حضرت آمنہؑ کا اپنی قوم اور خاندان میں بڑا احترام تھا۔

آپؐ کا اسم گرامی محمدؐ رکھنا یقیناً معمول نہیں تھا بلکہ یہ نام خداوند متعال کی عنایت اور عطا سے انجام پایا، سیرۂ ابن ہشام جلد ا، ص ۱۶۶ پر لکھا ہے کہ جس زمانے میں حضرت آمنہؑ حاملہ تھیں اُس عرصے میں آپؑ ایک صدائے غیبی سنتی تھیں کہ تمہارے رحم میں اس وقت کے آقا اور سردار ہیں جب دنیا میں آئیں تو اُن کا نام "محمدؐ" رکھنا!۔

محمدؐ کے معنی ایک ایسے شخص کے ہیں جو کسی کی گرفت میں نہ آئے۔(۱) اور پسندیدہ خصلتوں کا مالک ہو اور جس کی بہت زیادہ ستائش کی گئی ہو۔(۲)

اور وہ ہستی تمام نیک صفات اور فضیلتوں کی حامل ہو اور رذیلہ گناہوں کو بدل فضیلتوں کی پوشاک پہنا کر آراستہ کرنے والا ہو۔(۳) بعض بیان کی بناء پر یہ نام عربوں میں اس سے پہلے کسی کا نام نہیں تھا صرف یہ کہ پیغمبرؐ کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب تھا چند لوگوں نے سنا تھا کہ کوئی "محمدؐ" نامی شخص حجاز میں مبعوث ہوا ہے اور

۱۔ مفردات الفاظ القرآن، راغب اصفہانی، ص ۱۳۰۔

۲۔ اقرب الموارد جلد ا، ص ۲۲۸، رک۔ کتاب العین خلیل بن احمد زاہدی، ص ا، ص ۴۲۳۔

۳۔ قاموس قرآن، جلد ۲، ص ۱۲۵۔

ظہور کرنے والا ہے اور وہ پیغمبر خاتم ہے۔ اس بنا پر انھوں نے اپنے بچوں کا نام "محمدؐ" رکھا اس امید پر کہ شاید وہ "محمدؐ" ان کا فرزند ہو۔(۱)

"محمّد بن عبد اللّٰہ خاتم النّبییّن"

اس زیارت نامے میں پیغمبر خداؐ کا اسم مبارک چار مرتبہ آیا ہے اس میں ایک بار آپؐ کے والد گرامی کا نام بھی آیا ہے کہ عبد اللہ، جناب عبد المطلب علیہما السلام کے پیارے فرزند تھے۔(۲) آپؑ بہت خوبصورت اور زیادہ فضیلتوں کے مالک تھے (۳) آپؑ اپنے دس بھائیوں میں پسندیدہ اور پیارے تھے۔(۴) والد گرامی نے آپؑ کے بدلے سو(۱۰۰) اونٹوں کی قربانی دی (۵) پیغمبر اکرمؐ نے اس نکتے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا:(اَنَا ابْنُ الذَّبِیحَیْنِ) میں دو زندہ ذبیحوں کا فرزند ہوں یعنی حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عبد اللہؑ علیہما السلام ان کے بدلے گوسفند اور اونٹوں کی قربانی ہوئی۔(۶) نقل ہوا ہے کہ جب حضرت عبد اللہؑ جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپؑ کے چہرۂ مبارک پر نبوت کو عزت وشرف بخشنے والا نور چمکتا تھا۔(۷) بہت سے اچھے خاندانوں کے لوگ تمنا کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہؑ ان کی بیٹی سے شادی کریں، کیوں کہ آپؑ بے انتہا خوبصورت تھے۔(۸) مگر چہرے سے پھوٹنے والی

۱۔ سیرۂ ابنِ ہشام، جلد۱، ص۱۶۶۔ ۲۔ سیرۂ ابنِ ہشام، جلد۱، ص۱۶۲۔

۳۔ بحار الانوار، جلد۱۳، ص۸۰۔ ۴۔ سیرۂ ابنِ ہشام، ص۱۶۲۔ بحار الانوار، جلد۱۳، ص۹۶

۵۔ سیرۂ ابنِ ہشام، ص۱۶۲۔ بحار الانوار، جلد۱۳، ص۹۰۔

۶۔ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، جلد۱، ص۴۳، ۴۷۔

۷۔ بحار الانوار، جلد۴۳، ص۹۱۔ ۸۔ منتہی الآمال، جلد۱، ص۱۲۔ بحار الانوار، جلد۱۳، ص۱۰۰۔

روشنی ایسی تھی کہ جب آپؐ رات کو محلے کی گلیوں سے گزرتے تھے تو ہر طرف روشنی پھیل جاتی تھی، اس بنا پر مکہ والے آپؐ کو مصباح حرم یعنی حرم کا چراغ کہتے تھے۔

(۱) پھر اس کے بعد آپؐ نے جناب وہب کی کنواری، پاک دامن لڑکی حضرت آمنہؑ سے شادی کی۔ (۲) یہ شادی اتنی مبارک ثابت ہوئی کہ قحط اور خشک سالی کی آگ میں جلنے والے لوگوں پر باران رحمت نازل ہوئی۔ اتنی بارشیں ہوئیں کہ اس سال کو لوگوں نے فتح کا سال قرار دیا۔ (۳) رسول اللہؐ کے بے مثل والد گرامی شام کے سفر سے واپس آتے ہوئے راستے میں بیس سال کی عمر میں وفات پا گئے اور اُسی مقام پر جہاں آپؐ نے وفات پائی مدفون ہوئے اور حضرت آمنہؑ اس دوران حاملہ تھیں۔

تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم خاتم الانبیاءؐ ہیں اور ان کا دین، دین اسلام ہے ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس دین میں ہر زمانے کے لوگوں کے لیے سوالات کے کامل ترین اور مطمئن ترین جوابات جن کی ان کو ضرورت ہے موجود ہیں۔ انسان ایک ایسا موجود ہے جن میں کچھ لوگوں کی ضرورتیں درست اور صحیح ہیں اور کچھ افراد کی ضرورتیں نادرست ہیں، اگرچہ خود انسان بھی درست پہلو بھی اور غیر مستقل مزاجی رکھتا ہے۔ اس بنا پر زندگی کو جاری و ساری رکھنے کے لیے مستقل اور غیر مستقل قوانین بھی ہونے چاہئیں۔

اسلام نے بشر کی ضرورتوں کے مطابق اس طرح قانون مرتب کیا ہے کہ

۱۔ منتہی الآمال، جلد۱، ص۱۲۔ بحار الانوار، جلد۱۳، ص۹۱۔

۲۔ بحار الانوار، جلد۱۳، ص۱۰۰، ۱۰۲۔ ۳۔ منتہی الآمال، جلد۱، ص۱۲۔

جو معاشرے کے دونوں ضرورت مندوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور دونوں طرف کے ضرورت مندوں کو چاہیے کہ معاشرے کے اس قانون کا ہر طرح سے لحاظ رکھیں اور اس کی رعایت کریں۔ مجتہدین عظام اور دیگر علماء کرام قرآن وحدیث کے ذریعے لوگوں کے لیے نئے پیدا ہوئے والے مسائل اور ضرورتوں کو قرآن وسنت کے ذریعے اخذ واستنباط کر کے کبھی بند نہ ہونے والے علوم کے صاف ستھرے اور جوش مارتے ہوئے چشمۂ اجتہاد کے ذریعے سے لوگوں کو نئے پیدا ہونے والے مسائل اور ضرورتوں اور خدشات کو دور کر سکتے ہیں۔ اور انسانی معاشرے کے قوانین کو اسلام کے مطابق مرتب کر کے لوگوں کے درمیان رکھیں تاکہ انسانی معاشرہ راہ ہدایت پا کر کامیابی کی طرف گامزن ہو جائے۔(۱)

دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے خداوند عالم نے قرآن مجید میں اس دین کی بقاء اور قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔(۲) اور اوصیاء پیغمبر اکرمؐ کے احکام کے نشر کرنے اور مشکلات کو دور کرنے کے لیے ہر جگہ موجود ہیں۔ اس کے بعد پھر کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ دین اسلام میں اگر چہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا، مگر امام معصوم وصیِ رسول خداؐ ہمیشہ قائم ودائم حیات ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان چاہے حاضر ہوں، جیسے ۲۶۰ھ ق تک موجود تھے۔ اور چاہے نظروں سے غائب ہوں، اس وقت ابھی ہیں۔ ''امام زمانہؑ'' نظروں سے غائب ہیں۔ اگر چہ وحی کا سلسلہ پیغمبرؐ کے بعد بند ہو گیا لیکن ائمہ معصومینؑ کی قرآن فہمی کا

۱۔ خاتمیت، استاد شہید مطہری، ص ۱۴۵، ۱۴۶۔

۲۔ اصول عقائد، راہنما شناسی، محمد تقی مصباح، ص ۳۷۰، ص ۳۸۵۔

اصل اہل ہونا اور سیرت وحیات نبوی کا مفسر ہونا

بہر حال قرآن کریم کی متعدد آیات کے مطابق (۱) اور اگر معصومینؑ کے بے شمار کلمات، فرامین پر یقین کے ساتھ اعتقاد ہو اور مسلمان پیغمبر اکرم کو خاتم النبیینؐ اور ان کے دین کو ہمیشہ دائم وقائم مانیں تو ہر زمانے اور ہر نسل کے لیے تاقیامت یہ دین اور اس کے اصول اپنی جگہ پر قائم رہیں گے۔

۱۔ اصول عقائد، راہنما شناسی، ص ۳۴۰، ص ۳۴۵ بہ قرآن کی آیتوں کے چار دستے ہیں۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ.......

رسول خداؐ پر سلام کرنے کے بعد علیؑ ابی طالب علیہما السلام کو سلام کیا جاتا ہے۔ ان بزرگوار کے لیے اس زیارت میں دو القاب اور صفات ذکر ہوئے ہیں اور صرف ایک سلام اس زیارت نامے میں پیغمبر اسلامؐ کے لیے متعدد بار سلام کیا گیا اور باقی انبیاء اور اوصیاء پر ایک سلام کیا ہے، یہ بھی پیغمبر اکرمؐ کی خاص مقام و منزلت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

امیر المومنینؑ

متعدد روایات کی بنا پر مختلف شیعہ و سنی محدثین نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین کا لقب صرف حضرت علیؑ کے ساتھ مختص ہے۔ جناب شیخ صدوقؒ اس بارے میں یوں فرماتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''خداوند متعال نے مجھے رسول کے طور پر تمہارے پاس بھیجا ہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا ہے علیؑ کو تمہارا امیر اور اپنا جانشین قرار دوں۔(۱)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ: ''میں تمام لوگوں کا آقا و مولا ہوں اور علیؑ ابن ابی طالبؑ مسلمانوں کے امام، مومنوں کے مولا اور ان کے امیر ہیں۔''(۲)

ایک روایت میں پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے امام رضاؑ فرماتے ہیں:: جو میرے دین کو اختیار کرنا چاہتا ہے اور میرے بعد نجات کی کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کے علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی پیروی کرے،

۱۔ امالی صدوقؒ، ص۴۹۲، امام علیؑ سے نقل کیا ہے، جلد۲، ص۱۷۲) بحار الانوار جلد ۳۷، ص۲۹۴۔

۲۔ امالی صدوقؒ ۴۹۲ امام علیؑ سے نقل شدہ ہے، جلد۲، ص۱۷۲۔ بحار الانوار جلد ۳۷، ص۲۹۴۔

اور ان کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھے اور ان کے دوست کو اپنا دوست مانے کیونکہ وہ میری زندگی اور موت کے بعد امت کے درمیان میرا وصی اور جانشین ہوگا۔ وہ میرے بعد مسلمانوں کے امام اور تمام مومنوں کے امیر ہیں۔ ان کا کہنا میرا کہنا ہے، ان کا حکم میرا حکم ہے۔ ان کی نہی میری نہی ہے، ان کی پیروی کرنے والے نے میری پیروی کی ہے، ان کی مدد کرنے والے، میری مدد کرنے والے ہیں۔ ان کو ستانے والے مجھے ستانے والوں میں سے ہیں۔(۱)

متعدد روایات جن پر تواتر معنوی ہے یہ اس چیز کو روشن کرتی ہیں کہ لوگ حضرت علیؑ کو رسول خداؐ کے زمانے ہی میں امیر مومناں کہا کرتے تھے۔ اہلسنت کے محدثین اور مورخین نے بھی اس مطلب کو روایت کیا ہے کہ جن تمام روایات کے مطابق حضرت علیؑ کو نیک لوگوں کے امیر کے نام سے یاد رکھا جاتا تھا۔(۲)

اہل سنت کی روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ "انس بن مالک نے حضرت رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا: سب سے پہلے اس دروازے سے جو داخل ہوگا وہ امیر المومنین ہے۔ انس بن مالک کہتا ہے کہ میں نے دعا کی: خدایا اس دروازے سے پہلے داخل ہونے

۱۔کمال الدین، ص ۲۶۰۔ کتاب سلیم بن قیس، جلد ۲، ص ۷۲۵، حدیث ۱۹، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۹۰۔ ۳۴۷

۲۔ان روایات کے مطابق آپؑ کو نیکوں اور مومنوں کے امیر کا لقب ملا ہوا تھا۔ رد ک۔ مسند احمد بن حنبل، جلد ۱، ص ۲۳۲، فضائل الصحابہ، جلد ۱، ص ۲۳۱۔ المعجم الاوسط للطبرانی، جلد ۲، ص ۳۴۱، مسند البزاز، جلد ۳، ص ۳۳، تاریخ دمشق، جلد ۲۴ ص ۴۲۱، شواہد التنزیل، جلد ۸۲۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، ۳۷۷، امناقب، ابن غزالی، ۸۴، رد ک موسوعۃ امام علی بن ابی طالبؑ، جلد ۲، ص ۱۷۵۔

والے کو انصار میں سے قرار دے، یہ میں نے خاموشی سے کہا تھا اچانک دیکھا کہ حضرت علیؑ اس دروازے سے داخل ہو گئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اے انسؓ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا علیؑ ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ بہت خوش ہوئے اور اٹھ کر علیؑ کو گلے سے لگایا۔ اور علیؑ کے چہرے پر اپنا چہرہ مبارک رکھ کر ملنا شروع کیا۔ (۱)

امیر المومنینؑ آسمانی نام

یہ لقب حضرت علیؑ کو کس زمانے میں دیا گیا اور کس نے خصوصی طور پر انہیں یہ لقب عطا فرمایا: جیسا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبداللہ نے یہ اہم لقب آپؑ کو دیا۔ مگر تاریخ کے مطابق اس نام کا مقام اور بلند ہے، اور وہ یہ ہے کہ خداوند متعال نے خود یہ نام حضرت علیؑ کو دیا ہے شیعہ و سنی محدثین نے اس بارے میں جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کو یہ نام کس زمانے میں دیا گیا تو ان کی فضیلت سے انکار نہ کرتے۔ علیؑ کو امیر المومنین نام اس وقت دیا گیا جب آپؑ عالم ذر میں رُوح و جسم کے درمیان تھے۔ (۲) خداوند متعال فرماتا ہے۔'' اس وقت کو یاد کرو جب تیرے پروردگار نے اولادِ آدمؑ کو ان کی پشت سے لیا اور ان کو انہیں پر گواہ

۱۔ الفردوس، جلد ۳، ص ۳۵۴۔ ینابیع المودۃ، جلد ۲، ص ۲۷۹، فضائل ابن شاذان، ص ۸۹۔ رک: موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالبؑ، جلد ۲ ص ۱۷۷، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۹۵، ص ۳۰۶۔

۲۔ تاریخ دمشق، جلد ۴۲، ص ۳۰۳۔ مناقب خوارزمی، ص ۱۴۲، حلیۃ الاولیا، جلد ۱، ص ۱۶۳، فرائد السمطین، جلد ۱، ص ۱۴۵، منابع دیگر، رک موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالبؑ، جلد ۲، ص ۱۷۸، امالی صدوق، ۶۳۴، بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۱۵۶ اور ۲۹۸۔

قرار دیا خداوند متعال نیفرشتوں سے فرمایا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں، فرشتوں نے کہا، ہاں ہیں، فرمایا: میں تمہارا پروردگار محمدؐ تمہارے رسول اور علیؑ تمہارے امیر ہیں۔

ایک روایت کے مطابق خداوند عالم نے یہ لقب حضور اکرم کو حضرت علیؑ کے متعلق معراج میں دیا۔ آپؐ کا امیر المومنین نام رکھنا وحی الٰہی کے ذریعے سے تھا۔ (۱)

حضرت علی ابن ابی طالب علیہا السلام زمین و آسمان دونوں میں امیر المومنین ہیں۔ (۲) عرش الٰہی پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ (۳)

خداوند متعال نے رسول اللہؐ سے عہد و پیمان لیا کہ علیؑ کو امیر المومنین بنائیں۔ (۴)

جب حضرت علیؑ متولد ہوئے اس وقت آپؑ نے فرمایا: میں امیر المومنین ہوں۔ (۵) اس قسم کی دیگر روایات کی بنا پر اس طرح کے نام خدا کی جانب سے ہیں اور آسمانی ہیں۔ خداوند متعال نے مختلف طریقوں سے پیغمبر اکرم کو بتایا تا کہ علیؑ کو امیر المومنین کا لقب دیا جائے، اس نکتے پر اتنی زیادہ تاکید اس لیے ہے کہ اس میں ایک رمز اور راز پوشیدہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

۱۔ تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص ۱۲۳۔ انساب سمعانی، جلد ۴، ص ۱۳۲، موضع اوھام الجمع والتفریق جلد ۱، ص ۱۹۱ موسوعۃ امام علی ابی طالب علیہا السلام، جلد ۲، ص ۱۷۹، بحار الانوار، جلد ۷، ص ۲۹۹ اور ص ۳۰۲) جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے رسول خداؐ کو حکم دیا کہ علی ابن طالب علیہا السلام کو امیر المومنین بناسکیں۔ (الاعتقادات، ص ۸۶، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۳۰۷۔ ۲۔ الیقین، ص ۲۴۲۔

۳۔ بشارۃ المصطفیٰ، ص ۲۴، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۳۰۲۔ ۴۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۳۰۶۔

۵۔ مولود امیر المومنینؑ، ص ۷۶۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کا مخصوص لقب:

عنوان ''امیر المومنین'' ایک ایسا موضوع ہے جو کئی پردوں میں پوشیدہ ہے، اور اس لباس کی شان و شوکت و حشمت یہ ہے کہ یہ صرف حضرت علی ابن ابی طالب علیہما اسلام کے جسم مبارک پر آسکتا ہے اور کوئی اس لباس کو پہننے کی لیاقت و طاقت نہیں رکھتا۔

بعض روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب رسول خداؐ معراج پر گئے اور خدا سے بہت قریب ہو گئے تو خداوند متعال نے فرمایا: اے میرے محبوب محمدؐ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلامؑ کو میرا اسلام کہیں اور میں نے نہ ان سے پہلے کسی کا نام امیر المومنین رکھا ہے اور نہ ہی ان کے بعد کسی کو امیر المومنین بنایا ہے (۱) کچھ دیگر روایتوں کے مطابق خداوند عالم فرماتا ہے۔ ''علیؑ حقیقتاً امیر المومنین ہیں اور کوئی نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد اس بلند مقام کو پاسکا اور نہ پائے گا۔ (۲)

یہ لقب حضرت علیؑ کے ساتھ اس طرح مختص ہے کہ دیگر آئمہ معصومینؑ کے لیے بھی استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ (۳) ان تمام روایات کے مطابق پیغمبر اکرمؐ کے بعد علیؑ سب کے امیر اور سربراہ ہیں ایسے تنہا حاکم ہیں جنہیں امامت، ریاست اور حکومت خدا کی جانب سے ملی، اور آپؐ کے بعد آنے والے تمام اوصیاء و ائمہ آنحضرت سے ہیں۔ ان کے علاوہ جو کوئی بھی قیامت تک امامت، حکومت، ولایت اور سربراہی

۱۔ امالی شیخ طوسی، ص ۲۹۵، رد ک موسوعۃ امام علی ابی طالب علیہما السلام، جلد ۲، ۱۸۱، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۳۱۱۔ ۲۔ امالی شیخ صدوق، ص ۳۴۳، صاحب خوارزمی، ص ۳۰۳۔

۳۔ کافی، جلد ۱، ص ۴۱۱، تفسیر العیاشی، ص ۲۷۴، بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۳۱، الغدیر، جلد ۸، ص ۸۷۔

چاہتا ہے تو جب تک وہ آپؐ کی حکومت الٰہی اور آپؐ کے جانشینوں اماموںؑ کو تسلیم نہیں کریں گے ان کی حکومت غیر شرعی اور غیر خدا کی حکومت ہوگی۔

حضرتِ علیؑ کو امیر المومنین کیوں کہتے ہیں؟

جابر بن یزید کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا: امیر المومنینؑ کو اس لقب سے کیوں پکارتے ہیں، تو آپؑ نے فرمایا: کیونکہ آپؑ مومنین کو علم و معرفت کا خزانہ دیا کرتے تھے خدا کی کتاب میں داستان یوسفؑ میں نہیں سنا ہے وہاں فرماتے ہیں (و غیر اھلنا) اور ہم اپنے گھر والوں کو خرچ و مخارج پہنچاتے ہیں (۱)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ کو امیر المومنین کا لقب اس لیے دیا ہے کہ لفظ امیر ''میرۃ العلم'' سے ہے یعنی علم کو غذا دینے والا۔ کیوں کہ علماء آپؑ کے علم سے بہرہ مند ہوتے تھے اور جو علم ان سے سیکھتے تھے اس پر عمل کرتے تھے، (۲) عبد المومن کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا: کس بنا پر حضرت علیؑ کو امیر المومنین کا لقب دیا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیوں کہ مومنوں کے خرچ و مخارج پہنچانا آپؑ کے ذمے ہے۔ آپ وہ ہستی ہیں جو انہیں علم کی خوراک دیتے ہیں۔ جب حضرت علیؑ کی ولادت باسعادت ہوئی اور رسول خداؐ حضرت ابو طالبؑ کے گھر گئے اور حضرت علیؑ کو آ گیلا یا گیا تو حضرت علیؑ رسول اکرمؐ کے چہرۂ انور کو دیکھ مسکرائے اور کہا اے خدا کے رسولؐ آپؐ پر سلام ہو۔ اس کے بعد فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پھر فرمایا: بے شک وہ مومنین جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے وہ

۱۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۳۱۱۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۹۳۔

کامیاب ہیں (۱) رسول خداؐ نے اس کے بعد فرمایا: اس خدا کے نام جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ بے شک تمہاری وجہ سے مومنین کامیاب ہیں۔ خدا کی قسم تم ان کے امیر ہو اپنے علم سے ان کو معنوی غذا دیتے ہو اور خدا کی قسم تم ان کے رہنما و رہبر ہو تمہاری ہی وجہ سے وہ ہدایت پائیں گے۔ (۲)

علامہ مجلسیؒ ان روایات کو نقل کرنے کے بعد تجزیہ و تحلیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ بات واضح ہے کہ رسول خداؐ تمام موجودات کے لیے فیض خداوندی کا واسطہ ہیں اور تمام تر مادی اور معنوی نعمتیں آپؐ کے وجود مقدس کے ذریعے ہی تمام مخلوقات تک پہنچتی ہیں۔ اس معنی میں حضرت علیؑ شہرِ علم و فقہ اور حکمتِ رسولؐ کا دروازہ ہیں۔ نورِ علیؑ اور نورِ پیغمبرؐ ایک ہیں۔ اسی منبع نور سے علیؑ کا نور جدا ہوا اور روح و نفس اور علم پیغمبرؐ کی جگہ علیؑ منبع نور ہیں۔ دونوں بزرگواروں نے ایک ہی چھاتی سے علم و معرفت کا دودھ پیا ہے اور یہ دونوں نور، نور خدا سے جدا ہوئے، پس علیؑ نبوت کے علاوہ تمام فضائل و مناقب میں رسول خداؐ کے ساتھ ہیں۔ اس بنا پر ان کا وجود مقدس بھی تمام موجودات کے لیے فیض خداوندی کا واسطہ ہے۔ مادی اور معنوی برکات امام علیؑ کے واسطے سے تمام مخلوقات بالخصوص مومنین تک پہنچتی ہیں۔ یہاں پر ہم کہہ سکتے ہیں حضرت امام علیؑ تمام مومنین کے سالار اور رہنما ہیں۔ جن کے ذمے مومنین کی مادّی اور معنوی غذا کی ذمے داری ہے۔ (۳) آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے تمام اوصیاء کے خصوصی

۱۔ سورۂ مومن آیت ۱۔۲۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۹۵۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۳۹۳۔

جانشین ہیں۔ وہ سب آپؑ ہی کے نسل سے ہیں یا آپؑ کے پیروکار ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے بعد تمام مومنین آپؑ کے دستر خوان پر بیٹھ کر جود و کرم کی روزی کھا رہے ہیں اور پاک و پاکیزہ اور صاف ستھرے علم و دانش و حکمت کے جام پی رہے ہیں۔ پیاس سے تشنہ لب مومنین کو سیراب کرنے والی اور ان کی روح کو معنوی غذا سے سیر کرانے والے آپؑ کی ذات ہیں۔

امیر المومنین پر سلام ہو:

شیعہ و سنی محدثین کی بہت ساری روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر خداؐ نے تنہا علیؑ کو امیر المومنین نہیں کہا بلکہ یہ لقب ان سے مخصوص کر دیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا: علیؑ کو ''یا امیر المومنین'' کہہ کے سلام کرو۔

سیّد ابن طاؤسؒ نے اس روایت کو کتاب ''الیقین'' میں نقل کیا ہے یہاں پر چند روایات قارئین کے ذوق کی نذر کرتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم بہت خوش قسمت ہو کہ اللہ کے فرشتے تم پر ''یا امیر المومنین'' کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ (۱)

ایک اور روایت میں حضرت امام زین العابدینؑ اپنے جد بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے نقل فرماتے ہیں ''خداوند متعال نے جبرائیلؑ کو پیغمبر خداؐ کی طرف بھیجا تا کہ حضرت محمدؐ اپنی ظاہری زندگی میں ولایت علیؑ کے لیے گواہی دیں اور رحلت سے پہلے ان کو امیر المومنین کہلوائیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے سات افراد کو بلایا اور فرمایا: تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ روئے زمین پر خدا کی جانب سے گواہ

۱۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ۳۲۶۔

رہو اور اس کام کو انجام دو۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: اے ابوبکر اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو، جس پر حضرت ابوبکر نے کہا: کیا یہ خدا اور رسولؐ کا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد حضرت عمر سے فرمایا: تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کے طور پر سلام کرو۔ حضرت نے عمر نے پوچھا: کیا یہ خدا و رسولؐ کا حکم ہے کہ انہیں امیر المومنین کہوں؟ آنحضرت نے فرمایا: ہاں! وہ اٹھے اور حضرت ابوبکر کی طرح یا امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔ حدیث کے آخر میں آیا ہے کہ رسول خداؐ نے مقدادؓ، ابوذرؓ، حزیفہؓ یمانیؓ، عمار یاسرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، بریدہؓ جو سب میں جوان تھے، سے فرمایا: اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ انہوں نے رسول اللہؐ کے حکم کی تعمیل کی (۱)۔ آپؑ کی بہت سی زیارتوں اور دیگر آئمہؑ کی زیارتوں میں عاشقان علی آپ کو السلام علیك یا امیر المومنینؑ کے خطاب سے سلام کرتے ہیں۔ زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں بھی امیر المومنین کے خصوصی خطاب کے ساتھ سلام کرتے ہیں: السلام علیك یا امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ وصی رسول الله

علی بن ابی طالب علیہما السلام:

لفظ علیؑ ایک ایسا کلمہ ہے جو عربی زبان میں بہت بلند و برتر کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے، یہ صیغہ مُبالغہ ہے یعنی بہت بلند و مقام مرتبے والا اور اس کا مادّہ عُلو سے ہے۔ یہ کلمہ قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ آیا ہے۔ (۲) راغب اس کے بارے میں کہتے

۱۔ بحار الانوار ۳۷، ص ۳۳۸، ۳۳۶۔

۲۔ قاموس القرآن، جلد ۵، ص ۳۸، التحقیق فی کلمات القرآن، جلد ۸، ص ۲۱۴، اقرب الموارد، جلد، ص ۸۲۶۔

ہیں .علیؑ یعنی جو کسی کی توصیف کرے، اور وہ اس کی توصیف وتعریف سے بلند و برتر ہو یا دانشور اپنے علم سے انہیں پہچانے اور ان کے گرد گھیرا ڈال دے۔(۱)

بعض روایات کی بنا پر حضرت فاطمہؑ بنت اسد نے فرمایا ہے: کہ جب میں علیؑ کی ولادت کے لیے خانۂ کعبہ میں داخل ہوئی تو وہاں جنت کا پھل کھایا اور جب میں نے خانۂ خدا سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی غیبی آواز نے مجھے بتایا اے فاطمہ بنت اسد اس بچے کا نام علیؑ رکھو۔ اور خداوندِ برتر و بلند تر فرماتا ہے: میں نے علیؑ کے نام کو اپنے نام سے مشتق کر کے بنایا ہے، اور ان کو اپنے طریقے سے باادب بنایا ہے اور اپنے علم کی مشکل گرہوں سے آگاہ کیا ہے۔(۲)

ایک اور روایت میں اہل سنت کے راویوں کے ایک گروہ نے بھی بیان شدہ روایت سے ملتی جلتی روایت بیان کی ہے: عباسؓ بن مطلبؓ کہتے ہیں: جب علیؑ پیدا ہوئے تو ان کی ماں فاطمہؑ بنت اسد نے ان کا نام اپنے باپ کے نام پر اسد رکھا لیکن ابو طالبؑ کو یہ نام پسند نہیں آیا اور ہمسر سے کہا: ہم دونوں ابوقبیس کی پہاڑی کی چوٹی پر چلتے ہیں اور نیلے آسمان کو خلق کرنے والے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری مشکل حل کرے اور مدد کرے انشاء اللہ اس مولود کا نام خدا ہمیں بتائے گا۔ جب رات ہوئی تو فاطمہؑ و ابو طالبؑ ابوقبیس کی پہاڑی کی چوٹی پر آئے اور خدا سے دعا کی۔ ابو طالبؑ نے اشعار کے ذریعے خدا سے بیٹے کے نام رکھنے کے بارے میں مدد چاہی ۔ اچانک آسمان سے آواز سنائی دی اور زبرجد (پتھر) کی ایک سبز تختی وہاں سے ملی ابو طالبؑ نے اس سبز تختی کو سینے پر چپکایا۔ اس سبز تختی پر چار جملے تحریر تھے اس کا مضمون

۱۔ معجم مفردات الفاظ قرآن، ص ۳۵۸۔ ۲۔ علل الشرائع، ص ۱۳۶۔

خدا نے تمہیں ایک پاک و پاکیزہ، منتخب شدہ اور پسندیدہ بیٹا عنایت کیا ہے، اس کا نام علیؑ ہے اور یہ نام خدائے بزرگ و برتر کے نام علیٰ سے لیا گیا ہے۔

خصصتما بالوالد الزکی   والطاهر المنتخب الرضی
و اسمه من قاهر العلی   علی اشتق من العلی.

ابو طالبؑ اس سبز تختی کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور پیشانی کو زمین پر رکھ کر شکر ادا کیا اور وہاں سے آ کر دس اونٹوں کو راہ خدا میں قربان کیا۔

یہ سبز تختی ہشام بن عبدالملک کے زمانے تک خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں تھی اور بنی ہاشم کے لیے قریش پر برتری اور افتخار کا سبب بنی رہی۔(۱)۔

ایک اور روایت کے مطابق رسول خداؐ نے فرمایا: اے علیؑ تیرے نام کو خداوند متعال نے اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ وہ علی الاعلیٰ ہے اور تو علیؑ ہے(۲)۔

ابو طالب علیہ السلام:

عبد مناف بن عبدالمطلب معروف ابو طالبؑ حضرت عبدالمطلبؑ کے دس فرزندوں میں ایک ہیں۔ بزرگی اور سرداری انہیں عبدالمطلب سے ورثے میں ملی، آپؑ ان لوگوں میں شمار ہوئے، جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ اور دین اسلام کی خاطر فدا کاری انجام دی، اور سختیاں برداشت کیں اسلام کی نمو دو رشد اور ترقی میں آپ کا

۱۔ بحار الانوار، ج ۳۵، ص ۱۹، ینابیع المودۃ، جلد ۲، ص ۶۸۔۷۳۔۸، کفایت الطالبین، ص ۴۰۶، موسوعۃ علی بن ابی طالبؑ، جلد ۱، ص ۷۸۔

۲۔ معانی الاخبار، جلد ۱، ص ۵۵، ص ۶۵۔

بہت بڑا حصہ ہے۔ رسول خداؐ کی حفاظت بھی آپؑ کے ذمے تھی آپ ہمیشہ مختلف امور زندگی کو صحیح سمت پر چلاتے تھے۔ کفار قریش کی جانب سے پے در پے سختیوں اور طرح طرح کی اذیتوں کے سامنے ڈٹ جاتے اور اپنی جان پر کھیل کر پیغمبر اکرمؐ کی حفاظت اور دفاع کرتے تھے۔ شیعہ مجتہدین وعلمائے اہل سنت میں کچھ افراد کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابو طالبؑ دل و جان سے پیغمبر اکرمؐ پر ایمان لائے اس کی بنیاد خدا پر ایمان تھا یہی وجہ تھی کہ خدا اور رسولؐ پر ایمان کی وجہ سے تمام مشکلات اور سختیوں میں اضافہ ہوا اور کفار قریش کے مقابلے میں سینہ سپر ہو گئے حضرت ابو طالبؑ کی مبارک زندگی پر جب تحقیقانہ نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ (۱) اس بارے میں ان کے مختلف اشعار، پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ان کے برتاؤ کا طریقہ اور متعدد احادیث جو ان کے بارے میں ملتی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کے ساتھ ایمان حضرت ابو طالبؑ کا گہرا تعلق ہے بلکہ یہ روایات اس چیز کو بھی بیان کرتی ہیں کہ یہ عظیم ہستی قبل از اسلام مشرکین میں سے بھی نہیں تھی بلکہ ابراہیمؑ کے دین پر برقرار تھے اور اسی دین کا عقیدہ رکھتے تھے۔

وصی رسول اللہ:

شیعہ و سنی مورخین نے متعدد اور مختلف روایات کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ بغیر کسی تردید کے امیر المومنینؑ رسول اللہؐ کے وصی اور جانشین ہیں = اس قسم کی روایتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی دلالت سے یہ معاملہ اتنا روشن اور واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کچھ روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ الغدیر، جلد ۷، ص ۳۰۳، ۴۲۳، بحار الانوار، جلد ۳۵، ص ۶۸، ۱۸۳، رسولۃ الامام علی ابن ابی طالبؑ، جلد ۱ ص ۶۲، مراۃ العقول، جلد ۲۶، ص ۳۲۷

حضرت علیؑ عظیم پیغمبروں مثلاً حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے وصی اور جانشین تھے۔(۱)

لیکن خاتم المرسلین کے وصی اور جانشین کا اپنی جگہ ایک خاص مقام ومنزلت ہے کیونکہ رسول خداؐ نے مختلف طریقوں سے حضرت علیؑ کے لیے جانشین اور وصی ہونے کے بارے میں مختلف جگہوں پر اعلان فرمایا ہے۔ متعدد روایات کی بنا پر امیر المومنینؑ پیغمبر اکرمؐ کے وصی و جانشین ہیں۔(۲) کچھ روایتوں میں تاکید ہوئی ہے کہ خداوند متعال کی جانب سے صراحت اور روشن طریقے سے پیغمبر اکرمؐ کو حکم ہوا کہ علیؑ کو اپنے وصی وجانشین کے طور پر لوگوں کے سامنے لائیں (۳)

اس بنا پر جو بھی علیؑ کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہو اور کبھی ان کی وصایت وجانشینی کو قبول نہیں کیا تو گویا انہوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور ان کا حکم نہیں مانا۔(۴) متعدد روایات میں آیا ہے کہ آپؑ بہترین اور سب سے برتر وصی و

۱۔ کافی، جلد ۸، ص ۱۱۳، جلد ۱، ص ۲۲۴، ۲۸۵، ۲۹۳۔ کمال الدین، ص ۲۱۱، من لا یحضرہ الفقیہ، جلد ۴، ص ۱۱۵، تفسیر عیاشی، جلد ۱، ص ۳۱۱، تاریخ دمشق، جلد ۴۲، ص ۴۹۔ موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالبؑ، جلد ۲، ص ۹۵، تاریخ طبری، جلد ۱، ص ۱۸۵، الکامل فی التاریخ، جلد ۱، ص ۶، المعجم الکبریٰ، جلد ۶ ص ۲۲۱

۲۔ المعجم الکبیر، جلد ۶، ص ۲۲۱۔ کشف الغمہ، جلد، ص ۱۵۸، من لا یحضرہ الفقیہ، جلد، ۳، ۸۷۵، بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۱ تا ۲، موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالبؑ جلد ۲، ص ۱۰۱، کافی، جلد ۸، ص ۳۲

۳۔ بحار الانوار جلد، ۳۸، ص ۱۲۹، کافی ۲۲، ص ۳، ۳۷۸، المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۱۷۱، کنز الاعمال، ج ۶، ص ۱۲۶،) الغدیر، ج ۳، ص ۱۱۷۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۳۸، ص ۱۲۹، معانی الاخبار، ص ۳۷۲، موسوعۃ علیؑ بن ابی طالبؑ، ج ۲، ص ۱۱۱)

جانشین تھے۔(۱)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپؑ تمام وصیوں کے سردار ہیں۔(۲)

کچھ روایات میں آیا ہے کہ آپؑ اوصیاء اور جانشین انبیاءؑ کے نورانی سلسلے کے اولین وصی پیغمبرؐ ہیں۔(۳)

متعدد اشعار کے ذریعے آغاز اسلام سے آج تک آپؑ کو رسول اللہؐ کے وصی کے طور پر لوگ جانتے ہیں۔(ان اشعار کو علامہ امینیؒ نے مختلف مناسبات کے حوالے سے کتاب الغدیر میں لکھا ہے)(۴)

وصی کے معنی:

وصی کا لفظ صفت مشبّہہ ہے اور دو چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانا اور متصل کرنے کے معنی میں آتا ہے۔جب کوئی اس دنیا سے وفات پاتا ہے اس سے پہلے وہ کچھ سفارشات کرتا ہے، اسے وصیت کہتے ہیں۔اس لیے مرنے سے پہلے کے کام مرنے کے بعد کے کاموں سے متصل کر دیتا ہے۔اس بنا پر اسے وصی کہتے ہیں کہ وصیت کرنے والے(موصی) کے کاموں کو جاری رکھے(۵) اور مرنے والے

۱۔معجم الکبیر ج ۳، ۵۷، معجم الاوسط، ج ۶، ص ۳۲۷، الغایۃ الاثر، ص ۱۲ اور ص ۱۱ وصی خیر الاوصیاء۔

۲۔توحید شیخ صدوقؒ۔۸۔۳۹۹، خصال، ج ۵۸۰، بحار الانوار، ج ۳۸، ص ۱۷، کفایۃ الاثر، ص ۱۰۱، من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ۴۱۹۔موسوعۃ علی بن ابی طالبؑ)

۳۔بحار الانوار، جلد ۳۶، ۱۵۳، تاریخ یعقوبی، جلد ۲، ص ۱۹۷، موسوعۃ الامام علی بن ابی طالبؑ، ج ۲ ص ۱۱۹۔

۴۔موسوعۃ امام علی بن ابی طالبؑ ج ۲ ص ۱۲۰، ۱۲۸، بحار الانوار، ج ۳۸، ص ۲۰۔

۵۔قاموس القرآن ج ۷، ص ۲۲۳، فرہنگ جامع نوین ج ۲ ص ۱۷۱۰۔

کے اہداف اور مقاصد کو مکمل کرے۔ وہ زمین جو ہری بھری گھاس سے ڈھکی ہوئی ہو اسے ''واصیۃ'' کہتے ہیں یعنی وہ زمین جو گھاس سے چھپی ہوئی ہو اور ایک دوسرے سے بالکل ملی ہوئی ہو'' وصیت اللیلۃ بالیوم ''یعنی دن کو رات سے متصل کر دیا، جو کام دن میں کرتا تھا اسے رات میں بھی جاری رکھا۔ اور وصیت کے معنٰی بھی یہی ہیں۔ (۱)

رسول اکرمؐ نے بعثت سے پہلے کی تہذیب و سماج کے لیے بہت کوشش کیں۔ اور بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں مشرکین کے شیطانی قوانین سے مقابلے، اور راہ ہدایت پر لانے کے لیے رات دن کوششیں فرمائیں۔ ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں پرچم توحید کا بلند کرنا، عدالت الٰہی کا قیام اور معنویت کی طرف لوگوں کو دعوت عام دینے کی راہ میں رکاوٹیں اور سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا جو ایک کے بعد ایک مختلف شکلوں میں پیدا ہو رہی تھیں، دین محمدی کو جیسے جیسے راہ ملتی گئی آگے بڑھتے گئے مگر یہ کس طرح ہوا؟ آپؐ سے پہلے انبیاءؑ بھی اس قسم کی مشکلات سے دوچار ہوئے تھے اور ہدایت دین الٰہی کے ساتھ مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لیے قوم کے درمیان اپنے وصی اور جانشین کا تعارف کراتے تھے۔ وصی پیغمبرؑ یعنی وہ انسان جو پیغمبر کی رحلت کے بعد ان کے کام کو بعد میں آنے والے پیغمبروں تک جاری رکھے مگر رسول خداؐ خاتم الانبیاءؑ ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جب تک یہ دنیا باقی ہے اور لوگوں میں جب تک شعور ہے، قیامت تک آنحضرتؐ کے اوصیاء اور جانشینوں کے ذریعے ہی ان کو صراط مستقیم اور راہ حق کی ہدایت ملتی رہے گی۔

آنحضرتؐ کے بارہ اوصیاء اور جانشین ہیں جو یکے بعد دیگرے ہدایت کی مشعل کو

۱۔ معجم مقائیس اللغۃ، جلد ۶، ص ۱۱۶۔

اٹھاتے ہیں ان ہدایتوں کے سپہ سالار اور پہلے رہنما حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔ امام علیؑ کا وصی پیغمبرؐ ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ پیغمبرؐ کی ظاہری حیات کے بعد آپؑ جانشین، خلیفہ اور امام ہیں۔ رسول خداؐ سے نقل ہونے والی روایات میں صرف لفظ وحی نہیں آیا بلکہ کچھ اور کلمات مثلاً خلیفتی وغیرہ بھی آیا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علی بن ابی طالب علیہما السلام پیغمبر خداؐ کے وصی و جانشین اور تمام اوصیاء کے مولا و سردار ہیں۔ اور ان روایات سے علی بن ابی طالب علیہما السلام کے وصی ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آپؑ پیغمبر خداؐ کے جانشین اور پیشوا اور امام اور ان کے خلیفۂ بلافصل ہیں۔

ان روایات کا کچھ حصہ آپؑ کی فضیلتوں کے بارے میں ہے جو امر خلافت و امامت میں دوسروں پر آپؑ کے مقدم ہونے کو ثابت کرتا ہے۔(۱)

وصی کے تعین میں سنجیدگی کی ضرورت:

جس طرح خدا کی جانب سے پیغمبر خداؐ کا تعین اور تعارف لوگوں کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح اگر پیغمبرؐ حقیقتوں اور فضیلتوں کو مزید وسعت دینا چاہے تو اسے وصی و جانشین کے تعین اور تعارف کو اہمیت دینا نہایت ضروری ہے۔ علیؑ بن ابی طالب علیہما السلام کے وصی ہونے پر روایات اور دلیلیں ہیں، آپؑ کے وصی ہونے کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ اس کی بہت بڑی اہمیت ہے(۱)

ان روایات میں حضرت علیؑ کو یاد کر کے آپؑ پر سلام بھیجا گیا ہے۔ اور ان زیارتوں میں سے ایک جو مختلف ائمہؑ کے لیے ہیں، زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا ہے،

۱۔ بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۲۰۔

کہ جب وصی اور جانشین کا کلمہ امیر المومنینؑ ساتھ آتا ہے تو اس کے معنٰی[1] میں عجیب لطف محسوس ہوتا ہے۔

۱۔ مفاتیح الجنان، زیارت امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہ کی زیارات۔

(۸) اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃَ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ

کلمہ فاطمہ مادہ ''فطم'' سے اسم فاعل ہے۔ فاطمہ آسمانی نام ہے، جس کے معنی ہیں بریدہ یا قطع شدہ، رُکا ہوا یا کسی نے روکا ہوا اور اونٹ کا وہ مادہ بچہ جس کو شیر مادر سے چھڑایا گیا ہو فاطمہ کہا جاتا ہے۔(۱)

بے شمار روایات کی بنیاد پر جن کو راویوں اور مورخوں نے بیان کیا ہے فاطمہ پیامبر اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی کا نام تھا۔ اس نام کو رسول خداؐ اور جناب خدیجہ نے خدا کی طرف سے الہام اور ہدایت کی بنیاد پر رکھا تھا (۲) اور خدا نے جناب فاطمہؑ کی ولادت کے وقت ایک فرشتہ کو مامور کیا تھا کہ وہ آئے اور نام فاطمہ کو رسولؐ کی زبان پر جاری کرے۔(۳)

حضرت فاطمہؑ کی معرفت اور لوگوں کی کوتاہی

فاطمہؑ کا نام فاطمہؑ کیوں رکھا گیا؟

جیسا کہ آگے آئے گا کہ فاطمہ وہ خاتون ہیں جن کی کوئی مثال نہیں ہے دنیا نے نہ تو فاطمہ جیسا کبھی دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھے گی اسی لیے ضروری ہے کہ ان کو پہچانا جائے، اور ان کی حقیقی معرفت حاصل کی جائے اور ان کو اپنے لیے زندگی کا نمونہ عمل بنایا جائے لیکن صد افسوس دنیا کے انسان اور بالخصوص مسلمانوں اور اس میں بھی اختصاص کے ساتھ مومنین نے بہت کم جانا اور پہچانا اور یہ لوگ ان کی معرفت کی

۱۔ کتاب العین، ج ۳ ص ۴۰۴ اور فرہنگ جامع نوین، ج ۲ ص ۱۱۹۱۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۲، ج ۷۔

۳۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۲، ج ۷۔

وادی سے بیگانہ اور بہت دور ہیں۔ امام صادقؑ اس بارے میں فرماتے ہیں: اس وجہ سے فاطمہؑ اس کو فاطمہؑ کہا جاتا ہے کہ لوگ ان کے بلند مقام کی معرفت سے عاجز ہیں۔(۱)

ہر طرح کے رجس سے پاکیزگی

رسول اکرمؐ کی بے مثل بیٹی کا نام فاطمہؑ رکھنے کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ بی بیؑ تمام رجس ونقائص اور عوارضِ نسائی سے مبرّا تھیں۔ انہوں نے پاکیزگی اپنے والد بزرگوار رسول خداؐ اور مادر عظیم الشان جناب خدیجہؑ سے ارث میں حاصل کی تھی۔ درحقیقت خداوند عالم نے بی بیؑ کو ایک خاص نور سے پیدا کیا تھا دوسرے الفاظ میں آپ کی طینت اور ذات عام انسانوں سے مختلف تھی، یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے اور اس کے رسولؐ نے آپ کا نام فاطمہؑ رکھا، یعنی ایک ایسی خاتون جو تمام تر رجس، خواتین کے مخصوص مسائل سے منزا اور ہمیشہ فضیلت، نیکی، کمال اور سعادت کی طرف سفر کرنے والی۔

آیۂ تطہیر کا جناب فاطمہؑ، علیؑ اور ان کے فرزندوں کی شان میں نازل ہونا ان کی پاکیزگی اور ذاتی طہارت پر روشن دلیل ہے۔

شیعہ سنی مفسروں کے مطابق آیۂ تطہیر اس حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہے(۲) کہ فاطمہ تمام برائیوں اور رجس سے پاک ہیں: انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرّجسَ اھل البیت و یطھّر کم تطھیراً بتحقیق خدا چاہتا ہے کہ آپ

۱۔ اعلام الھدیٰ، ج۳ص۳۰۔

۲۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ؛ ترمذی سنن میں المناقب، ج۱، ص۳۸۷۔

خاندان پیامبر کو پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔(۱)

شیعہ اور سنی مفسروں نے اس آیہ کی شان نزول کے بارے میں لکھا ہے: جب پیامبر خدا، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ اور جناب فاطمہ علیہم السلام کو ایک مخصوص چادر میں جمع کر چکے اور ان کو دوسروں سے ممتاز قرار دے چکے تو اس وقت خدا نے یہ آیت نازل کی اور اس کے بعد چھ ماہ یا آٹھ ماہ تک جب بھی رسول اکرمؐ جناب فاطمہ زہراؑ کے دروازے پر پہنچتے تو با صدائے بلند اس طرح سلام کرتے: درود و سلام ہو تم پر اے اہل بیت کہ بتحقیق خدا نے تمام برائیوں کو تم سے دور رکھنے کا ارادہ کیا ہے اور تم کو پاک رکھا ہے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے(۲)

روایت کا یہ حصہ دوسری اور روایات میں بھی آیا ہے۔ ان تمام روایات کی بنا پر فاطمہؑ کی تفسیر یہ ہے کہ وہ بے مثل خاتون جو بدی، شر اور آلودگی سے دور ہو (۳) جب ہم جناب فاطمہؑ کی زندگانی کو تاریخ کے منظر میں ملاحظہ کرتے ہیں تو یہ دل انگیز اور زیبا واقعیت ہم سب پر آشکار ہو جاتی ہے، جیسا کہ آیۂ تطہیر اور روایات میں آیا ہے کہ آپ نے زندگانی کے سخت اور دشوار مراحل میں بھی اپنے آپ کو گناہ میں آلودہ نہیں کیا اور اس دنیائے دنی کے مکار بازار کا فریب نہیں کھایا۔ ہمیشہ اپنی اولاد کو کلمۃ اللہ کا درس دیا اس راہ میں بی بی کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ مشکلات کا استقبال کیا یہی وجہ تھی کہ

۱۔ سورہ احزاب آیہ ۳۳ ۲۔ الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہراء ص ۱۹۲ (مولف: سید عبدالحسین شرف الدین۔ ۳۔ اس روایت کو علامہ امینی نے الغدیر میں اہل سنت کے حدیثی منابع سے نقل کیا ہے۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۹، ۱۰۔

آپ کو فاطمہؑ کہا گیا۔ یعنی وہ کہ جس نے غیر خدا سے قطع رابطہ کیا ہو اور اپنی پوری زندگی میں خدا کے علاوہ کسی اور سے مدد نہ مانگی ہو اور ہمیشہ اسی کی طرف قدم بڑھایا راز و نیاز بے نظیر عبادت اور خدا سے ایسی محبت کہ اس کے علاوہ دنیا کی کوئی شے دل میں نہ ہو۔ اسی لیے خدا کی یاد اور اس کی طرف آگے بڑھنا ہی بی بیؑ کی خوشنودی کا باعث تھا (۱)۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان روایات کی طرف نظر کریں جن میں شیعہ و سنی محدثوں نے تحریر کیا ہے: جب فاطمہؑ غضب کرے تو سمجھو خدا نے غضب کیا اور جب فاطمہؑ خوشنود ہو تو خدا بھی خوشنود ہوتا ہے۔ بعض روایات میں بہت لطیف انداز میں اس نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فاطمہؑ کو اس لیے مریم سے تشبیہ دی گئی ہے کہ آپ کسی گناہ میں آلودہ نہیں ہوئی ہیں اور خدا نے بھی ان کو عالمین کی بے مثل خاتون قرار دیا (۲) اس فرق کے ساتھ کہ فاطمہؑ تمام زمانوں میں بہترین خاتون قرار پائیں لیکن مریمؑ فقط اپنے زمانے کی بہترین خاتون ہیں۔

جہنم کی آگ میں داخل ہونے سے بچانا

بی بی فاطمہؑ تمام مومنین کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ مومنین مرد اور عورتیں جب بھی اپنے رفتار و گفتار میں جناب فاطمہؑ سے توسل کریں گے کبھی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ بہت سے روایات میں جن کو شیعہ اور سنی (۳) محدثوں نے نقل کیا ہے اس طرح آیا ہے: فاطمہؑ کا نام فاطمہؑ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اپنے دوستوں اور فرزندوں کو ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہونے دیں گی۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۱۔ امالی صدوق ص ۱۰۰۔

۲۔ الغدیر ج ۳۔ ص ۴۷۔ ۳۔ الغدیر ج ۳۔ ص ۴۰۶

بہت سی روایات میں اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے۔(۱) مثال کے طور پر امام باقرؑ رسول خداؐ سے نقل کرتے ہیں: رسول خداؐ جناب فاطمہؑ سے فرماتے ہیں کیا تم کو معلوم ہے کس لیے تمہارا نام فاطمہ رکھا گیا؟ امام علیؑ نے فرمایا: کس لیے فاطمہؑ رکھا گیا؟ پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: کیونکہ وہ خود اور ان کے شیعہ جہنم کی آگ سے جدا اور دور ہیں۔(۳)

سَیِّدَةَ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ

بے شمار سنی اور شیعہ احادیث کی بنا پر زہرا علیہا السلام (سیدۃ نساء العالمین) ''خواتین کی سرور و سردار ہیں''(۴)۔

اہل بہشت کی خواتین کی سرور و سردار(۲) اول سے آخر زمانے تک کی بہترین خاتون(۵)۔ نمونے کے طور پر یہاں ابن ابی الحدید کے قول کی طرف اشارہ کریں گے: بتحقیق فاطمہؑ دنیا میں تمام خواتین کی سردار ہیں اور جناب مریمؑ دختر عمران سے افضل ہیں اور جب قیامت کے دن میدانِ حشر عبور کریں گی تو عرش الٰہی کی طرف سے دستور آئے گا اے لوگو! (جو یہاں جمع ہو) تم اپنی اپنی نگاہیں نیچی کرلو محمدؐ کی بیٹی گزر رہی ہیں۔ ابن ابی الحدید اور آگے لکھتے ہیں: یہ حدیث احادیث صحیحہ میں سے ہے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ پیامبرؐ نے فرمایا: جو بھی فاطمہ کو اذیت دے گا اور غضب میں لائے گا وہ درحقیقت مجھ کو اذیت دے گا اور غضب میں لائے گا(۶)۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۲۔ ص ۱۹۔ ۱۰ ۲۔ بحار الانوار ج ۴۲۔ ص ۱۰

۳۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۹۶۔

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۹۶۔ صحیح بخاری، ج ۵، ص ۴۱۲

۵۔ الغدیر، ج ۲، ص ۴۴۲ ۶۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۹۔ ص ۱۹۳

سیّدۃ نساء العالمین کا مفہوم

اگر چہ عرف عام میں لفظ ''سیّدہ'' کے کافی روشن معنی ذہن میں ہیں۔ لوگ اپنی پوری زندگی میں کافی دفعہ سرور، مولا، آقا اور بانو جیسے الفاظ سنتے ہیں اور شاید اس بات کا بھی تجربہ کیا ہو کہ جب بھی ان تمام الفاظ کے مفاہیم کو ذہن میں رکھ کر سیدہ کا لفظ سنیں تو ایک الگ ہی معنی ذہن میں ابھرتے ہیں، لیکن ایسا لگتا ہے کہ سیدۃ النساء العالمین عام معنی سے کچھ فاصلہ رکھتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء العالمین ہیں: جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا کہ ان کی خلقت اور سرشت خصوصی ہے۔ ماں اور باپ خدیجہؑ اور رسول اکرمؐ جیسے کامل نمونے، حالانکہ آپ کی زندگی کافی کم تھی، لیکن بی بی کی اسی کم عمری میں ہم دیکھتے ہیں کہ شوہر داری کے لحاظ سے، عبادت و راز و نیاز کے لحاظ سے اور مشکلات میں صبر و استقامت کے لحاظ سے ایسی تھیں کہ آپ تمام خواتین کے لیے نمونۂ عمل بنیں۔ جہاں بی بیؑ کی زندگی خواتین عالم کے لیے زندگی کے اصول وضع کرتی ہے وہیں آپ کی رفتار اور گفتار مردوں کے لیے بھی ہدایت بلکہ آپ کی پوری نسل پاک ہمیشہ عالمِ انسانیت کے لیے نمونۂ عمل ہے اور تا قیام قیامت رہے گی۔

دوسرا نکتہ جو بی بیؑ کے سیدہؑ ہونے کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے والد، شوہر اور تمام اولادیں عالمِ انسانیت میں برتر اور بہترین ہیں پاکیزہ اور الٰہی سرشت ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کسی بھی حال میں خطا کی مرتکب نہیں ہوئیں۔ جناب فاطمہ علیہا السلام تمام خواتین کی ہر زمانے میں سرور اور سردار ہیں کیونکہ نساء اسم جنس ہے اور کلمۂ عالمین کی طرف اضافہ ہوا ہے۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمَا یَا سِبْطَیْ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ
وَ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

بڑے پیغمبروں پر سلام کے بعد چوتھا سلام امام حسن وامام حسین علیہما السلام پر ہے اس سلام میں رسول خداؐ کے دونوں جگر گوشوں کے نام ذکر نہیں ہوئے ہیں۔ اور بارہ معصومینؑ اور اولوالعزم پیغمبروں کے ناموں کے برخلاف ان دو معصوموں پر ایک سلام کیا گیا ہے اور دونوں کو فرزندان پیامبر اور جوانان بہشت کے سردار کہہ کر سلام کیا گیا ہے، اس سے متعلق چند نکات پر توجہ ہو:

(۱) سبط (فرزندانِ پیغمبرؐ)

رسول خداؐ کے دشمنوں نے آپ کو شکست دینے کے لیے بہت ہتھکنڈے اپنائے اور مختلف انداز میں آپ کو اذیتیں دیں مگر سب کے سب ناکامی سے دوچار ہوئے تو وہ اس بات پر ہی خوش تھے کہ آپؐ کے بعد آپؐ کی کوئی نسل باقی نہیں ہے جو آپؐ کے مقصد کو آگے بڑھائے اور آپ کو ابتر کا لقب دیا جس پر قرآن نے کہا کہ یہ سب خیالات باطل ہیں (۱) جو مشرک، منافق اور بدخواہ افراد اپنے دل میں بسائے ہوئے ہیں کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو فاطمہ زہرا علیہا السلام جیسی کوثر عنایت کی اور اس میں اپنے رسولؐ کی پاکیزہ نسل کو برقرار کیا ہے (۱) لہٰذا پاک و پاکیزہ نسل پیغمبر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے ہی ممکن تھی، اسی لیے خدا نے اس عظیم اور منفرد خصوصیت کو فاطمہؑ اور علیؑ کے گھر میں قرار دیا۔

۱۔ سورۂ کوثر۔

پیغمبر خداؐ نے مختلف لہجوں میں حسن و حسین علیہما السلام کو اپنا فرزند کہہ کر خطاب کیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ پیامبرؐ کے صحابی ان دونوں شہزادوں کو "سبط" کہہ کر پکارتے تھے۔ شیعہ اور سنی محدثوں نے متواتر روایات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے بہت سی روایات میں ان دونوں شخصیتوں کو فرزند، سبط اور اسی طرح کی مختلف تعبیروں کے ذریعے خطاب کیا ہے۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے القاب میں ابن سبط اور سیّد بہت خصوصیت کے حامل ہیں۔ علامہ مجلسی اس بارے میں یوں نقل کرتے ہیں۔

امام حسینؑ کی کنیت فقط "ابوعبداللہ" ہے لیکن ان کے القاب زیادہ ہیں۔ جیسے رشید، طیب، وفی، سیّد، ذکی، مبارک، التابع المرضاۃ اللہ جو خوشنودیِ پروردگار کے تابع ہو، اور سبط۔ ان تمام القاب میں سے مشہور ترین لقب ذکی ہے اور یہ وہ بلند و بالا مرتبہ رکھنے والا لقب ہے جو پیغمبر خداؐ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو دیا تھا اور فرمایا تھا: "سید جوانان بہشت۔"

پس لقب سیّد سب سے اور اہم ترین القاب میں سے ہے، جو امام حسینؑ کے لیے مشہور ہے اور اسی طرح لقب (سبط) بھی۔ کیونکہ پیغمبر خداؐ سے صحیح روایت میں نقل ہوا ہے کہ حسینؑ سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (۲)

اور جیسا کہ اشارہ کیا گیا یہ لفظ جس نکتے کی طرف اشارہ کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ رسول خداؐ کی پاکیزہ نسل میں سے ہیں، اور یہ معمولی نسل نہیں ہے، بلکہ رسول

۱۔ تاریخ بغداد، ج۱، ص۳۱۶۔ ج۳ ص۹۱۵، الریاض النضرۃ ج۲۔ ص۶۸۔

۲۔ بحارالانوار ج۴۳، ص۲۳۷۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۶۵۸ ج۵ ۳۷۷۵،۳۷۷۴،۳۷۶۹۔

اکرمؐ اور امام علیؑ کے پاکیزہ وجود کے بعد ہدایت اور امامت کا پرچم سنبھالیں گے اور انہی کی طرح قرآن کے ہم پلہ اور زمین پر امانت خدا کے عہدے دار ہیں اور فرزندان اسلام کے لیے مایۂ سعادت ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ پیامبر خداؐ ان دونوں شہزادوں سے بہت محبت کرتے تھے۔(۲) اور اپنی خوشبو کے دو پھول کہتے تھے۔(۳) ان دونوں کو اپنے کندھوں اور پشت پر سوار کرتے تھے۔(۴) حتی کہ سجدے میں بھی اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ وہ آپؐ کی پشت پر سوار ہو جائیں (۵) ان دونوں کی وجہ سے اپنے خطبے کو ناتمام چھوڑ کر منبر سے نیچے آ جاتے تھے۔ ان دونوں کو اپنا بیٹا، سیّد جوانان بہشت، بہشت کی زینت اور عرش الٰہی کے دو گوشوارے کہہ کر خطاب کرتے تھے (۴) نصاریٰ نجران سے مباہلے کے وقت بھی علیؑ، فاطمہؑ اور حسنین علیہم السلام کو اپنے ساتھ لے گئے (۶) حقیقت تو یہ ہے کہ رسول خداؐ نے قرآن کے حکم کے مطابق حسنین علیہم السلام کو اپنے بیٹے شمار کیا، کیونکہ آیۂ مباہلہ میں خدا نے اپنے رسول اکرم کو حکم دیا کہ نصاریٰ نجران سے کہو کل ہم اور تم دونوں اپنے علاوہ اپنی خواتین اور فرزندوں کو اپنے ہمراہ لائیں۔ اس آیہ شریفہ سے جو کہ قرآن کی روشن آیات میں سے ہے ایک اور نکتہ بھی استفادہ کیا جاتا ہے اور وہ یہ

۲۔ اس بارے میں شیعہ اور سنی راویوں نے بہت سی روایات نقل کی ہیں (المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۸۷، بحارالانوار ج ۴۳، ص ۳۷۵، ۳۲۷۔

۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۸۸ اور سنن الترمذی، ج ۵ ص ۶۵۷

۴۔ کشف الغمہ، ج ۱ ص ۵۲۶ ۵۔ ترجمہ الحسین، ابن عساکر، ص ۱۳۸۔ حلیۃ اولیاء، ج ۲، ص ۳۵

۶۔ سورہ آل عمران آیہ ۶۱ (سنن الترمذی، ص ۶۵۸، ۶۶۱

ہے کہ علی نفس رسولؐ ہیں اور شاید یہی بات دلیل بنے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ فرزند رسولؐ ہیں جبکہ آیت میں علیؑ کے نام کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ کہا نفس رسولؐ کیونکہ رسولؐ اور علیؑ کا نفس ایک ہی ہے اور حسن و حسین علیہما السلام اس نفس کے دو بیٹے ہیں اس وجہ سے ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ اس بات کی تصریح کی جائے کہ امیر المومنینؑ ان دونوں بزرگواروں کے باپ ہیں اگر ان دونوں سیّد جوانان بہشت کو فقط امیر المومنین علیہم السلام کی طرف نسبت دی جائے تب بھی درست ہے کیونکہ علیؑ اور محمدؐ دو نور ہیں جو ہمیشہ ایک ساتھ تھے اور کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے جیسے ایک روح ہو اور دو بدن ہوں۔(۱) البتہ یہ سارے نکات جناب امیر المومنین علیہم السلام کے دوسرے بیٹوں کے لیے نہیں کہے جاسکتے، کیونکہ آیۂ مباہلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہی فقط رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کے فرزند ہیں۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس کی طرف اہل سنت کے مشہور دانشمندوں نے بھی اشارہ کیا ہے جیسا کہ ابن عسا کر نے امام حسنؑ کے لیے لکھا ہے: وہ امام حسنؑ سبط رسول خداؐ ہیں، آپؐ کے وجود کی خوشبو ہیں اور دو سید جوانان بہشت میں سے ایک ہیں (۲) اور سیوطی نے لکھا ہے: وہ امام حسنؑ سبط رسول خداؐ ہیں اور آپ کے وجود کی خوشبو ہیں۔۔۔۔)(۳)

بہر حال یہ لقب بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور زیارت نامے کے متن سے یہ بھی استفادہ ہوتا ہے کہ یہ لقب اتنی زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ آپ دونوں شہزادوں کے نام کی جگہ یہ لقب استعمال کیا گیا۔

۱۔(انا و علی من شجرة واحد و سائر الناس من شجر شتی)(لحمک من لحمی و دمک من دمی۔۔۔)

۲۔مختصر تاریخ دمشق، ج ۷ص ۵، نقل از اعلام الھدی، ص ۱۳۱۔ ۳۔تاریخ الخلفاء ص ۷۳۔

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پر ایک سلام

اس زیارت نامے میں دوسرے معصومین پر جدا جدا سلام کرنے کے برخلاف امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام پر جدا جدا سلام نہیں کیا گیا بلکہ دونوں پر ایک ہی سلام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے آیۂ مباہلہ کی روشنی میں یہ دونوں پیغمبر خداؐ کے فرزند ہیں اور دونوں آپؐ کے سبط ہیں، جوانان جنت کے سردار بھی ہیں ان دونوں کی ولادت کے وقت میں بھی زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ رسول خدا دونوں سے بے حد محبت کرتے تھے اور دونوں کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس بات کی دلیل یہ ہو کہ یہ دونوں شہزادے آپس میں بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ زمین پر حجت خدا پیغمبرؐ کے خلیفہ اور مقام عصمت و امامت رکھنے والے تھے۔ سارے معصوم امام علیہم السلام جناب امام علی علیہ السلام کے علاوہ امام معصومؑ کی اولاد ہیں۔ لیکن سب کے بھائی معصوم نہیں ہیں۔ یہ فضیلت کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ایک دوسرے کے بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ زمین پر خدا کی حجت بھی ہیں۔ کتاب کافی (۱) میں اس بات کی طرف متعدد روایات میں اشارہ کیا گیا ہے کہ معصوم امام کسی امام ہی کا بیٹا ہوتا ہے لیکن فقط امام حسنؑ اور امام حسینؑ ایسے دو بزرگوار ہیں کہ جن کے والد بھی معصوم ہیں اور یہ دونوں آپس میں بھی بھائی ہیں اور یہ خصوصیت نہ کبھی دیکھی گئی اور نہ دیکھی جائے گی۔ اسی وجہ سے اس زیارت نامے میں ایک ہی سلام ان دونوں بزرگواروں پر کیا گیا ہے۔ ان دونوں نے ہمیشہ اپنے جد رسول اکرمؐ کے لائے ہوئے دین کی پاسداری کی اور اس کے ستونوں کو محکم کیا۔

(۱) کافی، ج۱، ص، ۲۸۶، وافی ج ۲، ص ۱۳۶، ۱۳۵۔

اس لیے ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ تصور نہیں کیا جا سکتا اور ہر ایک نے اپنے زمانے کے حساب سے دین کی خدمت کی، کیونکہ ہر زمانے کی مصلحت اور تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں ہر زمانے میں عدالت اور معنویت کو فروغ دینے میں اس زمانے کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ بتحقیق خدا چاہتا تھا کہ سلسلۂ امامت کو امام حسینؑ کی نسل میں قرار دے، امام حسنؑ کی نسل میں امامت کو قرار دینا اللہ تعالیٰ کی مصلحت نہیں تھی، اسی لیے رسول خداؐ ہمیشہ دونوں کے ناموں کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حسنؑ و حسینؑ ہر دو امام ہیں، چاہے قیام کریں، چاہے قیام نہ کریں۔ دونوں دنیا اور امّت کی روح ہیں۔ (۱) دونوں زمین پر بسنے والے بہترین انسان ہیں۔ (۲) دونوں عترت رسولؐ میں سے ہیں۔ (۳) دونوں کشتیِ نجات ہیں۔ (۴) دونوں اہل بیت علیہم السلام میں سے ہیں۔ (۵) اور دونوں میرے لخت جگر ہیں۔ (۶) بہرحال روایات میں جہاں بھی ان دونوں شہزادوں سے مربوط مسائل کا ذکر آیا ہے تو جدا جدا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ ایک ہی ساتھ اشارہ کیا گیا ہے (۷) بعض دانشمندوں نے انہی روایات کی پیروی کرتے ہوئے فاطمہ زہراؑ کے ان دونوں لخت جگر کے بارے میں جب بھی گفتگو کی ایک ہی جگہ

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۸۸ اور سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۷۔ ۲۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۶۷۔

۳۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۶۔ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۰۹۔

۴۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴، ص ۳۰۶۔ ۵۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴، ص ۳۰۶۔

۶۔ سنن ترمذی، ص ۶۵۶، ۶۵۹۔

۷۔ شیعہ اور سنی روایات میں یہ مطلب بہت روشنی کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ بحار، ج ۴۳۔ المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۵۷۔

تذکرہ کیا ہے۔(۱)

سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

متعدد اور متواتر روایات میں جو شیعہ اور سنی علماء سے نقل ہوئی ہیں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو سرور و سیّد جوانان بہشت خطاب دیا گیا ہے اور اس قسم کی روایات کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ان روایات کی بنا پر پیغمبر خداؐ نے بارہا اور صراحت کے ساتھ اس بات (سرور و سیّد جوانان بہشت) کی طرف اشارہ کیا ہے(۲) جیسا کہ ان دونوں شہزادوں کی مادر گرامی کو جنت کی خواتین کی سردار کا لقب دیا ہے۔ یہ لقب ان دونوں شہزادوں کے لیے اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ بعض دانشوروں نے ان کے لیے سب سے زیادہ اہم لقب شمار کیا ہے۔

انسان کی زندگی کا بہترین دور جوانی ہے۔اس دنیا میں نشاط،قدرت اور زندگی کی رعنائی،جوانی میں عروج پر ہوتی ہے اور جیسا کہ روایات اور آیات قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے بہشتی جوان ہوں گے اور بہشت میں ان دونوں شہزادوں کی جوانی کچھ ایسی خاصیت کی حامل ہوگی کہ ہر کوئی ان کی زیارت کا مشتاق ہوگا۔

❁❁❁❁❁

۱۔بعنوان مثال علامہ مجلسی نے ان دونوں بزرگواروں کی تاریخ زندگانی ایک ہی جگہ ذکر کی ہے۔

۲۔سنن ترمذی، ج۵،ص۶۵۶۔بحارالانوار ج۴۳،ص۲۷۰۔

اَلسَّلامُ عَلَیۡکَ یَا عَلِیَّ بۡنَ الۡحُسَیۡنِ ،سَیِّدَ الۡعَابِدِیۡنَ

علی بن الحسین علیہما السلام بارہ اماموں میں سے چوتھے امام اور چودہ معصومینؑ میں سے چھٹے معصوم ہیں۔ امام کے القاب زین العابدین ،سیّد العابدین ، سجاد وغیرہ ہیں، جن میں سے زیارت نامے میں فقط سیّد العابدین کا لقب ذکر کر کے سلام کیا گیا ہے۔

سیّد محسن امین کتاب اعیان الشیعہ میں لکھتے ہیں: امام کے القاب بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں مشہور زین العابدین اور سیّد العابدین ہیں۔ (۱) دوسرے علماء جنہوں نے ان القاب کے مشہور ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے نام یہ ہیں: شہر آشوب (۲) ،اربلی (۳)، شیخ مفیدؒ (۴) اور علامہ مجلسیؒ (۵)، ایک روایت میں جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے کچھ اس طرح نقل ہوا ہے: ایک دن رسول خداؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپؐ کی گود میں امام حسینؑ تشریف فرما تھے اس وقت آپؐ نے فرمایا: اے جابر حسینؑ کی نسل سے ایک فرزند اس دنیا میں آئے گا اس کا نام علی ہوگا اور جب قیامت آئے گی تو منادی ندا دے گا: اے سیّد العابدین! اٹھو، تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوگا۔ (۶) اور معروف ہے کہ زہری ہمیشہ کہتا تھا جب روز قیامت آئے گا تو منادی ندا دے گا: اے سیّد العابدین کھڑے ہو جاؤ تو علی بن الحسین علیہما السلام کھڑے ہو جائیں گے۔ (۷)

۱۔ المجالس السنیہ، ص ۴۰۶ اور اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۲۹۔ ۲۔ مناقب، ج ۳، ص ۲۱۰۔
۳۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۶۔ ۴۔ الارشاد، ج ۲، ص ۱۴۵۔ ۵۔ بحار الانوار، ج ۴۶ ص ۴
۶۔ احقاق الحق، ج ۱۲، ص ۱۳، ۱۶۔ البدایہ والنھایہ، ج ۹، ص ۱۰۶۔ ۷۔ المجالس السنیہ، سید محسن امین، ص ۴۰۶، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۷۔

اس مشہور لقب اور دوسرے القاب مانند زین العابدین اور سیّد الساجدین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اپنی عبادات اور سجود میں خصوصی امتیازات کے حامل تھے، جس کی وجہ سے آپؑ کو عابدوں کے سردار و آقا کا لقب ملا۔ آپؑ کی عبادات کے بارے میں متعدد اور مختلف باتیں نقل کی گئی ہیں، ان میں سے فقط ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ہے: زیادہ تر عابد حضرات دو مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں یا خلوت اور تنہائی کو انتخاب کرتے ہیں تاکہ معاشرے اور لوگوں سے دور رہ کر خدا کی عبادت کریں ان میں سے کچھ عابد اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں، لیکن زیادہ تر معاشرے سے لاتعلق ہوجاتے ہیں۔ یا پھر لوگوں سے دور نہیں جاتے اور تنہائی کو اختیار نہیں کرتے اور لوگوں میں رہتے ہوئے ان سے متاثر ہوجاتے ہیں اور ناقص عبادت انجام دیتے ہیں۔ لیکن سیّد العابدین ان دونوں گروہوں کے برخلاف اور ان عابدوں کے برخلاف جو خدا کی حقیقی معرفت نہ رکھتے ہوئے عبادت کرتے ہیں۔ ایسے عابد تھے جو نہ تنہائی پسند تھے اور نہ لوگوں میں رہتے ہوئے ان سے متاثر ہوتے تھے، بلکہ لوگوں میں رہتے بھی تھے اور ان کے ساتھ رابطہ بھی رکھتے تھے اور ان کی مشکلات بھی حل کرتے تھے تو ایسی شخصیت کے لیے سزاوار ہے کہ انھیں سیّد العابدین جیسے زیبا لقب کے ساتھ سلام کیا جائے۔

قُرَّةَ عَینِ النّٰاظِرِینَ

بصیرت رکھنے والا ہر شخص جب امامؑ کو دیکھتا تھا تو ان کی شخصیت سے اتنا متاثر ہو جاتا تھا کہ ان کو اپنی آنکھوں کا نور سمجھنے لگتا تھا۔ خدا سے عشق، لوگوں کی خدمت، صبر، زیبائی، دل پزیر چہرہ، صادقانہ میل جول اور ان جیسے خدادادی اور اکتسابی بہت سی دوسری صفات اس طرح آپ کے وجود میں جلوہ نما تھیں کہ دیکھنے والا آپ کے اس حسن میں جذب ہو جاتا تھا۔ دوست، دشمن، عالم، جاہل سب آپ کے ان اعمال کو پسند کرتے تھے اور سب کے سب آپؑ کی جلالت، اعلیٰ مقام، حسن خلق، علم، فقہ، ورع اور تقوے پر ایمان رکھتے تھے۔ معروف ہے کہ ہشام بن عبدالملک اپنے بھائی ولید کے ہمراہ حج پر گیا تھا، جب اس نے چاہا کہ استلام حجر کر لے تو اس میں کامیاب نہیں ہوا، کیونکہ لوگوں کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ وہ حجر اسود کے نزدیک نہیں جا سکا۔ اسی دوران امام علی بن الحسین علیہما السلام طواف میں مصروف تھے، جب امام حجر اسود کے نزدیک پہنچے تو لوگوں نے امام کے لیے راستہ خالی کر دیا تا کہ امام حجر اسود کی زیارت کر سکیں۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد ہشام کو بہت غصہ آیا، کسی نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو اس نے غصے میں جواب دیا: میں نہیں جانتا، کیونکہ اس کو خطرہ تھا کہیں شام کے لوگ ان کی طرف راغب نہ ہو جائیں۔ نامور اور بزرگ شاعر فرزدق نے کہا: میں اس شخص کو جانتا ہوں، اس شخص نے فرزدق سے سوال کیا یہ کون ہے؟ اس وقت فرزدق نے یہ مشہور قصیدہ آپ کی شان میں پڑھا:

هذا ابن خير عباد الله كلهم   هذا التقى النقى الطاهر العلم

وليس قولك من هذا بضائره   العرب تعرف من انكرت والعجم

یہ جوان خدا کے بندوں میں بہترین ہے، یہ پرہیز گار، پاک اور ہر عیب سے منزا ہے اور ہر خاص و عام میں معروف ہیں اور یہ تیرا کہنا کہ تو اس کو نہیں پہچانتا، ان کو کوئی ضرر و زیان نہیں پہنچائے گا۔ کیونکہ سب عرب و عجم ان کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ (۱)

۱۔ یہ قصیدہ شیعہ اور سنی منابع میں کچھ اختلاف کے ساتھ نقل ہوا ہے (اعیان الشیعہ ج۱ص۶۳۴، الارشاد ج۲، ص۱۵۰۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍ بَاقِرَ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِیِّ

سلام ہو تم پر اے محمدؑ، علیؑ کے بیٹے، اے رسول خداؐ کے بعد علوم الٰہی کے سرچشمے، امام محمد باقرؑ ساتویں معصوم اور پانچویں امامؑ ہیں۔ حضرت معصومہ علیہا السلام کے اس زیارت نامے میں ساتواں خصوصی سلام آپؑ پر کیا گیا ہے۔ آپ اہل بیتؑ رسولؐ اللہ میں پہلے محمدؑ اور معصومین علیہم السلام میں دوسرے محمدؑ ہیں۔ آپؑ کا چہرا اور رفتار بالکل اپنے جد رسول اکرمؐ کی مانند تھا۔ یہاں تک کہ اپنی گفتار میں سب سے زیادہ سچے، سختیوں میں سب سے زیادہ صابر، خدا کی راہ میں اپنی جان و مال کو لٹانے والے، لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مصروف رہتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ تاجدارِ رسالت، حضرت محمدؐ نے ایک مرتبہ پھر اس کرۂ ارض پر قدم رکھا ہے۔

جب بھی ہم کسی باغ کو سرسبز و شاداب دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پودے ایک کے بعد ایک اپنا سر خاک سے باہر نکالیں اور ان کی شاخوں کے سروں پر چھوٹی چھوٹی کلیاں نکلیں اور وہ کلیاں بھی پھول کی صورت میں ہمیں دکھائی دیں۔ تا کہ اس کو دیکھ کر ہم خود بھی شاداب ہو جائیں، تو اس نتیجے تک پہنچنے کے لیے زیادہ محنت اور مشقت کی ضرورت ہے، سب سے پہلے ایک ماہر اور تجربہ کار کسان ہو جو آب اور خاک کے بارے میں معلومات رکھتا ہو، تا کہ وہ اپنی تمام معلومات کی بنا پر اس طرح عمل کرے (۱) اور دیکھے کہ کون سی زمین مناسب ہے اور اس میں پانی کی مقدار کیا ہونی چاہیے اور بیج کون سا ہونا چاہیے۔ البتہ یہ سب بھی کامل ہو جائے تو بھی کافی نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی ایک وقت چاہیے کہ اس بیج

(۱) سورہ حج آیہ ۵ (وتری الارض ھامدۃ)

سے پھول نکلے۔اور اس بیج بونے سے پھول نکلنے تک کے عمل میں بہت زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے، کہ اس بیج کو صحیح وقت پر پانی دیا جائے اور صحیح مقدار میں سورج کی روشنی اس پر پڑے تو ایک خوبصورت پھول اس پودے کی شاخوں پر نمودار ہو اور ہم سب اس کو دیکھ کر مسرور ہوں۔

رسول خداؐ پہلے محمدؐ تھے، جنہوں نے اسلام کی بنیاد رکھی اور آپؐ خدا کے سرسبز باغ کے تجربہ کار اور ماہر باغباں تھے۔جنہوں نے خدا کے حکم سے (یعنی جو اس زمین ،زمان اور آسمان کا حقیقی مالک ہے) جزیرۃ العرب جیسی زمین کو خوبصورت پھول والے پودوں کی کاشت کے لیے چنا۔خاتم الانبیاء حضرت مصطفیٰؐ نے جزیرۃ العرب جیسے بے جان بیابان کی کاشت میں بہت زحمتیں اٹھائیں۔ خدا کے اس یگانہ اور بے مثل رسولؐ نے اپنے مال و جان اور اہلبیتؑ کی پروانہیں کی، اور اس قبرستان جیسے بیابان کو سرسبز و شاداب بنانے کے لیے ہر وہ چیز جو ضروری تھی فراہم کی۔دوسری جانب وحیِ الٰہی کا خالص روحانی سرچشمہ تمام پودوں کو تیار کرنے میں مددگار رہے ۔لیکن بے شک یہ سب بھی کافی نہیں تھا، بلکہ ایک وقت درکار تھا تاکہ وہ پودا زمین سے نکلنے اور اس کی کلیاں پھول کی شکل اختیار کریں۔اور جب دوسرے محمد نے اس زمین پر قدم رکھا تو اس کے لیے بھی ضروری تھا کہ پہلے والے محمدؐ کے تمام وسائل اور امکانات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے زمانے کے لوگوں کو ایک نئے دور میں داخل کریں۔محمد بن علی علیہما السلام دوسرے محمد تھے، جنھوں نے اس عظیم بار کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا۔ایسے زمانے میں جب مغرب و مشرق کا کلچر مسلمانوں کے افکار پر اثر انداز ہوا اور وہ ان میں اثر و رسوخ کر چکا تھا تو اس وقت اموی حکومت میں سیاسی

بحران اور ضعف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک مرتبہ امام جیسے باغباں کو موقع ملا کہ دانش اسلامی کا پرچار کیا جائے۔ حضرت امام باقرؑ اس وقت میدان میں اترے اور اپنے جد کی پیروی کرتے ہوئے علم کے مختلف ابواب کھولے۔ حضرت امام باقرؑ کا یہ حساس اور خطرناک دور تھا کہ آپؑ نے امت اسلامی کی تاریخ کو یادگار بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول خداؐ نے اس بات کی پیش گوئی کی تھی۔ حقیقت میں مسلمانوں کو اس عظیم عہدے کے بارے میں آگاہ کیا، لہٰذا نام محمد اور آپؑ کا لقب باقر دونوں وزن کیے ہوئے ہیں اور رسول خداؐ نے ان دونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

بَاقِرَ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِیِّ

تمام محققین جو حضرت امام باقرؑ کی زندگی کے متعلق تفحص و جستجو کرنے والے ہیں چاہے سنی ہوں یا شیعہ، اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ لفظ "باقر" "بقر" کے مصدر سے ہے اور اس کے معنی ہیں "شق"، "شگافتہ کرنا"، "کھولنا" اور "وسیع کرنا" (۱) باقر کا لقب آپ کو بے حد علم کی وجہ سے دیا گیا۔ آپؑ علم و دانش کے عمیق ترین ابواب کھولتے تھے اور مخاطب کی علمی وسعت کے حساب سے اُس سے گفتگو کرتے تھے۔ اور یہ نکتہ اتنا مشہور ہوا کہ لغات میں بھی درج کیا گیا۔ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں (تبقر) دانش اور مال کو پھیلانے کے معنی میں ہے، اور اسی وجہ سے محمد بن علی بن الحسینؑ کو باقر کہا جاتا تھا کہ علم کے ابواب کو شگافتہ کرتے تھے، کیونکہ اصل اور حقیقت مطلب کو جانتے تھے اور فرع کو اصل سے استنباط کر کے پھیلاتے تھے۔

(۱) دایرۃ المعارف تشیع، ج ۲، ص ۳۵۶

زبیدی تاج العروس میں ابن منظور کے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے

ہیں: باقر، امام محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام کا لقب ہے اور فقط اس لیے یہ لقب آپ کو دیا گیا کہ آپ نے علم و دانش کے ابواب کھولے اور اس کے احاطے کو وسیع کیا اور جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی معروف حدیث جو رسول اکرمؐ سے نقل ہوئی، اشارہ کیا گیا ہے اور اس حدیث کو جہانِ اسلام کے بڑے بڑے دانشوروں نے آپ کے بارے میں نقل کیا ہے(۱)

ابرش کلبی امامؑ کے بارے میں نقل کرتے ہیں وہ (یعنی محمدؑ) زمین و آسمان کے علم پر سب سے زیادہ عبور رکھتے ہیں اور وہ رسول خداؐ کے فرزند ہیں (۲)

عبدالحی حنبلی کہتا ہے "وہ مدینۃ النبیؐ کے فقیہوں میں سے ہیں اور اس لیے اُن کو باقر کہتے ہیں کہ علم و دانش کے ابواب کھولنے والے ہیں اور درحقیقت علم کو پہچاننے والے ہیں (۳)

۱۔ لسان العرب، ج۱،ص ۳۰۹

۲۔ جیسا کہ آئے گا کہ اس حدیث کو شیعہ و سنی محدثوں نے رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ محمد آنے والے زمانے میں ابوابِ علوم کھولے گا۔

۳۔ رجال تاج العروس۔ص ۱۴۹

ابنِ طلحہ شافعی لکھتا ہے: محمد ابن علیؑ جن کا لقب باقر ہے علم و دانش کے ابواب کھولنے والے اور تمام علوم کے مجموعے ہیں، اُن کا علم آشکار اور علم کی سر بلندی انہی کے وجود سے ہے. علم کے چشمے آپؑ کے وجود سے پھوٹتے ہیں، آپؑ کا دل صاف اور علم پاک ہے(۱)

احمد بن یوسف دمشقی اُن کو تمام فضیلتوں کے سرچشمے اور علوم کے ابواب کو کھولنے والے جانتے ہیں(۲) اور ابنِ صباغ مالکی آپؑ کو صاحبِ علم و دانش، صاحبِ فضیلت، آقائے ریاست و امامت جانتے ہیں (۳) ابنِ کثیر آپؑ کو اس امت کا مشہور ترین چہرہ اور علوم کے ابواب کھولنے والے جانتے ہیں۔(۴)

ابنِ خلکان (۵)، یافعی اور علمائے اہلسنت کے کچھ اور گروہ بھی آپؑ کو علم و دانش کا سرچشمہ اور اس کو پھیلانے والا جانتے ہیں۔(۶)

اس گفتگو کے اختتام پر ابنِ حجر جو کہ اہلسنت کے بہت بڑے دانشور ہیں ان کا قول نقل کرتے ہیں جو انھوں نے علوم کے سمندر یعنی حضرت امام محمد باقرؑ کی شان میں کہا ہے۔

---

(۱) مطالب السؤل، ص ۸۰۔ کشف الغمہ ج ۲، ص ۳۲۹۔

(۲) اخبار الاول، ص ۱۱۱ بہ نقل از اعلام الھدایہ، ج ۷، ص ۲۳۔

(۳) الفصول المہمہ، ص ۲۱۴۔

(۴) البدایہ والنھایہ، ج ۹، ص ۳۰۹۔

(۵) اعلام الھدایہ، ج ۷، ص ۶۵۔

(۶) اعلام الھدایہ، ج ۷، ص ۶۵ بہ نقل از وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۲۱۴۔

''محمد بن علی کو باقر کہا جاتا ہے، کیونکہ ''بقر'' زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کو نکالنے کے معنی میں آتا ہے، آپؑ نے معارف، حقائق احکام، حکمت اور دقیق مطالب کے خزانوں کو اس طرح آشکار کیا کہ فقط وہ لوگ جن کی آنکھوں پر پردے ہیں اور دل برائی اور رجس سے بھرے ہوئے ہیں، انکار کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپؑ کو علم اور دانش کے ابواب کھولنے والے اور تمام علوم کا سرچشمہ کہا جاتا ہے۔''

آپؑ کا علم و دانش آشکار ہے، آپ کی وجہ سے علم سر بلند ہے۔ آپؑ کا دل پاک، علم و عمل آشکار، روح پاکیزہ، شریف اَخلاق تھا، اپنا تمام وقت خدا کی اطاعت میں گزارنے والے، اور ایسے عرفانی مراحل کو طے کرنے والے جن کو بیان کرنے سے یہ زبان قاصر ہے اور اس مختصر نگارش میں وسعت نہیں ہے کہ اُن تمام معارف کو بیان کیا جائے۔ اس مقام پر فقط ایک روایت ابنِ مدینی سے جو جناب جابر سے نقل ہے، میں بیان کیا جاتا ہے: میں ایک دن رسول اکرمؐ کی خدمت میں تھا اور امام حسینؑ آپؐ کے زانو پر تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضورؐ نے فرمایا: اے جابر اس حسینؑ سے ایک فرزند دنیا میں آئے گا، اس کا نام علیؑ ہوگا، جب روز قیامت آئے گا تو منادی ندا دے گا: اے سیّد العابدین! کھڑے ہو، تو حسینؑ کا فرزند کھڑا ہو جائے گا۔ اور اسی فرزند سے ایک بچہ دنیا میں آئے گا اس کا نام محمدؑ ہوگا اور جب تم اس کا دیدار کرو تو میرا سلام اس تک پہنچا دینا (۱)

حضرت امام محمد باقرؑ کی عظمت اس قدر زیادہ تھی کہ قتادہ کہتا ہے کہ جب میں ابنِ عباس جیسے بڑے فقیہوں اور دانشوروں کے ساتھ بیٹھتا تھا تو کوئی اضطراب نہیں ہوتا

۱۔ الصواعق المحرقہ، ص ۳۰۵۔

تھا مگر جب میں حضرت امام باقرؑ کی مجلس میں شرکت کرتا تھا تو ایک عجب اضطراب مجھے گھیر لیتا تھا (۱) عبداللہ بن عطار کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے دانشوروں کا علم محمد بن علیؑ کے علاوہ کسی کے مقابلے میں کم نہیں پایا۔

جو کچھ بھی اہلسنت کے دانشوروں نے امامؑ کے بارے میں کہا اور نقل کیا گیا ہے اس کی مثال سمندر کے ایک قطرے جیسی ہے، امام محمد بن علیؑ کے لقب کے بارے میں شیعہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس نظریے کا اظہار کرنا ایک سوال کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قسم کی قضاوت کا کیا سبب ہے؟ اور اس کا منبع کیا ہے۔

اس سوال کا تفصیلی جواب وسیع میدان کا طالب ہے اس لیے ہم جواب کو دو علتوں میں پیش کرتے ہیں (۲)۔ ایسی روایات جو رسول اکرمؐ سے نقل ہوئی ہیں اور شیعہ اور سنّی دونوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اُن تمام روایات کی بنا پر امام محمد بن علی علیہ السلام پیغمبر اکرمؐ کی نسل سے ہیں اور جابرؓ کو یہ ذمے داری دی گئی ہے کہ رسول اکرمؐ کا سلام امام محمد باقرؑ تک پہنچائیں۔ اور آپؑ وہ ہیں جو دانش علم کے ابواب کو کھولیں گے اور ان تمام علوم پر خصوصی احاطہ رکھنے والے ہیں۔ جابرؓ مسجدِ رسولؐ میں بیٹھا کرتے تھے اور بلند آواز میں کہتے تھے: اے باقر العلم، اے باقر العلم! ایک دن جابرؓ مدینے کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ امامؑ اپنے بچپنے کا زمانہ گزار رہے تھے۔ جابرؓ نے کہا: اے بچے! میرے پاس آؤ۔ آپؑ آگے آئے، تو جابرؓ نے کہا۔ واپس جاؤ، تو امام

۱۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۶۳ و بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۸۲۔

۲۔ کافی، ج ۱، ص ۴۶۹۔

واپس چلے گئے۔اس وقت جابرؓ نے کہا: خدا کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اس بچے کی شکل وصورت رسول اکرمؐ سے مشابہ ہے۔ جابرؓ نے بچے سے سوال کیا اے بچے تمہارا نام کیا ہے؟ آپؑ نے جواب دیا: میں محمدؑ بن علیؑ ہوں ۔جابرؓ آگے بڑھے اوراُن کے سر کو بوسا دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں رسول خداؐ نے آپؑ کو سلام کہا ہے۔

متعدد روایات کی بنا پر ثابت ہے کہ جابرؓ امامؑ سے علمی گفتگو کیا کرتے تھے (۱) اور یہ وہ بات تھی جس نے مدینے کے لوگوں کو متحیر کر دیا تھا۔لوگ اس کی وجہ جابرؓ سے دریافت کرتے تھے تو جابرؓ اکثر رسولؐ کی حدیث لوگوں کو سنادیا کرتے تھے (۲)

اس جیسی بہت سی باتیں (۳) سبب بنیں کہ قرآن کریم کے بڑے عظیم مفسر قتادہ، عطا اور کلبی (۴) جیسے لوگوں نے امامؑ کی علمی شخصیت کا اعتراف کیا۔

(۲) مختلف علوم ودانش کو وسعت دینا:

حضرت امام باقرؑ قرآن کے اسرار، سنت، تفسیر اور احکام شرعی میں یگانہ روزگار تھے اور بہت اصحاب، تابعین، فقہاء، مفسرین، محدثین اور مورخین آپ سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر ایک شخص عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اور اس سے ایک مسئلہ پوچھا۔عبداللہ مسئلے کا جواب نہیں جانتا تھا، تو اس نے امام محمدِ باقرؑ کی طرف اشارہ کیا اور اس شخص سے کہا: اس جوان کے پاس جاؤ اور اس سے اپنا مسئلہ پوچھو اور

....

(۱) رجال الکشی، ص ۴۴۔

(۲) ارشاد، ج ۲، ص ۱۰۹۔بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۲۸۶۔

(۳) عوالم، ج ۱۹، ص ۶۵۔۴۶، ۴۵۔

جو جواب ملے مجھے بھی بتا دینا۔ وہ شخص امامؑ کے پاس آیا اور اپنے سوال کا جواب پانے کے بعد عبداللہ بن عمر کو بھی بتایا۔ اس وقت عبداللہ نے اس شخص سے کہا: اِنَّھُم اَھلُبَیتٍ مُفَھَّمُونَ(۱)

ابن شہر آشوب (۲) نے اُن افراد کے نام تحریر کیے ہیں، جنھوں نے امام سے فیض حاصل کیا ہے، اور اُن کے نام کچھ یوں ہیں، جابر بن عبداللہ انصاری (صحابی)، جابر جعفی اور کیان سختیانی صوفی (تابعین)۔ ابن مبارک، اوزاعی، زہری، مالک ابن انس، ابوحنیفہ، شافعی، زیاد بن منذر عفری (بزرگ فقہاء)، طبری، بلاذری، سلامی اور خطیب بغدادی (نامور مولف)۔

جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقرؑ سے ستر ہزار حدیثیں سنی ہیں (۳) محمد بن مسلم کہتے ہیں: امامؑ سے تیس ہزار احادیث سنی ہیں (۴) اگرچہ زیادہ تر احادیث جو امامؑ سے نقل ہوئی ہیں، فقہ کے موضوع پر ہیں۔ لیکن یہ سوالات صرف فقہ سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ اخلاقی اور معنوی مسائل کے بارے میں اور دعا، مناجات، تفسیر قرآن، کلامی اہم مسائل اور معرفت، طبیعت شناسی اور بہت سے مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ یہ دونوں نکتے امامؑ کی شہرت کا سبب ہیں کہ ان کو باقر العلوم کا لقب ملا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتِ معصومہ علیھا السلام کے زیارت نامے

---

(۱) مناقب، ج ۲، ص ۲۸۶

(۲) مناقب، ج ۲، ص ۲۸۴

(۳) اصول کافی، ج ۱، ص ۱۴۰

(۴) اصول کافی، ج ۱، ص ۱۴۰

میں بھی اسی لقب کے ذکر کے ساتھ امام کو سلام کیا گیا ہے۔ البتہ ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ بعد النبیؐ کے الفاظ بھی اس کے ساتھ اضافہ کیے گئے ہیں، یعنی رسول اکرمؐ کے بعد علوم کے ابواب کھولنے والے۔ اس لیے ذکر کیا گیا کہ کہیں امامؑ کے بارے میں لوگ غلو نہ کرنے لگیں۔ کیونکہ امامؑ سے فیض حاصل کرنے والے آپؑ کے بارے میں بہت ہی غلو آمیز باتیں کیا کرتے تھے، اس وجہ سے آپؑ کو محمد ثانی بھی کہا گیا۔

اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا جَعفَرَ بنَ مُحَمَّدٍ الصَّادِقَ البَارَّ الاَمِینَ

حضرت امام جعفر صادقؑ شیعوں کے چھٹے امام ہیں، جن پر اس زیارت نامے میں تین القاب کے ذکر کے ساتھ سلام کیا گیا ہے اور وہ تین القاب یہ ہیں:

الف: صادق۔ ب: بارّ۔ ج: امین۔ لغت میں جعفر کے چند معنی ذکر کیے گئے ہیں ندی، چھوٹی یا بڑی نہر، پانی سے بھری ندی، زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی (۱)

جعفر، امام صادق علیہ السلام کا مبارک نام ہے جو دوسرے آئمہ کے ناموں کی طرح پہلے سے معین ہوا ہے اور روایات میں رسول اکرمؐ نے بارہا اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

الصَّادقَ

لغت میں صدق سچے کے معنی میں ہیں، جو جھوٹے کے مقابلے میں استعمال کیا جاتا ہے اور قرآن میں بھی اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ صادق وہ ہے جو سچی بات کرتا ہے اور جھوٹ اس کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتا (۲)

امام صادق علیہ السلام کا اسم مبارک جعفر ہے، اور آپؑ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، آپؑ کے القاب زیادہ ہیں، لیکن اُن میں سے مشہور لقب صادق ہے، آپؑ کا یہ لقب اتنا مشہور ہے کہ آپؑ کو اصل نام کے بجائے اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ تاریخ میں بھی آپؑ کا مشہور ترین لقب صادق ہی لکھا گیا ہے (۳)

۱۔ فرہنگ جامع نوین، ج ۱، ص ۱۹۲۔

۲۔ قاموس قرآن، ج ۴، ص ۱۱۸۔۱۲۰۔

۳۔ اعیان الشیعه، ج ۱، ص ۶۵۹، منتهی الامال، شرح زندگی امام صادق علیه السلام

بعض روایات کے مطابق یہ لقب رسول خداؐ نے آپؑ کو دیا تھا، کیونکہ آپؑ سب سے زیادہ سچے انسان تھے، اپنی گفتگو کرنے میں اور احکام شرعی بیان کرنے میں (۱)۔

اس لقب کو انتخاب کرنے کے بارے میں چند دلیلیں:

(۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام احکام الٰہی، تفسیرِ قرآن اور سنت رسول اکرمؐ کو بیان کرنے میں ایسے صادق القول تھے کہ آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ آپ کا بیان خواہ کائنات کی شناخت کے بارے میں ہو یا دین اور اس سے وابستہ احکام کے بارے میں بہت دقیق، فکر انگیز، مستدل اور غیر قابل تنقید تھا. رسول خدا نے آپؑ کے بارے میں فرمایا: حق اور سچی زبان کے مالک ہیں۔ (۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے کو جب ہم دیکھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ آپؑ کا یہ لقب بہت حساب و کتاب کے ساتھ آپؑ کے لیے انتخاب کیا گیا۔ کیونکہ آپؑ کے زمانے کے مسائل آپؑ کے والد بزرگوار کے زمانے کے مسائل سے مشابہ تھے۔ اس معنیٰ میں کہ آپؑ کے زمانے میں بھی حقیقی اسلام کی تبلیغ اور ترویج کے تمام وسائل فراہم تھے۔ اموی حکومت سرنگوں ہوئی تھی اور عباسی حکومت کوئی خاص قدرت کی حامل نہیں تھی، اور دوسری طرف امامؑ باقرؑ نے پہلے ہی علمی اور دینی میدان کو تیار کر دیا تھا کہ امام صادقؑ تیزی کے ساتھ اس راہ میں سفر کریں۔ سیاسی، علمی، فرہنگی اور دینی فضا حکومت اموی کے دس سال اور عمر بن العزیز کے زمانے میں زیادہ وسیع ہو چکی تھی، جس کے نتیجے میں بہت سے علماء، محدث، متکلم اور فقیہی

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۹۔۸. الانساب للسمعانی، ج ۳، ص ۵۰۷۔

۲۔ دائرۃ المعارف تشیع، ج ۲، ص ۳۵۸۔

افرادعزم راسخ کے ساتھ میدان میں قدم رکھ چکے تھے۔اس لیے امام صادقؑ کا دور علم حدیث، فقہ اور کلام میں سب سے زیادہ فعال ترین دور جانا جاسکتا ہے ۔احادیث کوجمع کرنے اوران کی تدوین کرنے کا سلسلہ دوسری صدی کے اوائل میں عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے زوروں پر تھا اور بہت سے اہلسنت محدثین بھی امام صادقؑ سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

فقہ اسلامی کے مدرسے بہت تیزی کے ساتھ اپنے کمال کی منزلیں طے کررہے تھے،کوفہ،مدینہ،مکہ اوریمن میں اپنے اعتبار کے فقیہ موجود تھے جوکہ شرعی احکام کی تدریس میں مشغول ہوگئے تھےاوراس کاواضح نمونہ ابوحنیفہ کامدرسہ ہے جوکہ کوفہ میں قائم ہوا۔سیاسی اعتبار سے بنی عباس اوزامام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بعض فرزند جو کہ عباسی حکومت کے فریب میں آگئے تھے،اس امید پر کہ ستمگاروں کی حکومت ختم کی جائے اورعباسی حکومت کی تحریک کانعرہ تھا''رضامن آل محمدؐ'' جوکہ علوی لوگوں پر صادق آتا تھانہ عباسی لوگوں پر۔ایک سیاسی فضا پیدا ہوگئی تھی جس میں یہ ماحول تھا کہ خواہ ناخواہ اس بارے میں اظہارِخیال کریں۔

صحیح اسلام کی تفسیر کرنا اور شاگردوں کی تربیت کرنا اور دوسری طرف مختلف فقہی،حدیثی،کلامی،تفسیری،سیاسی اورعلمی نظریات کامقابلہ کرنا سبب بنا کہ امامؑ نے ہزاروں حدیثیں ارشادفرمائیں۔اورحقیقت میں اسلام کے مختلف پہلو اور گوناگوں علمی مسائل آپؑ کے ذریعے سے بیان ہوئے۔اورآپ پرکسی بھی قسم کاشک وشبہ اسلام پرایک کاری ضرب تھی۔

اس وجہ سے رسول اکرمؐ نے درست موقع پراوروقت کوملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے

آپؑ کو صادق کا لقب دیا اور یہ آپؑ کا لقب اتنا مشہور تھا کہ کوئی بھی اس لقب کے بارے میں شک نہیں کرتا تھا اور بہت سے فکری رہبر اپنے مختلف دینی، ثقافتی اور علمی مسائل میں آپ سے بہرہ مند ہوتے تھے.

دینی، مذہبی اور معنوی امور کے رہبروں نے ہمیشہ موقعوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ رسول خداؐ اور دوسرے معصوموں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ جو بھی واقعی امام معصوم ہے اس کو پہچنوائیں۔ اور اس طرح واضح کردیں کہ کسی کو بھی معصوم کے بارے میں کوئی شک و تردّد نہ ہو۔ امام ہادی (نقیؑ) کا ایک بیٹا تھا، جس کا نام جعفر تھا اور اس نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور جعفر کذاب کے نام سے مشہور ہوگیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام متولد ہو تو اس کا نام صادق رکھنا، کیونکہ اس کے بیٹوں میں جعفر نام کا ایک فرزند ہوگا جو بغیر صلاحیتوں کے امامت کا ادعا کرے گا اور کذاب (بہت زیادہ جھوٹا) مشہور ہوگا.(۱)

شیخ صدوقؒ اپنی کتاب ''معانی الاخبار'' میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: جعفر بن محمدؑ کو اس لیے صادق کہا جاتا ہے، کیونکہ دوسرا جعفر جو رہبری کے لائق نہیں تھا دونوں میں پہچان ہو سکے۔(۲)

ایک اور روایت کے مطابق ابو خالد فرماتے ہیں: امام علی بن الحسینؑ کی خدمت میں عرض کی، آپ کے بعد امام کون ہیں؟ فرمایا: میرا بیٹا محمد امام ہے، علم و

۱۔ معانی الاخبار، ص ۶۵

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۹

دانش کی گہرائی تک پہنچے گا اور اس کے ابواب کو لوگوں کے لیے کھولے گا اور محمد کے بعد جعفر امام ہوگا، جن کا نام آسمان پر صادق ہے، میں نے عرض کی کہ آپ سب بھی تو صادق ہیں، تو پھر فقط ان کو کیوں صادق کہا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: رسول خداؐ نے فرمایا: جب بھی میرا بیٹا جعفر متولد ہو تو ان کا نام صادق رکھنا، کیونکہ وہ جعفر جوان کی پانچویں نسل سے ہے وہ خدا کی بارگاہ میں گستاخی انجام دے گا اور امامت کا جھوٹا ادعا کرے گا، پس وہ خدا کے نزدیک جعفر کذاب ہے کہ جس نے خدا کی طرف تہمت اور جھوٹ کی نسبت دی۔

ان روایات کے تناظر میں تین نکتے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) جیسا کہ ارشاد ہوا، یہ لقب رسول خداؐ نے آپؑ کے لیے انتخاب کیا تھا۔

(۲) اہلسنت نے بھی اس بات کی طرف اپنی روایت میں اشارہ کیا ہے۔

(۳) یہ احادیث جن سے پتا چلتا ہے کہ امام جعفرؑ کا صادق لقب کسی دلیل کی وجہ سے رکھا گیا کوئی منافات نہیں ہے۔ کیونکہ پہلے نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ امامؑ احادیث، تبین اور تفسیر احادیث میں سب سے زیادہ سچے تھے، بلکہ امت اسلامی میں بے نظیر ہیں آپؑ کے علمی اور دینی اقوال مستدل، غیر قابل نقد، دقیق اور سچے تھے اسی لیے آپؑ کو صادق کا لقب ملا اور اس لیے کہ جعفر کذاب سے مشتبہ نہ ہوں آپؑ کو صادق لقب دیا گیا تا کہ عباسی حکومت کے برعکس جو فضیلتیں امام جعفر صادقؑ کی ہیں جعفر کذاب سے منسوب نہ کردیں، جیسا کہ امام مہدیؑ کے نام سے سوئے استفادہ کیا گیا، جن کے لیے رسول خداؐ نے فرمایا: عدل کو پوری زمین پر پھیلائے گا اور ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا.

(۴) جیسا کہ آگے آئے گا کہ صادق، مصدق اور امین رسول خداؐ کے القابات میں سے ہیں اور یہ القاب بہت اہمیت کے حامل ہیں بلکہ جو بھی رسول اکرمؐ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کو صادق کے نام سے بھی پکارتا ہے۔(۱)

البار

بارّ لغت میں باتقویٰ انسان، سچا، خیر و برکت والا، خیر خواہ اور مہربان کے معنی میں آیا ہے لفظ "بِـر" متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے، جیسے عبادات، حج، مہربانی کرنا، سچ بولنا، نیکی کرنا۔(۲)

ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ (بار) سے مراد وہ شخص ہے جو ہر میدان میں خصوصی امتیازات کا مالک ہو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام علم و معرفت، حسب و نسب اور اپنے پاک اجداد کے لحاظ سے ایک خصوصی منزلت کے مالک تھے اور عمل کے میدان میں اس کو ثابت کر کے دکھایا۔ اسی وجہ سے آپؑ کا ایک لقب "طاہر"(۳) اور دوسرا لقب فاضل ہے (ممتاز اور فضیلت والا)(۴) امام علیہ السلام لوگوں کے ایسے خیر خواہ تھے کہ جس کا کوئی وصف بیان نہیں کی جا سکتا اور ہمیشہ کوشش کرتے تھے کہ نیکیاں اور خوبیاں لوگوں کے درمیان رائج ہو جائیں اور اس ہدف کو پورا کرنے میں بے حد رنج و مصائب برداشت کیے۔ حقیقت میں امامؑ اس لقب..

۱۔ المصباح المنیر، ص۴۳۔ فرہنگ جامع نوین، ج۱، ص۸۷۔

۲۔ اہلسنت کے مختلف منابع میں بھی امام صادقؑ کا مشہور ترین لقب صادق سمجھا گیا ہے۔

۳۔ موسوعہ امام صادقؑ، ج۱، ص۱۴۱۔ بحار الانوار، ج۴۷، ص۹۔

۴۔ موسوعہ امام صادقؑ، ج۱، ص۱۴۱۔ بحار الانوار، ۴۷، ص۹۔

کے حق دار تھے، کیونکہ آپؑ نے اس راہ میں بہت صبر سے کام لیا اس لیے آپؑ کو صابر بھی کہا جاتا تھا۔

یہ لقب ''صادق'' ان ناموں میں سے ہے جن کے بارے میں روایت ہے کہ خدا کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (۱) اور اسی طرح حضرت امام حسینؑ (۲) اور حضرت امام رضاؑ (۳) کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ حضرت معصومہ کے زیارت نامے کے علاوہ حضرت امام علی رضاؑ (۴) کے زیارت نامے میں آپؑ کو (۵) ''صادق بارّ امین'' کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے۔ کچھ اور زیارتوں میں بھی آپؑ کو (صادق بارّ) سے خطاب کیا گیا ہے (۶)۔

الاَمِیْن

لفظ امین عربی لغت کے حساب سے صفت مشبہہ ہے۔ اور قوی امانت دار کے معنی میں آیا ہے، جس پر اعتماد کیا جائے اور لوگ اس سے امان میں ہوں، یعنی اس سے کسی قسم کا ڈر نہ ہو (۷)۔ قرآن میں چار بار استعمال ہوا ہے جس میں اکثر خیر خواہ اور رسالت الٰہی سے مطمئن ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ بحارالانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹۔

۳۔ بحارالانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹ و ص ۱۶۳ و ص ۱۷۸ و ص ۱۸۱۔

۴۔ بحارانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹۔

۵۔ بحارالانوار، ج ۱۰۲، ص ۴۰۷ مفاتیح الجنان۔ صلوات بر آئمہ۔

۶۔ بحارالانوار، ج ۱۰۲، ص ۴۷، ۲۶۶۔

۷۔ بحارالانوار المصباح المنیر، ص ۲۰۔

کلی طور پر روایات میں لفظ امین ایسے شخص کا لقب رکھا گیا ہے، جو بہت اہم اور حساس دینی ذمے داری کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ روایات میں تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ لقب زیادہ تر جبریل امینؑ اور پیغمبر اکرمؐ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور کبھی کبھی خدا کے دیگر بزرگ پیغمبروںؑ اور سارے آئمہؑ کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے(۱)۔

قرآن میں امین کی صفت حضرت جبرائیلؑ (۲)، جناب یوسفؑ (۳)، جناب نوحؑ (۴)، جناب ہودؑ (۵)، جناب لوطؑ (۶) جناب شعیبؑ (۷) جناب صالحؑ (۸) اور متقین کے لیے استعمال کی گئی ہے۔

اور آصف بن برخیا (۹) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، امام صادق علیہ السلام بزرگ ترین امانتدار الٰہی (۱۰) یعنی ایسی امانت جس کو پہاڑ

۱۔ المعجم المفہرس الالفاظ احادیث بحارالانوار، ج ۱۷، ص ۶۲۲۔

۲۔ سورۂ شعراء/۱۹۳۔

۳۔ سورۂ یوسف/۵۴۔

۴۔ سورۂ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۲۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۴۳۔

۵۔ سورۂ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۲۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۴۳۔

۶۔ سورۂ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۲۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۴۳۔

۷۔ سورۂ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۲۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۴۴۔

۸۔ سورۂ نمل/۲۷۔

۹۔ سورۂ قصص/۲۸۔

۱۰۔ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۶۷۔

جیسی سخت شے بھی نہیں برداشت کر سکی، اسے امامؑ نے اپنے دوش پر لیا اور ہمارے سچے خیر خواہ، امانت دار امام نے احسن طریقے سے اس الٰہی ذمے داری کو نبھایا۔ حالاں کہ ثقافتی، سیاسی اور اجتماعی حالات کافی خراب تھے۔ اس ضمن میں تمام افراد کو دین کی دعوت دی اور اُن میں بالخصوص شیعوں کی رہنمائی کی، جس کی وجہ سے امامؑ کو (المستحفظ لدین اللّٰہ) کا لقب ملا، یعنی خدا کے دین کی حفاظت کرنے والے۔ امامؑ نے ہرگز اجازت نہیں دی کہ گمراہ لوگ دین میں انحراف پیدا کریں اور اس راہ میں یعنی دین الٰہی کی حفاظت میں امامؑ کو کافی سختیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا مُوسیٰ بْنَ جَعْفَرٍ الطَّاهِرَ الطُّهْرَ

اس زیارت نامے میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام پر "طاہر وطہر" کے الفاظ کے ساتھ جن کے معنی پاکی اور پاکیزگی کے ہیں سلام کیا گیا ہے۔ لفظ طاہر پاک اور پاک کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ اشیا جو پاک ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں تو معلوم ہوا کہ طاہر یعنی خود بھی پاک ہو اور مطہر یعنی دوسروں کو بھی پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور زیارت نامہ میں دونوں الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے (۱) وہ انسان جو ہر لحاظ سے پاک ہوں بہت زیادہ نہیں ہیں اور وہ بھی جو اپنے ماں باپ کے لحاظ سے وراثت کے لحاظ سے اعمال اور رفتار میں اپنے دامن کو دنیا کی رنگا رنگ مکاریوں میں آلودہ نہ کرنے کے لحاظ سے بھی بہت کم ہیں۔ شاید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ ان پاک لوگوں میں سے ایک انسان جو بطنِ مادر سے پاک اور پاکیزہ متولد ہوا اور اپنی زندگی کے مختلف مراحل یعنی بچپنا، نوجوانی اور بڑھاپے میں ہمیشہ پاکی ان کے ساتھ رہی امام موسیٰ بن جعفر ہیں۔ اور ان کی زیارت میں یوں لکھا ہوا ہے۔ (گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی رفتار، گفتار اور روش زندگی بالکل اپنے پاکیزہ اجداد کی طرح ہے .... ہرگز گمراہی کو ہدایت پر ترجیح نہیں دی اور کسی بھی وقت حق سے روگردانی نہیں کی اور باطل کی طرف رغبت نہیں کی اور ہمیشہ خیانت سے اجتناب کیا (۲)۔ جب ہم ان جملوں پر زیادہ غور وخوض کرتے ہیں۔ (۳) تو اس حقیقت تک پہنچتے ہیں کہ طاہر اور مطہر جیسے الفاظ آپؑ کی پاکیزگی کو بیان

۱۔ المصباح المنیر، ص ۳۷۹، اور فرہنگ جامع نوین، ج ۲، ص ۱۳۷۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۹۴، ص ۷۶ اور مفاتیح الجنان، ص ۹۳۱ ۳۔ عوالم العلوم، ج ۲۱، ص ۲۱

کرنے سے قاصر ہیں بلکہ آپؑ کی پاکیزگی کے ایک گوشے کو بھی نمایاں نہیں کر سکتے کیونکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ عین پاکیزگی ہیں، بلکہ پاکیزگی کا سرچشمہ ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ لفظ طاہر کے ساتھ اس زیارت نامے میں طہر کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی طہر خود مصدر بھی ہے، پاکیزگی کے معنی میں اور اسم مصدر بھی ہے یعنی پاک کرنے اور پاک ہونے کا نتیجہ۔ یعنی سلام ہو تم پر اے پاک اور اے عین پاک اور سرچشمۂ پاکیزگی (۱)

عربی زبان میں عادل شخص کو عادل کہا جاتا ہے، لیکن جب وہ شخص عدالت کے بلند ترین مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو اس کو عدل کہا جاتا ہے۔ حسینؑ عدل، یعنی حسینؑ خود عدالت ہے، اور اس زیارت نامے میں بھی مقصود یہی ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی ذات ہی عین پاکیزگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شیعہ اور سنی مورخوں نے امامؑ کے القاب میں ایک لقب ''نفس ذکیہ'' (۲) بھی نقل کیا ہے اور بعض نے ''طیّب'' (۳) اور پاکیزہ بھی القاب میں ذکر کیا ہے۔ اور جب آپؑ پر صلواۃ بھیجتے ہیں تو ''طاہر'' کے ساتھ ''الذکی'' بھی نقل کرتے ہیں۔ اور آپ کو طاہر الذکی (۴) یعنی پاک اور وابستہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت کچھ اور ہے کیونکہ اس سیاہ دور میں عباسی خلفاء کی تباہیاں اور فساد عروج پر تھا، خصوصاً ہارون الرشید نے تو اسلامی معاشرے کو تاریک دور میں ڈال دیا۔ اس کے دور حکومت میں صرف ان

۱۔ المصباح المنیر، ص ۳۷۹ اور فرہنگ جامع نوین، ج ۲۰، ص ۱۳۱۷۔

۲۔ المناجیت، ج ۳، ص ۴۳۷۔ مفاتیح الجنان، زیارت حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ص ۹۳۱

۳۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۴۸ ۴۔ بحار الانوار، ج ۹۴، ص ۷۶۔ مفاتیح الجنان، ص ۱۰۸۸۔

لوگوں کو زندہ رکھنے کا حق تھا، جو خود کو باطل کے نزدیک کریں اور جس راہ پر وہ چل رہا ہے اسی پر وہ بھی چلیں پاک رہنا، پاکیزہ جینا اور ہر عیب سے دور رہنا بہت مشکل تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ مشکل کام پاکیزگی کو پھیلانا، برائی سے لڑنا اور فساد کو اسلامی معاشرہ سے ختم کرنا تھا۔ اور یہ وہی چیز ہے جو لفظ طاہر میں پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا کہ طاہر پاک کرنے والے کے اور خود پاک رہنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اساسِ پاکیزگی:

اسی وجہ سے آپؑ کی بیٹی کے زیارت نامے میں یوں نقل ہوا ہے

سلام ہو آپؑ پر اے (طاہر و طہر) یعنی سلام ہو آپؑ پر جو پاک تھے اور سرچشمۂ پاکیزگی تھے۔ پاک تھے کیونکہ ہرگز اپنی گفتار اور فکر میں اپنے آپ کو گناہ میں آلودہ نہیں کیا، خدا نے آپ کی ذات کو ہر عیب، ہر کمی اور رذائل سے منزا خلق کیا تھا۔ اور ایسے پاک و پاکیزہ ماں، باپ کی گود میں پرورش پائے تھے کہ وہ خود بھی پاک تھے۔ پاکیزگی سے زیادہ پاک تر اور شفاف تر، کیونکہ پاکیزگی ان کے بدن، فکر سوچ، گفتار اور عمل میں حلول کر چکی تھی اسی لیے آپ کو ''زاہر'' (۱) بھی کہا جاتا تھا۔

آپؑ کے وجود سے پاکیزگی فروغ پاتی تھی، کیونکہ اس دور میں جب ظلمت و جہالت اور سیاہی کا سایہ پوری امت اسلامی پر پڑ رہا تھا اور کسی میں جرأت نہیں تھی کہ اس کا مقابلہ کرے اور ہارون کے اہداف کے آڑے آئے۔ امامؑ نے ہارون الرشید کے سارے ظلم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اگرچہ امامؑ کو اس کے بدلے ہارون کے زندان میں جانا پڑا۔

۱۔ اعلام الھدایہ، ج ۹ ص ۴۴

اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا عَلِیَّ بْنَ مُوسیٰ الرِّضَا الْمُرتَضیٰ

آپؑ خاندان اہل بیت علیہم السلام میں تیسرے علی تھے اور پیغمبر خداؐ اور امیر المومنینؑ کے فرزند تھے۔ اس دور میں جب لوگوں نے اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی مسائل میں حقیقت کو دیکھا تو اُن کو محسوس ہوا کہ امامؑ کے اہلبیت علیہم السلام اصل چشم و چراغ ہیں جو اس دور میں صراط مستقیم اور خوش بختی تک پہنچا سکتے ہیں۔ لوگ بھی اموی ظلم وستم سے پریشان ہو چکے تھے اور دوسری طرف امین اور مامون کی ویران کر دینے والی سیاست کو دیکھنے کے بعد جب امامؑ کے انسانی اور الٰہی خلق وخو دیکھتے تھے تو موافق اور مخالف دونوں ہی امامؑ کو پسند کرتے تھے اور امامؑ سے راضی رہتے تھے۔ شاید یہی بات دلیل ہو کہ بعض دانشوروں نے لکھا ہے(۱) کہ آپؑ کو اسی وجہ سے ''رضاؑ'' کہا جاتا تھا۔ یہ بات لوگوں کے درمیان اس قدر مشہور تھی کہ ہر شخص آپؑ کو اسی لقب سے خطاب کرتا تھا اور یہ لقب امامؑ کے مشہور ترین القاب میں تبدیل ہو گیا۔ لغت عربی میں ''رضا''، خوشی، خوشنودی اور پسندیدہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے(۲) اور اس بارے میں کہ کیوں آپؑ کو رضا کے لقب سے ملقب کیا گیا، چند احتمال ہیں۔

الف: یہ لقب خدا نے آپؑ کو دیا تھا، کیونکہ خدا، خدا کا رسولؐ اور دوسرے معصومینؑ سب امامؑ سے راضی تھے۔ اس بارے میں حضرت امام جوادؑ یوں فرماتے ہیں (خداوند متعال نے ہمارے پدر بزرگوار کا نام رضا رکھا، کیونکہ آسمان میں خدا اُن

---

(۱) مسند الرضا علیہ السلام، ج ۱، ص ۱۴۔ (۲) فرہنگ جامع نورین، ج ۱، ص ۵۰۸، المصباح المنیر، ص ۲۲۹، قاموس قرآن، ج ۳، ص ۱۰۳۔

سے راضی تھا اور زمین پر خدا کا رسولؐ اور معصومین علیہم السلام اُن سے خوش تھے)(۱)۔

تو اس وقت بزنطی نے آپؑ سے سوال کیا: کیا ایسا نہیں کہ خدا، رسول خداؐ اور آئمہؑ سب ایک دوسرے کے بعد پہلے والے سے راضی تھے؟ امام جوادؑ نے جواب میں کہا بالکل ایسا ہی ہے تو بزنطی نے پھر سوال کیا: پھر کیوں سارے آئمہؑ میں سے فقط آپؑ کے والد کو رضا کا لقب ملا؟ امامؑ نے فرمایا: کیونکہ میرے والد بزرگوار کے دشمن اور دوست سب اُن سے راضی وخوشنود تھے اسی لیے اُن کو رضاؑ کے نام سے یاد کیا گیا (۲)

مذکورہ روایت اور شیعہ محدثوں کے علاوہ دوسری روایت کے ساتھ اہلسنت (۳) نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے اور اِن سب روایات سے مندرجہ ذیل نکات حاصل کیے جاسکتے ہیں:

(۱) امام رضاؑ کے بزرگ ساتھیوں میں بزنطی نے بھی لقب رضا کو امام سے مخصوص جانا ہے۔

(۲) رضا کا لقب آسمانی ہے اور خداوند عالم کی طرف سے امامؑ کے لیے ہدیہ ہے

(۳) خداوند عالم حکیم ہے اور اس کے تمام کام حکمت اور دلیل کے ساتھ ہوتے ہیں اور یہ نام رکھنے کی دلیل یہ ہے کہ خدا، رسول خداؐ اور ان کے اوصیا سب کے سب امامؑ سے راضی تھے یہ دلیل کا ایک حصہ تھا کیونکہ دوسرے تمام معصومینؑ بھی ایسے ہی

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۴۔

۲۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۴۔

۳۔ مناقب آل ابی طالبؑ، ج ۴، ص ۳۶۷۔

تھے کہ خدا، رسول خداؐ اور تمام معصومینؑ ایک دوسرے سے راضی تھے لیکن دلیل کا دوسرا حصّہ یہ ہے جو امام رضاؑ کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ دوست اور دشمن مخالف اور موافق سب امامؑ سے راضی تھے اور حقیقت میں آپؑ کا چہرۂ انور لوگوں کے درمیان محبوب ترین چہرہ تھا۔

(۴) جیسا کہ اس روایت میں آیا ہے کہ اُس دور کے مسلمان آپؑ کے شیدائی تھے امامؑ کے دیدار اور اُن سے حدیث سننے کے لیے شب و روز کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس بات کا واضح ثبوت امامؑ کا وہ تاریخی استقبال ہے جو مدینہ سے مرو تک کے سفر میں ہوا (۲)۔ بعض روایات کی بنا پر یہ نام حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام نے اپنے فرزند علی علیہ السلام کے لیے انتخاب کیا تھا۔ امام موسیٰؑ ہمیشہ اپنے فرزند کو رضا کے لقب سے پکارتے تھے۔ جناب عبدالعظیم حسنی سلیمان بن حفص سے نقل کرتے ہیں کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے اپنے فرزند علی کا نام رضا رکھا ہے، اور اکثر فرماتے تھے کہ میرے فرزند رضا! آپؑ فرمائیں، آپؑ آئیں۔ یا فرماتے تھے میرے فرزند رضاؑ نے کچھ اس طرح مجھ سے کہا (۱) فَاِنَّهُ لا سَوَاءَ اِمَامُ الْهُدیٰ وَ اِمَامُ الرَّدیٰ وَ وَلِیُّ النَّبِیِّ وَ عَدُوُّ النَّبِیِّ) ہرگز رہبرِ ہدایت اور رہبرِ ضلالت برابر نہیں ہو سکتے جس طرح پیغمبر کا دوست اور اُن کا ولی اور دشمن بدخواہ برابر نہیں ہیں (۲)

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۔ کافی، ج ۱، ص ۳۱۲ و وافی، ج ۲، ص ۳۵۹۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۴، مسند الرضا علیہ السلام، ص ۱۴، شواہد النبوۃ، ص ۱۸۳ و مناقب اہلبیت علیہم السلام از دیدگاہ سنت ص ۲۰۲، مراۃ العقول، ج ۳، ص ۳۵۳

۲۔ نہج البلاغہ۔ نامہ ۲۷۔

ایک اور بیان میں رہبر برحق کے معیار کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں (اِنّ اولی النّاس بالانبیاء اعلمھم بما جاز) (اِنّ بَعُدَتْ لُحمَتُهٗ وِاِنَّ عَدُوَّ مُحَمّدٍ مَنْ عَصَی اللّٰہَ و اِنْ قَرُبَتْ قَرابَتُهٗ)

امام موسیٰ کاظمؑ نے اس لیے امامؑ کا اسم مبارک ''رضا'' رکھا کہ خداوند متعال نے آسمان میں اُن کا نام رضا رکھا تھا۔

۳) ابن اثیر نے کہا کہ ''رضا'' کا لقب آپؑ کو مامون رشید نے دیا ہے اور آپؑ کو ''ضامن آلِ محمدؐ'' کہا گیا۔ شواہد اور دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ مامون بھی حضرت امام علی رضاؑ کو ادب کے ساتھ اسی نام سے یاد کرتا تھا اور اسی طرح آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو ''یا ابا الحسنؑ'' اور آپؑ کو ''رضا'' کہہ کر مخاطب ہوتا تھا لیکن کُلی طور پر مامون اور اُس کی پیروی کرنے والے جانتے تھے کہ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ ایک ایسے مردِ الٰہی ہیں جو تنہا رسولؐ اللہ کی یادگار اور تمام فضیلتوں کا مظہر ہیں اور تمام رذیلہ کاموں سے پاک و پاکیزہ اور لوگوں کے درمیان عظمت و شرف کا مقام رکھتے ہیں۔ ولی عہدی نے اُن کے لیے کوئی فضیلت نہیں دی، نہ لوگوں کے درمیان ان کی محبوبیت میں اضافہ کیا۔

حقیقت میں جس طرح ابن حنبل نے آپؑ کے جدِ امجد حضرت امام علیؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''امیر المومنینؑ نے خلافت کو زینت و خوبصورتی عطا کی۔ اور خلافت نے مولا علیؑ کی منزلت و مقام میں کوئی تاثیر پیدا نہیں کی۔''

اسی طرح مامون کی ولی عہدی نے حضرت امام علی رضاؑ کی بزرگی، امتیاز اور عظمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا، بلکہ عہدۂ ولی عہد کو امامؑ کی برکت سے چار چاند لگ گئے۔

لیکن مامون اور بہت سے درباری اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ لوگ امام رضاؑ کی ولی عہدی کی وجہ سے عزت کریں۔ یہاں تک کہ ہر ممکن کوشش کرڈالی کہ یہ عہدہ امامؑ کی شہرت وفضیلت کا سبب بنے، مامون اور اُس کے اطرافیوں کی ان کوششوں کو ''رضا'' کے لقب کے بارے میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے(۱)۔

''رضا'' کے لقب کے سلسلے میں ماموں کی تبلیغ اور پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ حضرتؑ کو یہ لقب مامون نے دیا ہے کیوں کہ مامون نے حضرت کو ولی عہدی اور خلافت کے لیے منتخب کیا ہے۔

بزنطی نے اس بارے میں امامؑ جواد سے عرض کیا۔ آپؑ کے مخالفین کہتے ہیں کہ آپؑ کے پدر بزرگوار کو مامون نے صرف ولی عہد اور خلیفہ منتخب کرنے پر ''رضا'' کا لقب دیا ہے۔ امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا؛ خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں وہ لوگ اپنے فسق وفجور کی بنا پر ایسی باتیں زبان پر لاتے ہیں جب کہ میرے پدر بزرگوار کو ''رضا'' کا لقب خداوند متعال نے دیا۔(۲)

بہرحال حضرت امام رضاؑ کا لقب ''رضا'' تھا کیوں کہ مامون سے پہلے امام کے والدِ گرامی موسیٰؑ بن جعفرؑ انہیں اس نام سے یاد فرماتے تھے لیکن مامون چالاکی کے ساتھ اس

بات کی کوشش کررہا تھا کہ لوگ یقین کرلیں کہ امامؑ کو ''رضا'' کا لقب انہوں نے دیا ہے اور وہ یہ برملا کہتے تھے کہ جب میں نے اہلبیتؑ کے درمیان تحقیق کی تو علی بن

۱۔ الفصول المہمۃ، ۲۶۰، ۲۶۱، نورالابصار، ۳۲۰، مناقب اہلبیتؑ از دیدگاہ اہلسنت۔ ۲۳۰

۲۔ عیون الاخبار الرضا، ج۱، ص۱۳۔

الرضاؑ سے زیادہ بہتر اور فضیلت میں کسی کو نہ پایا تو میں نے انہیں اپنے ولی عہدی کے لیئے چنا اور ''رضا'' کا لقب بھی انہیں عطا کیا۔(۱)

امام جوادؑ نے مامون اور اُن کے طرف داروں کا یہ ادعا کہ امام رضاؑ کا لقب انہوں نے دیا ہے قطعی طور پر جھٹلایا ہے شیعہ منابع میں (۲) اور سنی منابع ہیں۔ (۳) روایت میں ہے کہ امامؑ کی جانب سے تکذیب نے مامون کے شیطانی رازوں کو سرِ عام فاش کر دیا۔

۴۔ ''رضا'' کا لقب حضرت امام رضاؑ کو اس دلیل پر دیا گیا ہے کہ انہیں عرب و عجم کے مخالفین اور موافقین دل سے چاہتے تھے اور لوگ اپنے وقت کے امام سے دل و جان سے محبت کرتے تھے امام اپنے زمانے میں لوگوں کے درمیان اس قدر محبوب تھے کہ تمام مسلمانان عالم اس وقت صرف آپؑ کے ارد گرد جمع ہوتے تھے اور اپنے تمام مسائل میں آپؑ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔اور مدینہ سے مرو (مشہد) تک تمام مسلمان آپؑ کا احترام کرتے تھے اور زیارت کے مشتاق رہتے تھے۔شہادت کے بعد بھی اور آپؑ کا روضۂ مبارک اس وقت سے آج تک محبین کے علاوہ بہت سے مسلمانوں کے علاوہ بہت سے مسلمانوں کی وحدت کا محور رہا ہے اور علمائے اہلسنت کی بزرگ ترین ہستیوں میں سے کافی تعداد جیسے خزیمہ، ابن حبان حاکم نیشاپوری، غزالی اور داود (۴) آپؑ کی زیارت کو جاتے تھے اور آپؑ کے روضۂ

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۱، ص ۳۲۶۔ ۲۔ بحار الانوار، جلد ۴۹، ص ۴؛ مسند الرضا، جلد ۱، ص ۱۰، المیان الشیعہ، جلد ۲۔ ۳۔ شواہد النبوۃ، ص ۱۸۳: مناقب اہلبیتؑ از دیدگاہ اہلسنت، ۲۰۳۔

۴۔ سیرۃ امام رضاؑ، ص ۱۲۲، ۱۲۰۔

مبارک سے معنویت اور قدسی عرفان و آگہی کے جوش مارتے چشمے کے گھونٹ پیتے تھے اور اس گلستان سے تازہ پھول چنتے تھے یہی سبب ہے کہ آپؑ اپنی زندگی اور شہادت کے بعد ''رضا'' تھے اور اسی طرح ہمیشہ مومنین کے دلوں کی ''رضا'' رہے گا۔

اَلْمُرتَضیٰ

جیسا کہ پہلے تحریر ہوا کہ ''رضا'' کا لقب امام رضاؑ کے مشہور القاب میں سے ایک ہے، لیکن لوگوں نے کہا کہ کلمہ ''رضا'' کے ساتھ ''مرتضیٰ'' بھی آیا ہے۔ ''مرتضیٰ'' اسے کہا جاتا ہے، جس نے خداوند متعال کی رضایت وخوشنودی کو مکمل طور پر حاصل کیا ہو۔ خداوند متعال نے ان سے یہ چاہا ہے کہ اور رضایت کو پسند کروں اور خدا کی خوشنودی کے علاوہ کسی اور چیز کی کوشش نہیں کرتا اور اس نے خدا کی مرضی کو بطور کامل منتخب کیا ہے اس بنا پر خداوند متعال کے سامنے نہایت مطیع اور اطاعت گزار ہیں اور خدا کے اوامر ونواہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے رہتے ہیں زمانے کے بعض دانشوروں کے لغات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کلمہ مرتضیٰ کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ جسے خدا کی مرضی حاصل ہو۔ بلکہ مرتضیٰ اسے کہتے ہیں کہ جس نے شوق ورغبت اور عشق سے خدا کی مرضی حاصل کی ہو۔

اسی لیے حضرت امام علی رضاؑ کو مرتضیٰ کہا جاتا ہے کہ شوق ورغبت اور محبت و عاشقانہ طور پر جو خدا آپؑ سے چاہتا تھا اس میں آپؑ خوش تھے اور دستور خداوندی کے سامنے مکمل عجز وانکساری کے ساتھ سرتسلیم خم اور مطیع تھے تیسرے علیؑ پر سلام ہو امیر المومنینؑ اور فاطمہ زہراؑ سب کے سب انہیں خصوصی طور پر چاہتے اور خوش تھے اور خدا بھی انہیں دوست اور ان سے خوش تھا۔ ارتضیٰ یعنی اس کی خوشنودی کو چاہا۔

بعض نے ارتضٰی کے معنی صرف خوشنودی لکھے ہیں (۱) اس کے مطابق ارتضٰی کے معنی یہ ہیں، وہ جو منتخب ہو گیا ہو: یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (۲) یہاں ارتضٰی اس معنی میں ہے بعض اساتذہ ''رضا'' کے معنی خوشنودی اور مہر و محبت مانتے ہیں۔ اس نام کے رکھنے کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ بہت مہربان تھے اسی لیے آپؑ کو رؤف بھی کہتے تھے در حقیقت اسم رضا کا ظاہر یہ بتاتا ہے کہ خداوند عالم کی رضا حاصل کرنی ہے۔

۱۔ فرہنگ جامع نوین، جلد۱، ص ۵۰۸۔

۲۔ سورۂ انبیاء، آیت ۲۸۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍ التَّقِیَّ

محمدِ سوّم

آپ کا اسم مبارک محمدؑ ہے، جیسے ہی آپؑ نے اس جہانِ رنگ و بو میں اپنا مبارک قدم رکھا، آپؑ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی بن موسیٰ الرّضا علیہما السلام نے فرمایا: پیدا ہونے والا یہ بچہ شیعوں کے لیے پُر برکت ہے(۱) حضرت امام محمد تقیؑ خاص حالات اور جوانی کی عمر میں شیعیانِ حیدر کرارؑ کی امامت و رہبری کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اس عظیم ذمے داری کو آپؑ نے انتہائی جاں فشانی اور بہترین انداز میں انجام دیے، جسے دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہتے تھے۔ امام جوادؑ اُن ائمۂ معصومینؑ میں سے ہیں کہ جن کو زیارتِ حضرت معصومہؑ میں ''تقی'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ بہت سی زیارتوں میں ''تقی'' کا لقب دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کے لیے بھی کہا گیا ہے، اس زیارت نامے میں حضرت فاطمہ زہراؑ اور امام جواد علیہ السلام کے لیے ایک لقب آیا ہے۔(۲) اس زیارت نامے میں ''تقی'' تقویٰ اور پرہیزگاری کے معنی میں آیا ہے۔ یہ لقب حضرت امام جواد علیہ السلام کے لیے خصوصی طور پر استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ محققین کے گروہ نے آپ کے لیے مشہور لقب ''جواد'' کو تسلیم کیا ہے(۳)

۱۔ کافی، ج۱، ص۳۲۱۔

۲۔ مفاتیح الجنان، ائمہ علیہم السلام کی مختلف زیارتوں اور ائمہ علیہم السلام پر بھیجے جانے والے صلواۃ نمونے کے طور پر زیارت امام حسینؑ ص۱۶۴، زیارت امام زین العابدین، امام محمد باقرؑ، امام صادقؑ ص۱۱۷، امام رضاؑ، امام حسن العسکری، امام الہادیؑ علیہم السلام۔ ۳۔ اعیان الشیعہ، ج۲ ص۳۲۔

لیکن بہت سارے محققین نے "تقی" کا لقب جو زیارتوں اور روایتوں کے ذریعے پہنچا ہے۔ امام جوادؑ کے اس لقب کو اہم ترین القاب میں شمار کیا ہے(۱)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ لقب آپؑ کی زندگی میں بھی مشہور تھا۔

کلمۂ تقی لغت میں پرہیزگار، اہلِ تقویٰ کے معنی میں آیا ہے، یعنی وہ شخص جو اپنی حفاظت خود کرے(۲)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا نام کیوں "تقی" رکھا گیا۔ اس بارے میں بعض مورخین نے کہا ہے کہ اس لیے یہ نام رکھا ہے کہ آپؑ باتقویٰ تھے، خداوند عالم کے دامن رحمت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور کبھی بھی نفسانی خواہشات کی پیروی نہیں کی، جس کی وجہ سے آپؑ کو تقی لقب ملا(۳) اس سے قبل اشارہ ہوا کہ تقی کے معنی یہی ہیں اور ظاہراً زیارتوں میں لفظ تقی باقی ائمہ طاہرینؑ کے بارے میں بھی اسی معنی میں آیا ہے۔

مگر امام جوادؑ کے لیے خصوصی طور پر تقی کا لقب آیا ہے۔ جو عام معنی سے کہیں بلند تر ہے۔ جیسا کہ لفظ "وقی" کے معنی دیکھ بھال کرنا، اپنی حفاظت کرنا ہیں اور راغب اصفہانی کے مطابق اس لفظ کے معنی اپنے آپ کو ان کاموں سے، جن سے

۱۔ مناقب جلد ۷، ۱، اعلام الوریٰ ص ۳۳۰، دلائل امامہ ص ۲۰۹، بحارالانوار، ج ۵، ص ۱۶، مسند امام الجواد، ص ۱۶، ۱۷۔

۲۔ فرہنگ جامع نورین۔ جلد ۲، ص ۱۷۳۰، قاموس قرآن، ۳۲۰۱، ص ۲۳۷، قرآں مجید میں اسی معنی کے لیے استعمال ہوا ہے، سورۂ مریم آیت ۶۳۔ ۳۔ اعلام الہدایہ ج ۱۱، ص ۲۸۱۔

ڈرتے ہوں، بچائے رکھنا، پرہیز کرنا ہیں۔تقی اسے کہتے ہیں جو اپنی حفاظت خود کرے اور کام کی فکر کرے۔امام جوادؑ نے اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی ہدایت ورہبری کی ذمے داری سنبھالی۔اس زمانے میں جب مامون نے آپؑ کے والد بزرگوار کو شہید کیا۔اگرچہ مامون کی حکومت بحرانی سے نکل آئی تھی،اور ولی عہدی کا جو جال بچھایا تھا اور اس کی وجہ سے کسی حد تک علویوں کو خاموش بھی کر دیا تھا،مگر یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ حکومت اب بھی علویوں،اہل بیتؑ رسولؐ اور ان کے طرف داروں کے ہاتھ میں ہے ان کی جانب سے وہ مطمئن نہیں تھا۔اس لیے حکومت کی اس بڑی مشکل کیفیت کے حل کے لیے اس نے مکر وفریب سے کام لینا شروع کیا۔مامون نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے امام رضا علیہ السلام کو طوس (مشہد) بلایا اور آپؑ کو اپنا ولی عہد بنایا اس کے بعد موقع پا کر حضرتؑ کو زہر سے شہید کر دیا۔(۱) اس عیار عباسی خلیفہ نے امام رضاؑ کی شہادت کے جرم پر پردہ ڈالتے ہوئے اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ منافقانہ روش کو جاری رکھا اور بدترین بغض وعناد سے کام لینا شروع کیا۔اگرچہ اس سے پہلے علویوں کے قیام کو ختم کر دیا تھا مگر علویوں کی تحریکیں جو مختلف سبز پرچم تلے سر اٹھا رہی تھیں ان کو دبانے کے لیے اپنے آپ کو امام جوادؑ کے قریب کر لیا اور امامؑ کے ساتھ مستقل طور پر رابطہ برقرار رکھا اور ان تعلقات کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے بہت کوششیں کی۔یہاں تک کہ اپنے اردگرد کے لوگوں کی شدید مخالفت کے باوجود اپنے مذموم ارادے کی تکمیل کے لیے اپنی بیٹی ام الفضل کو امام جوادؑ کے عقد میں دے دیا،

۱۔الارشاد،ج۲،ص۲۸۱۔

اور اس تعلق کو مامون اپنے نزدیکیوں کے شور اور غوغا سے ختم نہیں کرنا چاہتا تھا وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ امام جوادؑ اس کی نظروں سے دور رہیں (۱)۔

مامون اس ازدواج کے ذریعے ایک تیر سے دو ہدف لینا چاہتا تھا:

۱: ایک یہ کہ مامون کی بیٹی ام الفضل امام جوادؑ کے گھر میں بہترین جاسوس رہے۔(۲)

۲: دوسرا ہدف یہ تھا کہ مامون نے امام جوادؑ اور دربار سجانے والے علماء کے ساتھ علمی مناظرے برپا کیے۔ مامون اچھی طرح جانتا تھا کہ محمد بن علی علیہما السلام امامِ برحق اور پیغمبر اکرمؐ کے سچے وصی و جانشین ہیں اور متواتر روایات کے مطابق بہت سے مسلمان اس بات کو جانتے تھے کہ حضرت امام مہدیؑ امام جوادؑ کی نسل سے ہوں گے۔ مامون نے اپنے مذموم ارادے کو چھپانے کے لیے درباریوں کو اس بات سے مطمئن کر دیا کہ اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو امام جوادؑ کی زوجیت میں اس لیے دیا ہے کہ وہ امام مہدیؑ کی ماں بن جائے۔ یہاں تک کہ مامون نے اپنے خاندان اور نزدیکیوں میں کھلے عام اعلان کیا کہ امام جوادؑ علم و فضل میں اپنے زمانے میں سب سے افضل ہیں۔

یہی وہ اسباب تھے کہ امام جوادؑ مامون اور ان کے بھائی معتصم کے زمانے میں ایک انتہائی مظلومانہ زندگی گزر رہے تھے۔ جس طرح مامون امام رضاؑ کے ساتھ پیش آیا تھا، معتصم نے بھی وہی سیاست امام جوادؑ کے ساتھ جاری رکھی۔ معتصم

۱۔ الارشاد ج ۲، ص ۲۸۴، اعلام الوریٰ ص ۳۳۵، الوصول المہمہ ص ۲۶۷۔

۲۔ اعلام الہدایہ، ج ۱۱، ص ۱۲۸۔

امامؑ کے ساتھ اپنے طور وطریقوں میں تبدیلی لایا، تا کہ امام کے ساتھ اس طرح پیش آئے کہ نہ اس کے باپ کا خون پامال ہو اور نہ آپؑ حکومت سازی میں کوئی کام کرسکیں اور نہ مامون کی بیٹی کے بطن سے آپؑ کا کوئی بچہ ہو۔ (۱) امامؑ نے خود کو مامون اور معتصم کے خفیہ سازشوں سے محفوظ رکھا۔ مامون اور معتصم کی بے جا عزت و تکریم اور ہر قسم کی ان کی مدد، غلط استعمال اور ان کے بڑے بڑے سیاسی جلسوں میں جانے سے آپؑ نے گریز کیا۔ اور ان کے نمائندوں کے حق مین ایسا وسیلہ نہیں بنے جو ان کے حکومت میں آنے کو شرعی طور پر درست سمجھیں۔ اسی لیے آپؑ کو "تقی" کہا گیا، کیوں کہ آپؑ نے پدر بزرگوار کے خون ناحق کو ضائع ہونے سے بچایا اور عباسیوں کی جاسوسی سے خود کو دور رکھا کہ کوئی پاک نسل ان کی گود میں نہ چلی جائے ۔اور اسی طرح خود کو مامون اور معتصم کے شیطانی اہداف پلیدگیوں اور سازشوں سے بچا کر محفوظ رکھا۔ امامؑ نے اس بارے میں قطعی طور پر مضبوط اور مستحکم طریقے سے کام کرنا شروع کیا کہ معتصم کو خطرے کا احساس ہونے لگا کہ کہیں حکومت بنی ہاشم کے ہاتھ میں نہ چلی جائے اس لیے امامؑ کو زہر کے ذریعے مسموم کر کے شہید کرنے کے علاوہ اسے کچھ نہیں سوجھا، اس ملعون نے اسی میں اپنی عافیت دیکھی، امامؑ کو بغداد بلایا اور دیکھا کہ اب امامؑ اس کے کنٹرول میں نہیں آئیں گے، حضرتؑ کو زہر دے کر شہید کردیا "الا لعنة الله علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"

....

ا۔ الارشاد، ج ۲، ص ۲۸۸، مناقب آل ابی طالبؑ، ج ۴، ص ۳۸۲، بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۹۷۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا عَلِیَّ بْنَ مُحَمَّدِ النَّقِیِ النَّاصِحَ الْاَمِیْنَ

اہل بیت رسولؐ میں سے چوتھے اور آخری علیؑ

آپؑ حضرت جواد الائمہؑ کے فرزند اور ہل بیت رسولؐ میں سے چوتھے علیؑ ہیں۔ پہلے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام خدا پرستوں کے سردار جنہوں نے صبر وشکر میں مثال قائم کی نے اسلام اور حکومت اسلامی کی بنیادوں کو مضبوط کیا، اور اپنی پانچ سالہ حکومت اسلامی میں عقل ودانائی کی بنیادوں کو محکم کیا، معنویت کے دائرے کو وسیع کر دیا اور عدالت کو معاشرے کا حصہ کر دیا۔

اور دوسرے علیؑ جن کی مانند کوئی صابر نہیں، مصیبتوں کو خریدنے والی اس ہستی نے تشیع اور اس کے اہداف کو اس وقت بچایا جب بنی امیہ یہ گمان کر رہی تھی کہ شہادت حسین ابن علیؑ کی شہادت کے ساتھ علوی اور تشیع بھی جڑ سے ختم ہو جائیں گے۔

اس کی حفاظت فرمائی اور شیعہ معاشرے کو پھلنے پھولنے کا ماحول فراہم فرمایا۔

اور تیسرے علیؑ نے مسلمانوں کے دلوں پر اس طرح حکومت کی کہ لوگ بلاتفریق مسلک وملت آپؑ کی زیارت کے لیے مرو (مشہد) میں گروہوں کی شکل میں ہجوم لاتے، جب مامون نے یہ حال دیکھا تو وہ آپؑ کو ولی عہد بنانے پر مجبور ہو گیا اور امام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار امام موسیٰ بن جعفرؑ کو سختیوں اور مصیبتوں کے مقابل سمجھداری، صبر وشکر، خدا سے عشق، دین داری، تحمل اور برداشت پہلے اور دوسرے علیؑ سے ارث میں ملا تھا۔

آپ نے اسلام کو مسلمانوں میں بلکہ بہت سے غیر مسلموں میں عام کروایا۔(۱) اور چوتھے علیؑ جو گیارہ معصومینؑ کی بے انتہا فضیلتوں کے علاوہ عقل و دانائی اور بصیرت تقویٰ، خیر خواہی امانت داری خدا پر توکل، رنج والم اور مصیبتوں کے مقابلے میں صبر و شکر اور سختیوں کے مقابل برداشت میں وارث تھے۔ آپؑ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی سر بلندی کے لیے وقف کردی اور تشیع کے علم و آگہی کے ضامن بننے کے لیے انتہائی دانائی اور ہوشیاری سے اس کی حفاظت کی۔ اور حضرت امام مہدیؑ کی غیبت پر لوگوں کے اعتقاد میں یقین پیدا کرنے کے لیے راہ ہموار کی۔

غاصب خلفائے عباسی سب کے سب ظلم و ستم کے خوگر تھے اور دنیا دار اور عیاش تھے۔ ان کے دور میں قوّالوں کی، باجا بجانے والوں، شراب خوروں، فضول اور بکواس قسم کی محفلیں سجانے والے ایک طرف (۲)۔

دوسری طرف نئے اور خوبصورت محلات کی تعمیر (۳)

زندگی میں عام استعمال کی چیزوں میں فضول خرچی (۴) اور غلاموں اور کنیزوں کی بھرمار تھی۔ ہارون رشید کے بعد ان چیزوں میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ (مثلاً متوکل عباسی کی ۴۰۰۰ کنیزیں تھیں)۔ (۵)

۱۔ کافی، جلد ۱، ص ۳۱۵، مرآۃ العقول، جلد ۳، ص ۳۵۴۔

۲۔ الحضارۃ العربیۃ، ص ۱۰۸، حیاۃ الحیوان، جلد ۳، ص ۹۱، جلد ۵، ص ۱۱۵، الاغانی، جلد ۵، ۷، ص ۵۔ ۱۱۶، جلد ۵، ص ۲۶۴۔ ۳۹۱، جلد ۷ ۸۶، ص ۱۴، ص ۱۵، ص ۱۷، ص ۱۸، ص ۲۰، ص ۲۲، ص ۲۴، ص ۱۲۶۔

۳۔ تاریخ طبری، جلد ۱۰، ص ۹۴۔ ۴۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۶۷) ۵۔ الاغانی، جلد ۹، ص ۸۸۔

امام ہادیؑ کے زمانے میں

اسلامی معاشرے کے حالات پر ایک نظر

آپؑ کے زمانے کا سب سے بڑا حادثہ جسے مورخین نے بھی بیان کیا ہے وہ ہارون رشید کے دو بیٹوں امین اور مامون کے درمیان ہونے والی شدید جنگ تھی اور امین کے قتل کے بعد مرکز خلافت مامون کے زمانے مین مرو (مشہد) میں منتقل ہو گیا یہ اہم تر واقعات میں ایک تھا۔(۱)

مرکز خلافت کے بغداد منتقل ہونے کے بعد اسلامی معاشرہ کو کسی حد تک امن وسکون میسر آیا مامون ان امن وسکون کے لمحات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مکر و فریب سے عام مسلمانوں کے افکار میں انحراف ڈال کر اصل مسئلے یعنی مقام ومنزلت اہل بیتؑ سے روگردانی کرتے ہوئے اپنے مذموم اہداف کے حصول کے لیے کسی نئے اقدام کرنے کی طرف گامزن ہوا۔ مامون کے مرنے کے بعد اور معتصم عباسی کی خلافت کے شروع میں ترکوں نے خلیفہ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا اور بہت سی جگہوں کو حکومت سے چھیننے کے بعد وہ بالآخر حکومت عباسی میں شامل ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں قومی اور سیاسی صف بندیوں میں نئی صف بندیاں شروع ہو گئیں۔

مامون کی خلافت کے زمانے میں ایرانیوں اور فارسی زبان بولنے والوں کی عربوں کے ساتھ سخت مخالفت شروع ہوئی، جس کی وجہ سے اہم سیاسی، سماجی اور فوجی جنگی اعتبار سے مختلف سہولیات حکومت کے ہاتھ آ گئیں۔ عرب دنیا اس نئے

۱۔ تاریخ طبری، جلد ۶، ص ۵۵۳، ص ۵۶۴، الکامل فی التاریخ، جلد ۶، ص ۳۵۷۔

پیدا ہونے والے واقعے پر سخت برہم اور ناراض تھی۔

مگر معتصم کے ساتھ حکومت میں آنے کے بعد چونکہ معتصم کی ماں ترک زبان تھیں ترکوں نے حکومت میں اپنا اثر ورسوخ اور نفوذ بڑھا دیا اور واثق عباسی کے زمانے میں حکومت کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لینے کے لیے ترکوں کی اثر ورسوخ اور کوشش مزید زیادہ ہوگئی۔

ترکوں کا اسلامی مرکز اور خلافت میں آنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے فائدے کے علاوہ کسی چیز کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، یہ لوگ اداروں کو خراب اور تباہ کرنے کا، رشوت عام کرنے کا اور ظلم وستم برپا کرنے کا سبب بنے اور لوٹ مار، قتل وغارت گری اور بے رحمی کو عباسی خلافت کے لیے چھوڑا۔ (۱) ترکوں کا ظلم وستم اتنا بڑھ گیا کہ معتصم نے اعتراف کیا کہ ترکوں کو اپنے ساتھ حکومت میں جگہ دے کر بے وقوفی کی تھی۔ (۲) ملک میں ایک تو ترکوں نے مصیبت کھڑی کی ہوئی تھی، دوسری طرف سے ایران میں بابک خرمی (ایک بادشاہ کا نام) اور علویوں نے مختلف جگہوں سے سر اٹھا کر حکومت کی اندرونی مشکلات میں اضافہ کر دیا تھا اور بیزانس (رستم پہلوان کے بھتیجے کا نام) کی حکومت کی سرکشی میں شدت آگئی تھی بابک خرمی کی فوج نے ایران کے سرحدی علاقے پر لشکر کشی کر کے مال واسباب کو لوٹ لیا اور وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا اور مسلمان عورتوں کو اسیر کر کے لے گئے۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، جلد ۷، ص ۳۳۱، ص ۳۴۱۔ ۲۔ تاریخ طبری، جلد ۱۱، ص ۹۰۸۔ تاریخ اسلامی، جلد ۲، ص ۱۶۰۔ ۳۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۶، ۴۴۷، ص ۴۶۱۔

ان حالات میں خلافت عباسی کے حکمران اہل بیتؑ اور ان کے پیروکاروں کی طرف سے ایسے اقدام کہاں برداشت کر سکتے تھے، ایران میں اٹھ کھڑے ہونے پر وہ سخت برہم تھے، اس پر امام جوادؑ کی معتصم پر مہربانیاں اور مسلمانوں کی اعلیٰ مصلحتوں کے سلسلے میں امامؑ کی بھلائیوں اور اچھائیوں کو نظر انداز کرے اور امام جوادؑ کو زہر دے کر مسموم کر دیا۔(۱)

اقتصادی لحاظ سے حکمرانوں، مالداروں، امیروں، وزراء اور دیگر لوگ جو خلافت کی مشینری سے وابستہ تھے، سب نے ہر طرف سے لوٹنا شروع کیا جس کی وجہ سے حکومت کے لیے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے بڑے اور اونچے اونچے مکانات اور بعض نے بڑے بڑے محل سرا بنانے شروع کیے۔ (۲) اور لباس کے نیچے پہننے والا موٹا کپڑا جو بہت قیمتی ہوتا ہے اس پر بے تحاشا رقم خرچ ہونے لگی۔(۳) گھریلو آرائش و زیبائی، فرنیچر وغیرہ پر، دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانوں پر بہت زیادہ خرچ کیا جانے لگا۔(۴)

ایک دوسرے کو دیے جانے والے تحفے تحائف اور حکومتی مراعات اس قدر نا قابل برداشت ہو گئی تھی، کہ ملک میں قانون نام کی کوئی چیز نہیں تھی اگر کوئی قانون نام کی کوئی چیز تھی وہ خلیفہ اور اس کے حواریوں کی من مانیاں تھیں، اور ہر طرف

۱۔ لارشاد، جلد ۲، ص ۲۹۵، دلایل الامۃ، ص ۲۰۸، الکامل فی التاریخ، جلد ۶، ص ۴۵۵، مسند الامام الجوادؑ، ص ۵۸۔۷۰۔

۲۔ تاریخ طبری، جلد ۱۱، ص ۱۰) مروج الذھب، جلد ۲، ص ۲۶۴، تاریخ الاسلامی، جلد ۲، ۳۴۶۔

۳۔ تاریخ الاسلام، جلد ۲، ص ۳۴۸۔

۴۔ تاریخ الاسلامی، جلد ۲، ص ۳۴۶، تاریخ طبری، جلد ۱۰، ص ۵۲، مروج الذھب، جلد ۲، ۲۷۹۔

لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا ان حالات کی وجہ سے بہت زیادہ مشکلات تھیں۔ (۱)

مامون علم و آگاہی کے لحاظ سے علم دوست اور ہوشیار و عاقل دانا آدمی تھا "خلق قرآن" والے مسئلے کو اس نے اٹھایا اور اسی کو دانشوروں، محدثین اور متکلمین کے درمیان حق و ناحق ہونے کا معیار قرار دیا۔ مسئلہ خلق قرآن کی بہت زیادہ تبلیغ اور کافی اہمیت و شہرت کی وجہ سے اس نے خود کو احکام دین کے مقابلے میں دل سوز اور متدین فرد کی حیثیت سے ظاہر کیا اور اپنے آپ کو دینی احکام کے سرپرست کے طور پر پہچنوایا۔ اور لوگوں کے اذہان بنیادی مسائل سے یعنی اہل بیتؑ کے مقام و منزلت سے ہٹا دیا۔ (۲)

اور معتصم نے بھی اس بارے میں بھائی کی راہ پر چلتے ہوئے اس کے طریقے کو جاری رکھا اور مشرق و مغرب کے آثار بالخصوص یورپی آثار و افکار کے طور طریقوں اور خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے اسلامی ممالک میں ان کے آثار و افکار کو عام کر دیا جس سے ڈکیتوں، بدمعاشوں، ڈاکوؤں اور لوٹ کھسوٹ کے بازار کو بہت زیادہ رونق ملی (۳) اور صوفیوں کے رسم و رواج، تنگ نظری اور ظلم و تشدد کرنے والے لوگوں کے رسم و رواج چھا گئے اور ان کا راج ہو گیا۔ (۴)

اسلامی تعلیمات پر ایک مصیبت یہ تھی مامون اور معتصم کے زمانے میں علم کلام اور فقہی علوم کے ماہرین جو کہ تنگ نظری کا شکار تھے کے درمیان اور حدیث میں

۱۔ الاغانی، جلد ۵، ص ۳۳۷۔ ۲۔ تاریخ طبری، جلد ۷، ص ۱۸۸، الکامل فی التاریخ، جلد ۶، ص ۴۲۳۔

۳۔ تاریخ الاسلامی، جلد ۳، ص ۳۳۲۔

۴۔ حدیقۃ الشیعہ، ص ۶۰۲۔ ۶۰۳، اعلام الہدایۃ، جلد ۱۲، ص ۳۰، رجال کشی، ص ۵۰۷۔

شدت پسندی کا شکار علماء کے درمیان شدید اختلافات تھے معتصم کے زمانے میں فائدہ کلامی اور فقہی رائے رکھنے والوں کے حق میں رہا جو یہ کہتے تھے کہ ''قرآن مخلوق پروردگار ہے'' اور متوکل کے زمانے یہ لوگ نقصان میں رہے اور فائدہ حدیث میں سخت موقف رکھنے والے علماء کے حق میں تھا دونوں گروہوں کے درمیان جھگڑے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنی رائے کے اثبات کے لیے احمد بن حنبل جیسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے اسلامی معاشرے کو ذلیل وحقیر اور سرگرداں کر دیا۔(۱) امام علی بن محمدؑ کی پاکیزہ ہستی خوبیوں اور فضیلتوں کا خصوصی سرچشمہ تھی اور گلستان امامت کے منتخب شدہ پھول اور خالص نیکیوں کے لیے برگزیدہ شمع ہدایت کے منارے بن کر (۲) ان شرائط اور خاص حالات میں مسلمانوں کی امامت وولایت کی حقیقی ذمے داری آپؑ نے سنبھالی۔ یہ فطری بات ہے کہ اس پر آشوب دور میں ذمہ داریوں کی انجام دہی میں جو آپؑ کو خاص کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ آپؑ کی پاکیزگی اور خلوص عمل تھا اسی وجہ سے اس زیارت نامے میں آپؑ کو ''نقی'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ ''نقی'' کے معنی لغت میں پاک وپاکیزہ، منتخب خالص اور نیک کے ہیں۔(۳)

امام علی نقیؑ نے ان تمام کمالات اور خدا کے عطا کردہ اوصاف کے ساتھ مسلمانوں کی مختلف گروہوں کی نجات کے لیے بہت کوششیں اور جدوجہد فرمائی، جس طریقے سے امیر المومنینؑ نے تہذیب اسلامی اور امت اسلامی کی حفاظت فرمائی اور

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۶، ۱۵۲؛ ج ۷ ص ۵۶، المذاہب الاسلامیہ، مذہب حنبلی۔

۲۔ اعلام الھدایۃ، ج ۱۲، ص ۳۶، ۲۷۔

۳۔ فرہنگ جامع نوین، ج ۲، ص ۱۶۴۳۔

اسلامی معاشرہ میں نظام اور قانون سازی اور اس کے قیام کے لیے کوششیں فرمائی تھیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ امت اسلامی کے مختلف گروہوں کی خیر خواہی کے لیے آپؑ نے اقدام فرمایا۔ اس کے باوجود کہ عباسیوں کے ظلم و جور بالخصوص متوکل نے اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کی قتل و غارت گری، حقوق کی پامالی، بے رحمی اور ظلم و ستم میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ (متوکل نے اہل بیتؑ کے حقوق پامال کرنے، ظلم و ستم اور بے رحمی اور قتل و غارت گری میں دوسروں سے زیادہ تیزی دکھائی) (۱)

حضرت امام علی النقیؑ نے عباسیوں کی اصلاح کی غرض سے ان کی بھلائی کے لیے بھی کوششیں فرمائیں، اسی ضمن میں آپؑ نے اپنے شیعوں کی حمایت اور بہت ہی نازک حالات میں طے شدہ پروگرام کے تحت ان کی ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور عباسیوں کے اہداف کو دیکھ کر آپؑ نے مصلحت نہیں جانا کہ قیام اور تحریکیں ایک عمومی تحریک میں تبدیل ہو جائے اور اس طرح عباسی درندوں کو خون بہانے کا ایک ٹھوس ثبوت ہاتھ نہ آجائے۔ (۲)

دوسری طرف سے تمام امکانات کے ساتھ لوگوں کی ہدایت و خوش بختی اور ان کو لڑائی جھگڑوں سے دور اور بدعتوں سے پاک رکھنے کے لیے آپؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور صوفیوں (۳) اور غالیوں (۴) کے طور طریقوں کو منحرف کرنے والا، ٹیڑھا اور امت محمدیؐ کو بے راہ روی کی طرف لے جانے والے راستہ جانا اور خلق قرآن کو ایک ایسے فتنے کا سبب قرار دیا، جس کے سحر اور آفتوں سے خبردار ہونا چاہیے آپؑ نے

۱۔ الکامل فی التاریخ ج ۶ ص ۸۔ ۲۔ حدیقۃ الشیعۃ، ص ۶۰۳۔ ۱۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۵۹، ۶۱۔

۲۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۶۸، مسند الامام الھادیؑ، ص ۲۵، تحف العقول، ص ۳۵۲۔

شعور دلایا اور گفت وشنید کے ذریعے متعدد بار آگاہی دیتے رہے اور جب بھی فرصت ملی آپؑ علمی نے حقیقی اسلام کی ترویج کے لیے استفادہ فرمایا۔(۱)

اقتصادی لحاظ سے حضرت امام ہادیؑ اور آپؑ کے خاندان کے افراد قناعت کے ساتھ انتہائی صبر وشکر سے زندگی گزارتے رہے۔ متوکل اور اس کے کارندے آپؑ اور آپؑ کے خاندان کو اقتصادی محاصرے میں رکھتے اور لوگوں کو آپؑ تک پہنچنے سے روکتے تھے جس طرح امامؑ پر سختی کرنے کے معاملے میں ان کا طریقہ کار تیز اور حیرت انگیز تھا، وہاں امام ہادیؑ کے صبر وشکر کا انداز اس سے کہیں زیادہ حیران کن تھا (۲)

مزید یہ کہ آپؑ نے حضرت امام مہدیؑ کی کرامات کے لیے کام کیا، آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت امام جوادؑ مہدویت کی سوچ اور فکر کو اپنے شیعوں کے اذہان میں ڈالنے اور اس بارے میں ماحول فراہم کرنے کے لیے کوشاں تھے بالکل اسی طرح آپؑ نے بھی اسلامی معاشرے کو حضرت امام آخر زمانؑ کے ظہور وغیبت کے لیے لوگوں کو تیار کرنے کی راہ میں انتہائی سعی فرمائی۔(۳)

امام جوادؑ اپنی جانب سے اپنے وکیلوں اور نمائندوں میں سے کچھ افراد کو پوری دنیا میں بھیجنا چاہتے تھے تا کہ شیعہ حضرات اپنے کاموں کی انجام دہی کے بارے میں امامؑ کے نمائندوں اور وکیلوں سے رجوع کریں۔ یہ وکیل اور نمائندے ایسے تھے، جن کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حضرات اتنے

۱۔مقاتل الطالبین، ص ۳۹۴۔ ۲۔مقاتل الطالبین، ۳۹۴۔

۳۔اعلام الھدایۃ، جلد ۱۱، ص ۱۸۸، ۱۸۹۔ ۲۔اعلام الھدایۃ، جلد ۱۱، ص ۱۸۸، ص ۱۸۹۔

سمجھ دار اور ماہر علماء ہوتے تھے کہ لوگوں کی دینی مشکلات حل فرما سکتے تھے، اور ان کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے اور یہ وہی روشنی تھی جو حضرت ولی عصرؑ کی غیبت کے زمانے میں جاری ہونا چاہیے اور مجتہدین کی صورت میں جاری ہے۔ (۱) امام ہادیؑ نے بھی دقت کے ساتھ اس طریقے کو جاری رکھا اور مزید وسعت دی اور اپنے شیعوں کو بھی اس روش پر عمل پیرا ہونے کے لیے آہستہ آہستہ آمادہ کیا تا کہ مذہبی اور دینی مشکلات کے حل کے لیے اپنے نمائندوں کو جو دانشوروں اور فقہاء پر مشتمل تھے، تیار کیا، تا کہ لوگ ان کی طرف رجوع کریں اور اپنے مسائل حل کریں۔ مزید یہ کہ آپؑ نے امام حسن العسکریؑ کے لیے ایک ایسی شائستہ زوجہ کی تلاش بھی شروع کردی جو حضرت ولی عصرؑ ارواحنا فداہ کی والدہ کا مقام پا سکیں اور حضرت ولی عصرؑ کے وجود مبارک سے متعلقہ مسائل کے بارے میں بتا دینا چاہتے تھے کہ امن وامان کے ساتھ ان مسائل کو امر خداوندی سمجھ کر قبول کریں اور ان مسائل کے طور طریقوں کی مکمل طور پر رعایت کرتے ہوئے حضرتؑ سے متعلق اسرار اور خفیہ باتوں کو فاش نہ کریں۔ (۲) ایسے حالت میں امام ہادیؑ نے کمال پاکیزگی اور انتہائی خلوص کے ساتھ امت اسلامی اور شیعوں کے لیے اور دینی معارف کے لیے ایسی پاکیزگی عطا کی یہاں تک کہ عباسیوں اور ستم گروں کے لیے بھی دل سوزی، ہمدردی اور خیر خواہی کرتے تھے تا کہ وہ بھی نصیحت کو قبول کریں۔

۱۔ اعلام الھدایۃ، جلد ۱۲، ص ۱۵۵، ص ۱۶۳۔ کمال الدین، ص ۳۷۹، ۳۸۳۔ ص ۴۱۷۔ مسند الامام الھادیؑ، ص ۹۸، ص ۱۰۴، کافی جلد ۱، ص ۳۲۵، ۳۲۶۔

بعض راویوں نے امام ھادیؑ کے ناصح نام رکھنے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ: آپؑ تمام لوگوں سے زیادہ اپنے جد کی امت کو نصیحت فرماتے تھے اوران کے مصلحتوں انہیں بیان کرتے تھے“(۱)

اور لوگوں کو زمانۂ غیبت (امام مہدیؑ) کے ساتھ متصل اور دین دار رہنے کی تاکید فرمائی، آپؑ نے ان تمام کاموں کو انتہائی راز داری اور امانت داری کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

پس سلام ہو ان امامؑ پر جو پاک و پاکیزہ، خیر خواہ، دل سوز، نصیحت کرنے والے اور زمان غیبت حضرت مہدیؑ میں محور ولایت اور دائرہ دین کی حفاظت کے لیے ماحول فراہم کرنے والے ہیں اور اسرار الٰہی یعنی خدا کے خفیہ رازوں کے امانت دار ہیں ان پر سلام ہو۔

۱۔ زندگانی امام علی الھادیؑ، باقر شریف القرشی، ترجمہ سید حسن اسلامی، ص ۷۰۔

اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَاحَسَنَ بنَ عَلِیٍ عَلَیهِمَا السَّلامُ

حضرت امام حسن عسکریؑ وہ تنہا معصوم ہیں کہ زیارت حضرت معصومہؑ میں آپؑ کو کسی لقب سے یاد نہیں کیا گیا ہے بلکہ آپؑ کو آپؑ کے مبارک نام سے یاد کیا گیا ہے۔ قوی احتمال یہ ہے کے آپؑ کے لیے کوئی لقب اس لیے نہیں آیا ہے کہ آپؑ آخری امام حاضر تھے، اس لیے لقب کی ضرورت نہیں تھی جب کہ آپؑ کے القابات زمین وآسمان والوں میں عسکریؑ کے نام سے مشہور تھے۔ شیخ مفیدؒ حضرت امامؑ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:

''امام ہادیؑ کے بعد آپؑ کے فرزند ابومحمد حسن بن علیؑ امام تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ تمام فضیلتیں ایک ساتھ آپؑ میں جمع ہوگئی ہیں علم ودانش، انکساری، زہد، کمال عقل، عصمت، شجاعت، جودوکرم اور بہت زیادہ ایسے اعمال جو انسان کو خدا کے نزدیک کردیں، اور اس قسم کی صفات جن میں ہوں، وہ امامت اور ریاست کا سبب بن جاتے ہیں اور تمام لوگوں پر خود کو مقدم کردیتے ہیں۔ (۱)

بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ معصومینؑ میں سے آخری ہستیاں بھی تمام کمالات اور فضیلتوں میں اپنے سے پہلے معصومینؑ کی وارث ہوتی ہیں، اصولی طور پر خط امام اور ولایت کی شاہراہ کی ایسے لوگ رہبری اور رہنمائی کرسکتے ہیں جو فضیلتوں، فکرواندیشوں اور اس قسم کے بلند طریقوں کے حامل ہوں۔

لیکن ضرورتوں کے مطابق اور ہر زمانے میں رونما ہونے والے حالات کے ساتھ خصوصی طور پر سامنا کرنے کی ہمت وجرأت ہو۔ اس بارے میں امام علیؑ

۱۔ الارشاد، جلد۲، ص۳۳۳، مناقب اہل بیتؑ از دیدگاہ اہل سنت، ص۲۵۶، ۲۶۸۔

بن موسیٰ الرضاؑ سے اس طرح نقل ہوا ہے۔

"نحن اهل بيتؑ يتوارث اصا غرفا عن اكابرنا القذة بالقذة" ہم ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کہ ہماری نئی نسل فضیلتوں اور مناقب میں اپنے سے پہلے والوں کی طرح ہیں اور فضائل و خصوصیات میں ہم اہل بیتؑ سب برابر ہیں کیونکہ وہ حضرات تیز دھار لوہے مثلاً نیزہ و تیر کے آخری سرے کی طرح ہیں جس میں تیزی آخری سرے تک آتی ہے۔(۱) یہی سبب ہے آپؑ رسولخداؐ کے وصی اپنے شاگردوں کے لیے محبوب اور ان کے آنکھوں کے نور تھے۔ علم کو وضاحت سے بیان کرنے والے، سچ بولنے والے اور امانت دار، پاک و پاکیزہ، منتخب شدہ، صاف ستھرا چشمہ ہدایت، جوش تقویٰ، یہ وہ تمام صفات ہیں جو اپنے ساتھ اور بھی فضیلتیں لیے ہوئے ہیں۔(اسی وجہ سے ممکن ہے اس زیارت نامے میں آپؑ کے لیے کوئی اور لقب نہیں آیا ہو کہ آپ پدر بزرگوار حضرت ولی عصرؑ ہیں اور یہی آپؑ کا اہم ترین لقب ہوسکتا ہے)(۲)۔

۱۔ زندگانی چھاردہ معصومینؑ ص ۱۰۳۷

۲۔ مقالہ آخرین معصومؑ و حضرت معصومہؑ، محمد رضا فودیان۔

اَلسَّلامُ عَلَی الْوَصِیِّ مِنْ بَعْدِہٖ

معصومینؑ میں آخری ہستی جن پر حضرت معصومہؑ کی زیارت میں سلام بھیجا جاتا ہے، حضرت ولی عصرؑ ہیں لیکن باقی معصومینؑ اور آپؑ پر سلام بھیجنے کے طریقے میں فرق ہے کیوں کہ:

(۱) دیگر معصومینؑ پر جہاں سلام بھیجا جاتا ہے وہاں ان کو مخاطب قرار دیتے ہیں اور مخاطب کے صیغے سے ان پر سلام بھیجا جاتا ہے، مگر حضرت ولی عصرؑ کے بارے میں زیارت کے لہجے میں تبدیلی آتی ہے اور غائب کے صیغے کے ذریعے سلام بھیجا جاتا ہے یعنی امام حسن عسکریؑ پر سلام بھیجنے کے بعد زیارت کا جملہ یہ ہے کہ "سلام ہو ان کے بعد کے وصی پر۔"

(۲) زیارتوں میں صرف حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، کے علاوہ سلام بھیجتے وقت دوسرے آئمہؑ کے نام نہیں لیے گئے ہیں۔

(۳) نام کے بدلے "وصی" کی صفت کو استعمال کیا ہے۔

(۴) ان کے لیے یہ زیارت دعا کی مانند ہے۔

بیان شدہ نکات کے بارے میں سوالوں کے جوابات دینا ضروری ہے کہ زیارت کا لہجہ مخاطب سے غائب میں کیوں تبدیل ہوا ہے؟ اور حضرت ولیِ عصر اور ان کے پدر بزرگوار کے اسم مبارک کیوں نہیں لائے گئے ہیں اور تمام القابات میں سے آپؑ کے لیے صرف "وصی" کے لقب کو کیوں منتخب کیا ہے؟

ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یقیناً خطاب کا لہجہ غیبت میں تبدیل ہونا بغیر دلیل نہیں ہے۔ احتمالاً اس کی دلیل یہ ہے کہ آپؑ پردہ غیبت میں ہیں اور دیگر آئمہؑ اور

آپؑ کی مبارک زندگی کے رنگ ڈھنگ اور شرائط میں فرق ہے، کیونکہ آپؑ کی غیبت اور آپؑ کی طویل عمر اور قیام حکومت اسلامی روئے زمین پر عدل و انصاف کے قیام کے ذریعے ہوگا۔ آپ کی حکومت معنویت و روحانیت کو زمین کے کونے کونے میں پہنچائے گی۔

دوسرے معصوم اماموںؑ کے ساتھ جو صیغہ غائب استعمال ہوا ہے وہ ان کے مدت معین اور حاضر ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کسی مخصوص حکم کے تحت ہوتا ہے اور مخاطب کے صیغے کا غائب میں تبدیل ہونا حضرت امام مہدیؑ کی امامت کے طور وطریقوں کے مخفی ہونے اور ان کے دور میں زمانے کے تغیرات کی طرف اشارہ ہے، اور یہ تبدیلی امام مہدیؑ اور باقی آئمہؑ کے درمیان جو فرق ہے یہ اس کی بہت گہری اور لطیف و دقیق تعبیر ہے۔

امام عصرؑ زندہ ہیں اور زمین پر رہنے والوں اور آسمان میں رہنے والوں پر حجت خدا ہیں۔ آپؑ اور آپؑ کے پدر بزرگوارؑ کے اسمائے مبارک ظاہراً نہ آنے کی وجہ اسی نکتے میں پوشیدہ ہے۔ حقیقت میں اچانک جو زیارت کے لہجے میں تبدیلی آئی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؑ زندہ و سلامت ہیں اس بنا پر آپؑ کو امام حسن عسکریؑ کے وصی کے طور پر پہچنوایا، یہ پدر بزرگوار کی وصیتوں اور بھاری وظائف کے انجام اور تکمیل کی طرف اشارہ ہے۔

یہ نکتہ بعض دعاؤں میں جیسے قرآنی دعا جو قرآن سر پر اٹھا کر پڑھی جاتی ہے اور جس میں امام زمانؑ کو "حجۃ" کے نام سے تعبیر کیا ہے اور آپ کا نام نہیں آیا ہے اور دعائے توسل میں نام کی جگہ خصوصی طور پر "خلفِ صالح"، یعنی شائستہ ترین جانشینِ

امام حسن عسکریؑ کہہ کر یاد کیا ہے، یہ بات اس عظیم اور اہم موضوع کی وضاحت کرتی ہے کہ آپؑ غیبت کے زمانے میں روئے زمین پر حجت خدا ہیں۔ اور خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں اور مومنین کو یہ اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ آپؑ امام معصوم اور حجت خدا ہیں۔ اور پیغمبر اکرمؐ کی جو ذمے داریاں تھیں وہ تمام آپؑ کے دوش مبارک پر ہیں، اور جس طرح رسول خداؐ خاتم الانبیاء تھے، آپؑ خاتم الاوصیاءؑ ہیں، اور جس طرح رسول خاتمؐ کو اسلام کی تعلیمات پہنچانے کے لیے خدا نے رسولؐ بنا کر بھیجا اور اسلام کی توسیع و ترویج کے لیے معبوث ہوئے، اسی طرح آپؑ خدا کی جانب سے بقائے اسلام کے ضامن ہیں۔ خداوند متعال کی جانب سے بقائے اسلام کی ضمانت کے ساتھ آپؑ کی ذمے داری ہے کہ دین آسمانی کی حرمت کا بھی پاس رکھیں اور مناسب فرصت میں ظلم و ستم کا خاتمہ کر کے اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور اس کی جگہ پر عدالت کا قیام عمل میں لائیں اور تمام دنیا میں اس عدالت اسلامی کو وسعت دیکر پھیلانا آپؑ کی اہم ذمے داریوں میں سے ہیں۔ (۱)

اس بنا پر آپؑ کے حق میں دعا کرنی چاہیے اور خداوند متعال سے آپؑ کے ظہور میں تعجیل کے لیے ضرور دعا کرنی چاہیے۔ لہٰذا اس سلام کا حضرت معصومہؑ کی زیارت میں جاری ہونا آپؑ کے لیے دعا شمار ہوگا۔

۱۔ ممکن ہے آپؑ کے نام نہ آنے کی وجہ تقیہ ہو اس وجہ سے کہ شیعوں کو آپؑ کا اصل نام لینے سے منع کر دیا، شاید یہی دلیل ہو۔

حضرت امام مہدیؑ کے لیے دعا

حضرت امام مہدیؑ کے لیے دعا کرنے میں بہت فائدے ہیں۔ حقیقت میں یہ آپؑ سے محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے اور امام عصرؑ کی توقیع یعنی وہ خط جو آپؑ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر کیا ہو اور اس پر دستخط فرمایا ہو، اس میں اس طرح نقل ہوا ہے: واکثروا الدعاء بتعجیل الفرج فانّ ذالك فرجكم"

"جلدی ظہور ہونے کے لیے خدا سے بہت دعا کریں" (۱) مرزا محمد تقی موسوی اصفہانی کی کتاب فوائد دعا میں ہے جس کا عنوان "مکیال المکارم فی فوائد الدعاء للقائم" ہے۔ یہ زیارت ہمیں بتاتی ہے کہ حضرتؑ کے بارے کس طرح دعا کرنی ہے۔

اللّٰھمَّ صلِّ علیٰ نُورِکَ وَ سِرَاجِکَ...

قرآن مجید اور روایات میں خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ پر صلواۃ بھیجنے کی بڑی تاکید ہوئی ہے اور اسی طرح خاتم الاوصیاء پر بھی ان کے جد بزرگوار کی طرح صلواۃ بھیجنی چاہیے صلواۃ کے معنیٰ خداوند متعال سے کسی کے لیے رحمت کی درخواست ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَآئِکَتَہٗ ــــــــ تَسْلِیمًا، خدا اور فرشتے پیغمبر پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر دُرود بھیجو اور خدا سے ان کے لیے درجات کی بلندی اور نعمت و رحمت میں اضافے کے لیے دعا کرو اور ان پر خصوصی سلام کرو جس طرح سلام کرنے کا حق ہے (۲) آیت کی تفسیر کے بارے میں کچھ روایتیں صلواۃ کی فضیلت کے بارے میں نقل ہوئی ہیں کہ "سلام" کے معنی وہی ہیں جو لوگوں کے درمیان رائج

۱۔ کمال الدین، جلد۲، ص ۴۸۵، الاحتجاج، جلد۲، ص ۲۸۴۔ ۲۔ سورۂ احزاب، آیت ۵۶۔

ہیں۔ مگر ''صلواۃ'' آنحضرتؐ پر دُرود بھیجنے کے معنی خداوند متعال سے ان کے لیے طلب رحمت کرنا ہے۔ (۳)

یہاں پر تمام پیغمبروں سے الگ پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کی آلؑ پر دُرود بھیجنے کے بارے میں آیا ہے ''خداوند متعال ہمیشہ ان پر رحمت اور درود بھیجتا ہے'' یہ سلام ودرود خداوند متعال اور لوگوں کی جانب سے آپؐ اور آپؐ کے آلؑ پر۔ متعدد روایات بلکہ رسول خداؐ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں استفادہ ہوتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ''جب آل ابراہیمؑ پر درود بھیجو تو مجھ پر بھی درود بھیجو، اور اس طرح کہو'' اللّٰھم صلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّد'' (۱)۔

خدا جب درود بھیجتا ہے تو اس دور میں حضرت ولی عصرؑ ارواحنا فداہ بھی بغیر کسی تردد کے شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپؑ ان افراد میں سے ہیں جو آلؑ کے پر سچے مظہر گواہ اور دلیل ہیں۔ بلکہ کامل ترین اور روشن وواضح ترین سچے دلائل میں سے ایک محکم دلیل ہیں۔ زیارت معصومہؑ میں زائر خدا سے درخواست کرتا ہے کہ امام مہدیؑ پر بھی سلام ودُرود بھیجے۔ صلواۃ کے بارے میں پہلے بیان ہوا کہ صلوات یعنی خداوند متعال سے یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ اور مسلسل آنحضرتؐ پر رحمت اور درود نازل فرماتے رہیں۔

۱۔ تفسیر کنز الدقائق، جلد ۸، ص ۲۱۹، تفسیر نمونہ ج ۱۷، ص ۴۱۶، ص ۴۱۷، قاموس قرآن، ج ۶، ص ۱۴۸

۲۔ درالمنثور میں سورۂ احزاب کی آیت ۵۶ کی ذیل میں آیا ہے، المیزان، جلد ۱۶، ص ۳۳۸، تفسیر نمونہ جلد ۱۷، ص ۴۱۹۔

اس زیارت نامے میں حضرت ولی عصرؑ پر درود بھیجنے کی علت و دلیل کا بیان ہوا ہے
''خدایا تو ان پر دُرود بھیج کیوں کہ وہ نور ہیں اور ہدایت کے راستے پر چلنے والوں کے
لیے روشنی ہیں تمام مخلوقات اور لوگوں پر تیرے ولی، وصی اور حجت ہیں۔ گزرے
ہوئے لوگوں کا قول ہے کہ: کسی وصف پر حکم نافذ ہونا اس بات کا شعور دلاتا ہے کہ حکم
اسی وصف کی وجہ سے آیا ہے'' یہاں پر ایک نکتے کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ
جب زائر زیارت کے اس مرحلے میں اپنے آپ کو خداوند متعال کے بالکل قریب و
نزدیک محسوس کرتا ہے تو خداوند متعال سے حضرت ولی عصرؑ کے قریب تر ہونے کے
لیے مزید دعا کرتا ہے۔ امام عصر پر دُرود بھیجنے کی مناسبت سے اس زیارت نامے میں
ان اوصاف سے پانچ وصف ذکر ہوئے ہیں۔

ا۔ نُورِ خُدا

روشنی کے معنی میں آیا ہے جو ظلمت و تاریکی کے مد مقابل استعمال ہوتا ہے
راغب اصفہانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: نور سے مراد وہ روشنی ہے جس میں
روشنی کا دامن بہت وسیع ہوتا ہے۔ یعنی وہ روشنی جو بہ یک وقت بہت سارے علاقوں
میں اجالا کرتی ہو اور لوگوں کو دیکھنے میں سہولت فراہم کرتی ہو، اُسے نُور کہا جاتا ہے۔
بعض لُغت کے محققین نے اس حوالے سے یُوں تحریر کیا ہے کہ نُور وہ ہے جو پوشیدہ
چیزوں کو آشکار کرتا ہے اور یہ معروف ہے کہ نور وہ ہے جو آشکار ہو اور آشکار کرنے والا
ہو ''اَلظَّاهِرُ فِي نَفسِهِ اَلمُظهِرُ لِغَيرِهِ'' اور نور مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے، کبھی
مادی اعتبار سے جیسے سورج کی روشنی، اور کبھی معنوی اعتبار سے جیسے نُورِ رسول خداؐ اور
نُورِ قرآن۔ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر ان دونوں نُور کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں توارت حامل نور ہے "إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ" (۱) قرآن مجید نور ہے بقولہ تعالیٰ "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوراً مُّبِيناً" (۲) خداوند متعال لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف ہدایت کرتا ہے، بقولہ تعالیٰ "اللّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُواْ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوُرِ" (۳) خدا آسمان اور زمینوں کا نور ہے بقولہ سبحانہ "اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض" (۴) جسے چاہے اپنے نور کی جانب ہدایت کرتا ہے۔ بقولہ سبحانہ "يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ" (۴) قیامت کے دن زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے گی۔ "وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا" (۵)

خلاصہ کلام یہ تمام معنوی اور مادی انوار کا سرچشمہ نور خدا ہے۔ صرف وہی ذات ہے جو مومنین پر نور نازل کرتا ہے۔ اور ایک نور کو اُن کے درمیان قرار دیتا ہے اور اُن کے دلوں کو روشن کرتا ہے۔ بدکردار اور ستمگر لوگ نور خدا کو کبھی بجھا نہیں سکتے ہیں۔ بقولہ تعالیٰ (يرِيدُونَ اَن يُّطفِئوا نور الله بِأَفوَاهِهِم وَيَأبىَ اللهُ اِلاّاَن يُّتِمَّه نُورَهٗ وَلَو كَرِهَ الكٰفِرُونَ) (٦) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے مُنہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بُجھا دیں اور خُدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے اگرچہ کُفار بُرا مانا کریں۔ بعض آیات کی تفسیر میں روایات کچھ اس طرح سے

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۴۴۔ ۲۔ سورۂ نساء، آیت ۱۷۴۔

۳۔ سورہ بقرہ آیت ۲۵۷۔ ۴۔ سورۂ نور، آیت ۳۵۔

۵۔ سورۂ نور، آیت ۳۵۔

٦۔ سورۂ زُمر، آیت ٦۹۔

ذکر ہوئی ہیں: نُور خدا کی روشنی پُوری کائنات میں پھیلے گی۔ اور ظُلم وتشدّد کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکے گی۔ کائنات پر عدل وانصاف قائم کرنے کے ماحول کو فراہم کرے گی۔ اُس عظیم ہستی سے مُراد حضرت حُجت ابن الحسن علیہما السلام ہیں۔ اس آیت کی ذیل میں آیا ہے کہ بقولہ سُبحانہ "وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا"(۱)

یعنی کائنات نُور امامؑ اور حُجت خدا سے روشن ہے۔ آپؑ خدا کے وہ نُور ہیں جو روشنیاں طلوع ہونے کی جگہ، آفاقی نُور، ہدایت کو فروغ دینے والے، کائنات کو منور کرنے والے، عقل وخرد کی مشعل، سورج کا سرچشمہ ہیں کہ جس کے علم ودانش سے متوسل ہو کر انسان وادیِ نُور میں قدم رکھ سکتا ہے اور کوہِ طور کی بلندی پر فائز ہوسکتا ہے۔ ظُلمت وتاریکی سے خوفزدہ نہ ہوجائیں بلکہ عزت وشوکت کے ہمراہ حق اور مقصود کی طرف قدم بڑھائیں۔ تاکہ خداوند متعال اُن پر اپنی رحمت ونعمت کے بے انتہا سلسلے کو نازل کرسکے۔

۲. وَسِرَاجِکَ

عربی لُغت میں سراج چراغ کو کہا جاتا ہے ایک ایسا چراغ جو روشنی کو پھیلانے والا ہے جو لوگوں کو تاریکی سے نجات دے کر اُن کے اطراف کو مُنور کردیتا ہے۔ اس لیے ہر روشنی دینے والی چیز کو سراج سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ چار مرتبہ ذکر ہوا ہے، تین بار سورج کے لیے اور ایک بار رسول خداؐ کو سراج مُنیر سے تعبیر کیا ہے۔ موجودہ دور کے چند محققین نے سراج کو اُس چیز کے معنی

۱۔ سورۂ زُمر، آیت ۶۹۔

میں لیا ہے جو دلفریب اور اور آرائش و زینت کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی بنا پر عرب کے لوگ گھوڑے کی لگام کو سرج کہتے ہیں کیونکہ اس سے خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے سورج کو سراج اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ منظومہ شمسی اور اپنے اطراف کو چشم نوازی سے دیکھتا ہے۔ اور چراغ کو اس لیے سراج کہا جاتا ہے کہ جس سے مکان کی آرائش و زیبائش اور شان و شوکت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں رسول خداؐ کو سراج منیر یعنی روشن چراغ کہا گیا ہے اگر چراغ سے مُراد نور پھیلانا ہوتا تو پھر مُنیر کی صفت لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت امام مہدیؑ بھی اپنے جد کی مانند ہیں جیسا کہ رسول خداؐ نے ظلم و طاغوت کے خلاف اسلام کی آواز بلند کی۔ جب حضرت حجت علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو رسول خداؐ کے پرچم کو ہاتھوں میں لیے ہوئے رسول خداؐ کی زرہ کو زیب تن کیے ہوئے اور عمامۂ رسول خداؐ سر پر سجائے ہوئے اور رسول خداؐ کی تلوار کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہوں گے۔

جنگ بدر میں اصحاب رسولؐ کی تعداد کے برابر آپؑ کے بھی تین سو تیرہ اصحاب و انصار ہوں گے۔ جو پروانوں کی مانند شمع امامت کے گرد طواف کر رہے ہوں گے۔ وہ لوگ زمانے کے حاکم اور زمین کے وارث ہیں۔ آپؑ ایسا چراغ ہیں، جس کی روشنی تابناک، دلفریب، زمان و مکان، انسان اور تاریخ کے لیے باعث زینت ہے۔ خدا کے نام سے خدا کی یاد سے اور خدا کے لیے پوری کائنات کو عدل و انصاف، دلیل و حجت اور ایمان کے سرمائے سے مالا مال کر دیں گے۔ پس آپؑ بھی روشنی پھیلانے والے سراج منیر ہیں۔ ایک ایسا چراغ ہیں، جس کی روشنی میں اتنی وسعت ہے کہ سوائے ایک روشنی کے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ اور وہ نور الٰہی

ہے۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں آپؑ کو نور اور سراج سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان دونوں کلمات انتہائی لطافت اور ظرافت کے ہمراہ خدا کی طرف نسبت دی گئی ہے اور وہ بھی خطاب کی حالت میں، یعنی بندہ خود کو خدا سے قریب جا کر اس سے التجا کرتا ہے کہ وہ اپنی نور اور سراج پر رحمتوں کو نازل کردے۔ تاکہ وہ قیام کرتے ہوئے عدل وانصاف کے فروغ کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔ اسی بنا پر آپؑ نور اور سراج ہیں۔ لیکن نور اور سراج خدا کی طرف سے ہیں۔ بنا برایں اس کا نور بے انتہا اور لامحدود ہے۔ ''اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض ''(۱) تمام انوار کا سرچشمہ نور الٰہی ہے بنا برایں یہ نور اتنا صاف اور شفاف ہے، جو اپنے اطراف کو روشن کرتا ہے۔ اگر نور کا سرچشمہ نور افشانی کرنے لگے تو یہ اس سمندر کی مانند ہوگا، جو تہہ در تہہ ظلمت کے ساحل سے ٹکراتا ہے اور قرآن مجید کی تعبیر میں نورٌ علیٰ نورٌ کا عملی مصداق بن جاتا ہے۔

۳. وَوَلِيِّ وَلِيِّكَ

ولی کے معنیٰ عربی زبان میں سرپرست، مدیر، دوست، مدد کرنے والے کے ہیں اور وہ جو کسی کے ساتھ اتنا نزدیک ہو کہ ان دونوں کے درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ اسی لیے ولی کہا جاتا ہے کہ وہ اور اس کے کام میں یا کسی کے درمیان کوئی بھی فاصلہ نہ ہو۔

مدیر بطور مستقیم اس کے حوالے سے سوچتا ہے اور اس میں تصرف کرتا ہے۔ حضرت ولی عصرؑ خدا کے ولی ہیں اس معنیٰ میں کہ ان کے اور خدا کے درمیان کوئی

ا۔ سورۂ نور، آیت ۳۵۔

واسطہ موجود نہیں ہے اور وہ خدا کی اجازت سے پوری کائنات اور مخلوقات پر ولایت رکھتے ہیں۔ جمعۃ المبارک کے دن ہم آپؑ کی زیارت نامے میں پڑھتے ہیں "السلام علیك ایّھاالولیّ النّاصح" آپؑ پر سلام ہو اے ولی خدا جو خیر خواہ ہیں۔ "ولا أتخذ من دونك ولیّاً" میں آپؑ کے علاوہ کسی کو سرپرست منتخب نہیں کرتا ہوں۔ یعنی صرف آپؑ مکمل طور پر میرے حوالے سے صاحب اختیار ہیں اور میرے حوالے سے ہر قسم کے تصرف، سرپرستی اور ولایت کا حق رکھتے ہیں۔ آپؑ کی ولایت نہ صرف انسانوں پر ہے۔ بلکہ مختلف روایات کی رو سے رسول خداؐ اور ائمہ معصومینؑ، مومنین پر ولایت رکھتے ہیں۔ ان کی ولایت دین کی بنیاد اور ستون ہے۔

۴. وَوَصِيّ وَصِيِّکَ

اس سے قبل بھی وصی کے معنی اور وصی پیغمبرؐ کے متعلق وضاحت کی ہے، جیسا کہ ذکر ہوا کہ انبیاءؑ کے جانشین تھے۔ اور امیر المومنینؑ رسول خداؐ کے جانشین اور سید الوصیین ہیں۔ مذہب شیعہ کے عقیدے کی رو سے جانشین رسولؐ کی تعداد بارہ ہے اور سب کے سب معصوم ہیں۔ ان کے شروع میں امیر المومنینؑ اور آخری ہستی امام مہدیؑ ہیں۔ اس حوالے سے رسول خداؐ کی روایت ہے معراج کی رات بارہ انوار کو دیکھا سبز عبارت میں میرے ہر جانشین کا نام تحریر تھا اور ان کے اولین فرد علی بن ابی طالب علیہما السلام اور آخری مہدی علیہ السلام ہیں۔ اس رات قدرت کی طرف سے آواز آئی "اے محمدؐ یہ سب تمہارے جانشین ہیں" میری عزت وجلال کی قسم ان میں سے آخری فرد کے ذریعے میں کائنات کو اپنے دشمنوں سے پاک

وصاف کروں گا۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں حضرت امام مہدیؑ کی وصایت کا تذکرہ ہے آپؑ کو وصی کا وصی کہا گیا ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپؑ خاتم الاوصیاء ہیں، جیسا کہ رسول خداؐ خاتم الانبیاءؑ ہیں۔ آپ کا نام اور کنیت رسول خداؐ کی طرح ہے۔ جیسا کہ رسول خداؐ کی ذمہ داری تھی کہ انبیاءؑ کے مقاصد کو لوگوں تک پہنچاتے رہیں اسی طرح آپؑ کی بھی ذمے داری ہے کہ اوصیاءؑ کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ اسی زیارت میں آپؑ کو وصی الوصی کہا گیا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جانشین رسول خداؐ کا انتخاب بھی خدا ہی کی طرف سے ہے۔ نیز نام اور دیگر علاقوں کے ساتھ رسول اللہؐ کے ذریعے لوگوں پر واضح کر دیا جائے۔ چوں کہ جانشین کا انتخاب بھی خدا ہی کی طرف سے ہے، اسی لیے آپؑ کو وصی الوصی کہا گیا ہے۔

۵۔ وَحُجَّتِكَ عَلىٰ خَلْقِكَ

روئے زمین پر اللہ کی حجت

متعدد روایات اور عقل کی رو سے خالق اور مخلوق کے درمیان واسطے موجود ہیں۔ متعدد روایات کی بنا پر حجت خدا کائنات میں موجود ہیں اور کبھی ایسا ممکن ہی نہیں کہ مخلوقات ہوں اور حجت خدا ان کے درمیان موجود نہ ہو۔ شیعہ عقائد کی رو سے یہ بات عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت امام حسن العسکریؑ کے بعد امام مہدیؑ حجت خدا ہیں۔ خدا کے مقرب بندوں کا محور آپؑ ہیں۔ اس زیارت نامے میں آپ "وحجّتك علىٰ خلقك" سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی تمام مخلوقات پر آپؑ حجت خدا ہیں۔ اس بارے میں روایت میں آیا ہے کہ "الحجّة قبل الخلق ومع الخلق وبعد الخلق" آپؑ خدا کی جانب سے حجت

ہیں مخلوقات سے پہلے، مخلوقات کے ہمراہ، اور مخلوقات کے بعد۔ تمام معصومینؑ کو لقب حجت سے پکارا گیا ہے، لیکن حضرت امام مہدیؑ کے لیے یہ لقب زیادہ مشہور ہے۔ حجت کے معنی لغت میں دلیل و برہان کے ہیں، جس کے ذریعے حریف یا مقابل کو قانع کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ سات بار قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے۔ انبیائے عظامؑ اور اوصیاءؑ کا اس لیے حجت نام رکھا ہے کہ پروردگار عالم ان ہستیوں کے وسیلے سے بندوں پر اپنی حجت تمام کرنا چاہتا ہے۔ صراط مستقیم سے بندوں کے انحراف کو قبول نہیں کرتا۔ اور اس حوالے سے بھی ہے کہ یہ ہستیاں وجود خدا کی دلیل اور لوگوں کے لیے ان کے قول و فعل ہے، اسی لیے یہ لوگ حجت ہیں "رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً" (۱) اس آیت سے یہ استفادہ ہوتا ہے حجت یعنی لوگوں کے لیے دلیل ہیں۔ خداوند عالم نے انبیاءؑ کو بھیجا تاکہ لوگوں کی ہدایت کے لیے ماحول فراہم کریں۔ تاکہ لوگ صراط مستقیم اور کمال انسانیت کی طرف رخ کریں اور اپنے اختیار اور آگاہی سے حق کے راستے میں قدم اٹھائیں اور مرنے کے بعد حساب کے وقت یہ لوگ بہانہ بازی نہ کر سکیں۔ اب ان کی معذرت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس سلسلے میں فرمایا: خداوند عالم نے رہبران الٰہی کے ذریعے اپنے دین کو آشکار کیا اور اپنے روشن راستے کو نمایاں کیا اور اپنے پوشیدہ سرچشمۂ علوم کو ظاہر کیا۔ جو بھی مسلمان امام کی طرف سے اپنی ذمہ داری کو نبھاتا ہے وہ ایمان کی

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۱۶۵۔

شیرنی چکھ لیتا ہے۔ اور اسلام کی شان وشوکت کو دیکھ لیتا ہے۔ کیوں کہ خداوند عالم نے امامؑ کو لوگوں کے لیے راستہ پانے کی علامت کے طور پر نصب فرمایا ہے اور انہیں کائنات کے لوگوں پر حجت ودلیل قرار دیا ہے۔ خدا نے ان کے جسم پر شان اور وقار کے لباس کو پہنایا ہے۔ انہیں اپنے انوار کی تجلیات میں محو کر دیا ہے۔ آسمان کے ساتھ امام ہے، اور کوئی بھی چیز ان کی دسترس سے دور نہیں ہے۔ خدا کی جانب سے کوئی بھی چیز بندوں تک نہیں پہنچتی ہے مگر امام وقت کے وسیلے سے ہی پہنچتی ہے۔ اور بندوں کے اعمال قبول نہیں ہوتے ہیں مگر ان کی معرفت کے ساتھ۔ پس خداوند عالم نے انہیں یکے بعد دیگرے حسین ابن علی علیہما السلام کے فرزندوں میں سے چن لیا ہے۔ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کی نسل سے کسی اور کو منتخب کر لیا جاتا ہے جو کائنات کے لیے حجت ہے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو لوگوں کو حقیقت کی طرف ہدایت کرتی ہیں۔ خدا نے انہیں اپنے بندوں پر حجت قرار دیا ہے۔ حسب ترتیب حضرت ولی عصرؑ کائنات میں خدا کی حجت ہیں۔ زمانے میں حجت کا لقب ایک ایسا لباس ہے جو صرف آپؑ کے جسم مبارک پر ہی سجتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی بھی اس لباس کا متحمل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ صرف آپؑ کی ذات ہے جو پردۂ غیب میں بیٹھ کر اپنے طاقتور ہاتھوں اور فکر واندیشے کے ذریعے خدا سے متصل ہو کر خدا کی اجازت سے لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما رہے ہیں۔

❁❁❁❁❁

اَلسَّلامُ عَلَیکِ یَابِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِؐ

اس زیارت نامے میں معنوی اور منطقی لحاظ سے خاص کر ایسے علوم کو شامل بحث کیا گیا ہے، جن سے اگلوں کے احوال معلوم کیے جا سکیں۔ یہاں تک کہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں پر، امیر المومنینؑ پر، فاطمہ زہراؑ پر اور دیگر معصومینؑ پر سلام بھیجے گئے ہیں اور باادب اور عجز وانکساری سے سلام بھیجنے کا یہ طریقہ اور محبت وعقیدت کا اظہار حضرت فاطمہ معصومہؑ پر سلام بھیجنے کے لیے مقدمہ ہے۔ البتہ اس قسم مقدمات نہیں، جن کی اہمیت نہ ہو، بلکہ یہ ان مقدمات میں سے ہیں کہ جو بہت وزنی اور قیمتی اور اعلیٰ ترین ہیں، کیوں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؐ اور خاتم الاوصیاءؑ اور دیگر معصومینؑ پر سلام کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

یہاں تک کہ اظہار محبت اور عقیدت کے لیے یہ خود مقدمہ ہے۔ حقیقت میں یہ ادب، عجز وانکساری، انبیاءؑ اور معصومینؑ کے حق کی ادائیگی اور ان کے لیے دعا ہے۔ انبیاءؑ اور اوصیاءؑ پر سلام بھیجنے کے بعد حضرت معصومہؑ پر سلام بھیجنے کی باری آتی ہے۔ اس زیارت نامے میں حضرت معصومہؑ پر سلام بھیجنے کا طریقہ اس طرح ہے:

اے دختر رسول اللہؐ آپؑ پر سلام ہو، اے دختر امیر المومنینؑ آپؑ پر سلام ہو، اے دختر حسن وحسین علیہما السلام، اے ولی خدا کی دختر آپؑ پر سلام ہو، اے ولی خدا کی خواہر آپؑ پر سلام ہو، اے ولی خدا کی عمہ (پھوپھی) آپؑ پر سلام ہو۔ اے دختر موسیٰ بن جعفر علیہما السلام آپؑ پر سلام ہو، اور رحمت وبرکت خداوند متعال آپؑ پر ہو۔ یہ سب چیزیں حضرت معصومہؑ کے نور کو پہچنوانے کے لیے ہیں کہ آپؑ پیغمبر خاتمؐ امیر المومنینؑ، فاطمہ وخدیجہ، حسن وحسین علیہم السلام کی بیٹی ہیں، ولی خدا کی بہن اور

عمہ (پھوپھی) ہیں اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی دختر نیک اختر ہیں۔ اس سے قبل حضرت معصومہؑ کی فضیلت کے باب میں تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ آپؑ کی پاکیزگی، فضیلتوں اور کرامتوں میں سے بعض فضائل دلیل کے طور پر آپؑ کو اپنے ماں باپ اور اجداد طاہرینؑ کی جانب سے ورثے میں ملے ہیں۔ آپؑ پر بھیجے جانے والا سلام و درود اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حضرت فاطمہ معصومہؑ ایسے مکتب کی تربیت یافتہ فرد ہیں جو مکتب حضرت فاطمہ و خدیجہ، امیر المومنین اور پیغمبر خاتم صلوات اللہ علیہم اجمعین پر جا کر ختم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے آپؑ کی فضیلتوں اور مناقب سے کامل پاکیزگی کے لیے ماحول فراہم ہوتا ہے۔

مگر ولی خدا کی خواہر اور عمہ (پھوپھی) ہونے کا مسئلہ بھیجے جانے والے سلام میں بلند اور ارفع و اعلیٰ کے معنوں کا حامل ہے، جن کا یہاں ان کلمات میں تذکرہ ضروری ہے۔ درود، رحمت اور اللہ کی تمام نعمتیں آپ پرؑ نازل ہوں، اے دختر رسول خداؐ تمام مومنین کی طرف سے بھی آپؑ پر درود و سلام ہو۔ حضرت معصومہؑ پر اس طرح سلام بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ آپؑ دختر رسول اللہؐ ہیں اور آپ کی روش، اخلاق، گفتار و رفتار و کردار مثل رسول اللہؐ کے ہے۔ پیغمبر اکرمؐ سارے جہاں میں توحید الٰہی کے پیغام کو پہنچانے والے ہیں، حضرت معصومہؑ بھی اپنے جدامجد رسول اللہؐ کی طرح پاک طینت اور پاک و پاکیزہ ہستیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح آپؑ نے بھی توحید الٰہی کے پیغام کو پھیلانے اور عدل الٰہی کے قیام کے لیے مسلسل جد و جہد کی اور اس الٰہی پیغام کو پھیلاتی ہوئی قم مقدسہ کی سرزمین پر تشریف لائیں۔ جیسے اس جہاں میں مدینۂ منورہ میں رسول اللہؐ کی قبر مطہر مرکز خلائق ہے

اسی طرح آج آپؑ کی قبر مطہر بھی دنیا والوں کے لیے ہمیشہ رہنے والی اور اسلامی مقدس مقامات میں سے ایک عظیم مقام میں تبدیل ہو گئی ہے، عاشقان اہل بیتؑ اور علوم آل محمدؐ کے تشنگان اس مرکز توحید و ولایت پر ہر طرف سے جمع ہو کر اپنی تشنگی اور پیاس کو دور کرتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''حرم رسول اللہؐ مدینہ منورہ میں ہے اور ہم اہلبیتؑ کا حرم قم میں ہے'' جو روایات قم مقدسہ کے بارے میں آئی ہیں وہ انسان کو حیرت زدہ کر دیتی ہیں۔ ان روایات کے مطابق قم مقدسہ اہل بیتؑ کا اور ان کے شیعوں کا شہر ہے ''قُمُ بَلَدُنَا وَبَلَدُ شِيعَتِنَا..............''(۱) قم اہل بیتؑ کا حرم اور ان کے شیعوں کے لیے رہنے کی جگہ اور پناہ گاہ ہے۔ (۲) قم مقدسہ ایک ایسا شہر ہے جو گمراہی و جہالت اور بلا سے دور رہے گا یعنی وہاں بلا اور جہل کمتر ہیں اور علوم آل محمدؐ کے حصول کے لیے دینا بھر سے لوگ اس شہر میں آتے ہیں (۳) خداوند متعال تبلیغ و ترویج علوم آل محمدؐ، ان کی فضیلتوں اور حقیقتوں اور احکام شرعیہ کو رائج کرنے کے لیے قم مقدسہ کو انتخاب کرتا ہے اور اس شہر کے اکثر لوگوں پر اپنی حجت تمام کرتا ہے۔ (۴)

مدینہ منورہ حضرت رسول خداؐ کے نام اور کوفہ حضرت امیر المؤمنینؑ کے نام اور قم مقدسہ حضرت معصومہؑ کے نام مخصوص رہے گا۔ جس طرح پہلے اس بات کی

۱۔ سفینۃ البحار، جلد ۲، ص ۴۴۷۔ ۲۔ مجالس المؤمنین، جلد ۱، ص ۸۳۔ کریمہ اہلبیتؑ، ص ۱۷۶
۳۔ بحار الانوار، جلد ۶، ص ۲۱۴۔
۴۔ تاریخ قم، ص ۹۰، ۱۰۰۔ بحار الانوار، جلد ۶، ص ۲۰۷۔ عوالم المعالم، ص ۳۳۴، ۳۵۱۔

طرف اشارہ ہوا کہ حضرت فاطمہ معصومہؑ کی ہجرت وغربت ومظلومیت ہی تھی جس نے قم میں ان فضیلتوں کی بنیاد رکھی یہی وجہ ہے کہ آپؑ رسول خداؐ اور امیر المومنین علیہما السلام کی دختر ہیں اور ان کے کام کو جاری رکھنے والی ،ان کے ارمانوں اور تمناؤں کی امید آپؑ ہیں۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ فَاطِمَةَ وَ خَدِیْجَةَ عَلَیْهِمَاالسَّلامُ

حضرت معصومہؑ مختلف پہلوؤں سے حضرت فاطمہ زہرا اور خدیجہ علیہما السلام کی مانند ہیں آپؑ کا حسب ونسب انہی دو ہستیوں سے عبارت ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ رسول خداؐ اور خدیجہؑ کی بیٹی ہیں اور حضرت معصومہؑ حضرت موسیٰ بن جعفر اور نجمہ خاتون کی بیٹی ہیں، حضرت فاطمہ زہراؑ کو لوگوں نے نہیں پہچانا اور ان کی قدر نہیں کی ، اس زاویئے سے دیکھا جائے تو حضرت معصومہؑ بھی حضرت فاطمہؑ کی طرح ہیں۔ لوگوں نے حضرت معصومہؑ کی قبر مطہر اور قم کو نہیں پہچانا اور لوگوں نے آپؑ کی فضیلتوں اور اہداف کی جو حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت خدیجہ علیہما السلام کے اہداف کے مانند تھے، قدر نہیں کی۔

ایک عظیم خاتون جو کچھ مخصوص کمالات وصفات کی حامل ہیں ان حالات میں بھی آپؑ عقل مند اور سمجھ داروں ،غور وفکر، عدل وانصاف اور حقیقت کی تلاش میں رہنے والوں کو معنویت کے ذریعے معاشرے میں عام کرنے کی خواہش مند تھیں تاکہ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ جو روئے زمین پر حجت خدا تھے ان تک حق کو پہنچا سکیں۔ ان اہداف کے حصول کی راہ میں بہت سخت مشکلات اور دشواریاں موجود تھیں فدا کاری، صبر وتحمل اور عفو ودرگزر کے ذریعے ہی یہ مشکل راستہ طے کیا جا سکتا تھا۔ اس کے

علاوہ کسی اور طریقے سے ممکن نہ تھا۔ حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت خدیجہؑ حقیقت میں ان فداکاریوں کے اظہار اور حقیقت آشکار کرنے کے لیے نمونۂ عمل ہیں۔

حضرت معصومہؑ نے ان مقاصد اور اہداف کے حصول کے لیے ہجرت فرمائی۔ پدر بزرگوار، حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کا قید ہونا اور حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کی جدائی آپؑ کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس لیے آپؑ نے ان مصیبتوں کے مقابلے میں سفر کی سختیوں اور غربت کی زندگی اختیار کرتے ہوئے صبر و شکر کے ساتھ تحمل اور برداشت سے کام لیا۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی زندگی بھی اسی طرح گزری تھی آپؑ دشمنوں کی طرف سے دی جانے والی تکالیف برداشت کرتی رہیں اور غربت کا عالم یہ تھا کہ مظلومیت کی بلندیوں پر سفر کرتی ہوئی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

فاطمہ آل موسیٰ بن جعفر علیہما السلام، حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرح تقویٰ اور علوم الٰہی پر کامل دسترس رکھتی تھیں اور تاریخ اسلام و تشیع میں حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرح آپؑ مؤثر ترین شخصیت کی مالک تھیں۔ حضرت معصومہؑ نے اپنی جدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؑ کی طرح اپنے بھائی حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے لیے صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ اپنے پاس جو کچھ تھا ان پر قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ آپؑ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے شایان شان جو کچھ کرسکتی تھیں، خلوص کے ساتھ وہ کام انجام دیے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت فاطمہ زہرا و حضرت خدیجہ علیہما السلام نے پیغمبر خداؐ اور امیر المؤمنینؑ کے حق میں کام انجام دیے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں:

''اے فاطمہ وخدیجہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی خداوند متعال کا آپؑ پر درود اور رحمت ہو۔''
بعض نے مستند سچے خوابوں میں سے ایک خواب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت معصومہ کا روضۂ مطہر حضرت فاطمہ زہراؑ کے روضۂ مطہر کا بدل ہے۔(۱)

اَلسَّلامُ عَلَیۡکِ یَابِنۡتَ فَاطِمَۃَ وَ خَدِیۡجَۃَ

اَلسَّلامُ عَلَیۡکِ یَابِنۡتَ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

اس سے قبل بیان ہوا کہ حضرت معصومہؑ کا قم حضرت امیر المؤمنینؑ کے کوفے کی طرح ہے، یہ بات حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرمان میں بیان کی گئی ہے۔مگر یہاں پر ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ آپؑ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی دختر بزرگ حضرت زینبؑ سے بھی شباہت رکھتی ہیں۔حضرت زینبؑ وہ بے مثل اور بے بدیل خاتون ہیں جنہوں نے اپنے زمانے کے یزید اور یزیدیوں کے خلاف انقلاب برپا کیا اور دلیری و بہادری کا پرچم بلند کیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا حسین ابن علی علیہما السلام کی راہ میں قربان کر دیا۔حضرت زینبؑ ثانی حضرت معصومہؑ نے بھی ایران اور قم مقدسہ کی طرف ہجرت کرنے کے ساتھ غاصب عباسی خلفاء کی منافقت اور مامون اور مامونیوں کے مکر وفریب اور جھوٹ، دھوکے اور دغابازی کے خلاف پرچم حق وصداقت بلند کیا اور حضرت زینبؑ کا پیغام پہنچانے کے بعد ان کی روح مقدس عالم ملکوت کی طرف پرواز کر گئی۔ان کا قم مقدسہ میں مدفون ہونا حسینیوں اور رضویوں کے لیے ایک عظیم پناہ گاہ کے طور پر تاریخ میں رقم ہوا آپؑ کی قم کی طرف ہجرت،

۱۔ کریمہ اہل بیتؑ، ص ۴۴۔

حضرت زینبؑ کی طرح کوفہ وشام کی طرف ہجرت ہے۔ مگر یہ دونوں ہجرتیں اپنے زمان ومکان اور خاص حالات اور شرائط کے ساتھ عجیب وغریب تاثیر رکھتی ہیں۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلامُ

حضرت فاطمہ معصومہؑ حسنیؑ بھی ہیں اور حسینیؑ بھی، حسنیؑ اس لحاظ سے ہیں کہ آپؑ نے اپنے مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ صلح فرمائی اور آپؑ کو اپنے جدامجد حضرت امام حسنؑ کی طرح زہر دغا کے ذریعے شہید کیا گیا۔ آپؑ نے حریم اسلام کی حفاظت میں انتہائی صبر وتحمل سے کام لیا اور اسلام کی عزت وآبرو کو بچایا۔ امام حسینؑ کی طرح آپؑ نے ہجرت فرمائی اور غربت میں آپؑ کے بھائیوں اور ساتھ آنے والوں کو خاک وخون میں غلطاں دیکھا اور اسی جگہ خود بھی شہید ہو کر ان سے جاملیں۔ حضرت معصومہؑ کا قم، کربلائے حسینیؑ کی طرح ہے اور شیعوں کے لیے ایک عظیم پناہ گاہ ہیں اور معارف اسلامی کی تحقیق وتبلیغ کے مراکز میں تبدیل ہو گیا ہے، جس پر ائمہ معصومینؑ کا بہت اصرار رہا ہے جس طرح کربلا کے بارے میں بھی اسی طرح تاکید کی گئی ہیں۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ وَلِیِّ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا اُخْتَ وَلِیِّ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا عَمَّةَ وَلِیِّ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ مُوسَی بْنَ جَعْفَرٍ عَلَیْهِمَا السَّلامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

دختر ولی اللہ: دانشوروں نے عربی زبان میں ایک مقولہ کہا ہے کہ "جو حکم نامہ شعر کا وصف بیان کرے وہی اس کی علت ہے۔" مذکورہ سلام بھیجنے کے طریقوں میں حضرت معصومہؑ کے اسم مبارک کی جگہ آپؑ کے ان اوصاف کے ذریعے دختر، خواہر، عمہ ولی خدا وغیرہ۔

آپؑ پر سلام بھیجا گیا ہے۔ یہ بات حکمت سے خالی نہیں ہے کہ جس طرح ولی خدا حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام چاہتے تھے حضرت معصومہؑ کو اسی طرح پایا یہی وجہ تھی کہ ان کے والد بزرگوار نے آپؑ کے بارے میں فرمایا: ''ان کے باپ ان پر فدا ہوں ''یعنی حضرت معصومہؑ کا باپ ان پر قربان ہو'' (۱)

خواہر ولی اللہ: حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام چاہتے تھے کہ ان کی کوئی ایسی بہن ہو جو معیار امامت کی شرائط پر پورا اتر سکے اسی لیے آپؑ نے اپنی اس خواہر کے بارے میں فرمایا: ''جو ان کی زیارت کرے وہ اہل بہشت میں سے ہے'' (۲) محترم قارئین میں سے اکثر اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی بیس بہنیں تھیں۔ (۳) مگر جو کلمات حضرت معصومہ کی فضیلت میں فرمائے کسی اور بہن کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا۔

ولی خدا کی پھوپھی: حضرت معصومہؑ نے اپنے فریضے پر اس طرح عمل کیا کہ ولی خدا حضرت امام جوادؑ ان کی عظمت کے بارے میں فرماتے ہیں: مَنْ زَارَ عَمَّتِیْ بِقُمْ فَلَهُ الْجَنَّةُ ''جو قم مقدسہ میں میری عمہ (پھوپھی) کی زیارت کرے وہ بہشتیوں کے درمیان قرار پائیں گے۔'' (۴) امام جوادؑ کی پھوپھیاں اور بھی تھیں مگر یہ عبارت صرف حضرت معصومہ کے بارے میں آئی ہے

خلاصہ یہ کہ آپؑ نے بالکل سادہ اور امام وقت کی پسند کے مطابق زندگی

۱۔ کشف اللئالی، کریمہ اہلبیتؑ سے نقل کیا ہے، ص ۵۳۔ ۲۔ جامع احادیث الشیعہ، جلد ۱۲، ص ۶۱۷۔ عیون الاخبار الرضاؑ، جلد ۲، ص ۲۷۱۔

۳۔ الارشاد، جلد ۲، ص ۲۴۴۔ عوالم، جلد ۲۱، ص ۳۱۸، ۳۲۱۔

۴۔ کامل الزیارات، ص ۳۲۴۔

گزاری جس کی وجہ سے امام جوادؑ آپؑ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ آپؑ نے معصومینؑ کی طرح زندگی گزاری، اپنے والد ماجد اور اپنے بھائی کی راہ پر گامزن رہیں، آپؑ نے سربلندی و سرفرازی اور کامیابی کی منازل کو انوار معصومینؑ کی روشنی میں طے کیا اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے فرزندوں میں سے خداوند متعال نے اپنے احکام پر بہترین عمل کے لیے آپؑ کو منتخب کیا، پس آپؑ پر خدا کی رحمت و برکت اور سلام ہو یعنی اے دختر موسیٰ بن جعفر علیہما السلام خدا کی نعمتیں، رحمتیں اور برکتیں آپؑ کے شامل حال ہوں اور آپؑ پر تمام مخلوقات کا سلام و درود ہو۔

اَلسَّلامُ عَلَیکِ عَرَّفَ اللّٰہُ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ فِی الْجَنَّۃِ......!

یہاں سے زیارت کا لحن اور لہجہ ایک دم بدل جاتا ہے۔ اور خود حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے ایک قسم کی گفتگو کے عنوان سے تبدیلی آتی ہے۔ یہ سلام، آپؑ پر ایک مخصوص سلام کہلاتا ہے، جس کے بعد زیارت کرنے والے زائر کی دعائیں اور حاجتیں شروع ہو جاتی ہیں۔

زائر کی پہلی دعا یہ ہے کہ وہ خداوند عالم سے خود اور حضرت معصومہؑ اور اہلبیتؑ عصمت و طہارت علیہم السلام کے درمیان بہشت میں آشنائی کا تقاضا مند ہے اور ان ہستیوں کے جوار میں زندگی گزارنے کی توفیق کا متقاضی ہے۔ کلی طور پر حضرت معصومہؑ کی معرفت و آشنائی بہت اہمیت کی حامل ہے، کیوں کہ اس زیارت نامے میں دو مرتبہ اسی مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے اور اس معرفت کی دو قسمیں ہیں: (۱) دنیا میں معرفت و آشنائی، (۲) آخرت میں معرفت، دنیا میں معرفت سے مراد وہی ہے جو روایت میں نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں: ''جو شخص

معرفت کے ساتھ فاطمہ معصومہؑ کی زیارت کرے وہ اہل جنت میں سے قرار پائے گا۔ ''مَنْ زَارَهَا عَارِفاً بِحَقِّهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ'' (۱)

زیارت نامے کا بقیہ حصّہ بھی اسی مطلب پر دلالت کرتا ہے۔ ''ولا یسلبنا معرفتکم'' بی بی معصومہؑ کا زائر خدا سے یہ چاہتا ہے کہ جو توفیق خدا نے اس کی قسمت میں لکھ دی ہے وہ اس سے سلب نہ کی جائے۔ اور ان لوگوں میں شمار ہو جو اہل بیتؑ کے بلند و عالی مقام کو پہچاننے والے ہیں۔ اور یہ معرفت وہ دُرّ بے بہا ہے جو عظیم توفیق اور الٰہی ہدایت کے زمرے میں آتی ہے کہ جو بھی معصومینؑ کو پہچان لے گویا اس نے خدا کو کو پہچان لیا ہے اور جو ان ہستیوں کی معرفت حاصل نہ کرے وہ ان لوگوں کی مانند ہے جنہوں نے خدا کو نہیں پہچانا۔ ''مَنْ عَرَفَكُمْ فَقَدْ عَرَفَ اللّٰهَ وَمَنْ جَهِلَكُمْ فَقَدْ جَهِلَ اللّٰهَ'' (۲)

معرفت کی دوسری قسم: اہل بیتؑ اور فاطمہ معصومہؑ کی آخرت میں معرفت حاصل کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ معرفت کا متلاشی فرد، آخرت میں ان ہستیوں کے جوار میں زندگی گزارنے کا سلیقہ و اہلیت رکھتا ہو۔ اس مطلب کی طرف زیارت جامعہ کبیرہ و زیارت عاشورہ میں اشارہ ہوا ہے۔ لہٰذا ان دعاؤں اور زیارتوں کے ذریعے زائر خدا سے چاہتا ہے کہ اس جہاں (آخرت) میں بھی محمدؐ و آل محمدؑ کے ہمراہ رہے اور ان تک دسترسی پیدا کرے، اور یہ عظیم نعمت اور بلند و بالا مقام و مرتبہ ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس مقام تک پرواز کرتا ہے۔ اس کے بعد زیارت نامے

۱۔ جامع احادیث الشیعہ، جلد ۱۲، ص ۶۱۷۔

۲۔ زیارت جامعہ صغیرہ، مفاتیح الجنان۔

میں اسی نکتے کی طرف دوبارہ اشارہ کیا گیا ہے۔ "وَاَنْ یَجْمَعَنَا وَاِیَّاکُمْ فِیْ زُمْرَۃِ جَدِّکُمْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ" خدا سے یہ طلب کرتا ہوں کہ ہمیں اور آپؑ کو اپنے جد بزرگوار حضرت محمدؐ کے زمرے میں قرار دے۔

اس عبارت کی مختصر وضاحت یوں ہے کہ پیغمبر خداؐ کی امت، تمام امتوں سے ممتاز ترین امت کہلاتی ہے۔ اگر چہ ہر نبی کی امت اپنے نبی کی اطاعت وفرماں برداری کی وجہ سے نجات پائے گی، لیکن حضرت محمدؐ کی امت ایک خصوصی مقام رکھتی ہے۔ زائر اس دعا میں خدا سے یہ چاہتا ہے کہ پیغمبر خداؐ واہل بیتؑ کی اطاعت کی توفیق کے ساتھ، امت کا جز، معرفت حاصل کرنے والے گروہ کا حصہ قرار پائے اور "فادخلنی فی عبادی" کے مصادیق میں سے قرار پائے۔ یعنی خدا سے یہ چاہتا ہے کہ بہشت میں رسول خداؐ کے ہم نشین ہوں، اور آپؐ کے قرب میں رہنے والے افراد میں شامل ہو۔

وَحَشَرَنَا فِیْ زُمْرَتِکُمْ

''خداوند عالم قیامت کے دن ہمیں آپؐ کے زمرے میں محشور فرمائے''

آیات وروایات کی روشنی میں روز قیامت کے مختلف نام ہیں۔ یہ ایک انتہائی اہم دن ہے، جس دن پروردگار عالم اپنے بندوں سے حساب وکتاب لے گا۔ پھر بعض لوگوں کو سزا کے طور جہنم میں اور بعض لوگوں کو اجر و پاداش دینے کی غرض سے جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس دن رسول خداؐ اہل بیت اطہارؑ اور حضرت معصومہؑ کے منفرد اور امتیازی مقام کو مشاہدہ کریں گے۔ اور یقیناً وہ لوگ خوش نصیب ہوں گے جو ان کے ہمراہ محشور ہوں گے۔ بنا برایں یہ عبارت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس عظیم دن

میں سب کو نجات مل جائے۔ سب سے آسان اور بہترین نجات کا راستہ یہی ہے کہ انسان رسول خداؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے ہمراہ محشور ہو جائے۔"

وَاَوْرَدَنَا حَوْضَ نَبِیِّکُمْ وَ سَقَانَابِکَاْسِ جَدِّکُمْ

مِنْ یَدِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ"

اور ہمیں آپؑ کے نبی کے حوض پر پہنچائے اور آپؑ کے جد امجد حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے دست مبارک سے سیراب کروائے۔ اس جملے میں دو دُعائیں ہیں: (۱) خداوند عالم سے زائر اس بات کا متقاضی ہے کہ حوض کوثر پر پہنچا دے۔ (۲) امیر المومنینؑ کے ہاتھوں سے سیراب ہو جائے۔

حوض کوثر

اس حوالے سے شیعہ اور سنی محدثین نے متعدد روایات کا تذکرہ کیا ہے، رسول خداؐ قیامت کے دن اس خوبصورت حوض پر تشریف لائیں گے اور اپنے ماننے والوں کو سیراب کریں گے۔ اس حوض سے سیراب ہونا ایک انتہائی قابل فخر بات ہے، جس کے لیے زائر درگاہ الٰہی میں دست بہ دُعا ہے۔

کوثر کی تفسیر زمخشری کی نظر میں

رسول خداؐ سے منسوب روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ جنت میں ایک نہر ہے، جس کے لیے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ ایک ایسا صاف وشفاف پانی ہے جو شہد سے زیادہ شیریں، دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، ملائی سے زیادہ نرم ہے، جس کا گوشہ زبرجد اور پیالے آسمان کے ستاروں کی مانند چمکدار ہیں۔ جو کوئی اس سے سیراب ہوگا وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہو

گا۔ حوض کوثر کے بارے میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ: اس حوض کے ساقی امیر المؤمنینؑ ہیں۔ آیات وروایات کی روشنی میں تمام علمائے شیعہ اس بات پر متفق ہیں کہ حوض کوثر کے ساقی علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔ اس بارے میں اہل سنت کے ہاں بھی متواتر احادیث موجود ہیں۔ بنابر ایں امیر المؤمنینؑ ہی حوض کوثر کے ساقی ہیں۔ نااہل لوگوں اور کفار ومنافقین کو آپؑ حوض کوثر سے دور کریں گے۔ علامہ مجلسیؒ، شیخ مفیدؒ اور شیخ طوسیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب سورۂ کوثر نازل ہوئی تو امیر المؤمنینؑ نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کوثر سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایک نہر ہے، جس کو میرے لیے عطا فرما کر عزت وسربلندی بخشی ہے۔ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: ہمارے لیے مزید وضاحت فرمائیں آپؐ نے فرمایا: کوثر ایسی نہر ہے جو عرش الٰہی کے نیچے سے جاری ہوتی ہے، جس کا ریگ زبرجد، یاقوت ومرجان، جس کے پتے زعفران، مٹی مشک کی طرح خوشبودار ہے، جس کا سرچشمہ عرش الٰہی ہے۔ اے علیؑ اس نہر کو تیرے اور تیرے چاہنے والوں کے لیے قرار دیا ہے، جیسا کہ اشارہ ہوا کہ متعدد روایات میں یہ نکتہ آیا ہے کہ علیؑ کے چاہنے والے شیعہ قیامت کے دن اس نہر سے سیراب ہو جائیں گے۔ بطور مثال حضرت امام رضاؑ نے اپنے آباء واجداد سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے امیر المؤمنینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے علیؑ تیرے شیعہ قیامت کے دن حوض کوثر پر وارد ہو کر اس نہر سے سیراب ہوں گے اور تیرے دشمن تشنگی کے عالم میں اس نہر پر آئیں گے اور پانی مانگیں گے، لیکن ان کو پانی نہیں دیا جائے گا۔ خدا کی عنایت کے مقابلے میں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے

خدا سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ اس کی رحمت و برکت کا آپؑ پر نزول ہو، جو تمہیں سیراب کرے گا وہ خدا کی عنایت و کرامت ہے خدا سے چاہتا ہوں یہ رحمت و کرامت تمہیں نصیب ہو جائے۔

أَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ يُّرِيَنَا فِيْكُمُ السُّرُوْرَ وَ الْفَرَجَ وَاَنْ يَّجْمَعَنَا وَاِيَّاكُمْ فِيْ زُمْرَةِ جَدِّكُمْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ

میں خداوند عالم سے یہی چاہتا ہوں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ماحول فراہم کرے۔ان کے فرج کے ہمراہ تمہاری خوشیاں بھی دو بالا ہو جائیں اس میں ہمارا بھی حصہ ہو اس طرح ان کی اور آپؑ لوگوں کی خوشیاں سمیٹ سکوں اس جملے سے حسب ذیل نکات اخذ کر سکتے ہیں:

(۱) اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ظہور اور خوشی کے لیے دعا کرنا مطلوب ہے زیارت کے اس جملے میں زائر خدا سے یہی درخواست کرتا ہے کہ ان کے ظہور میں تعجیل ہو جائے۔

(۲) اہل بیتؑ کے ظہور میں شریک ہونا انسان کے لیے بہت ہی خوش قسمتی کا باعث ہے اس دعا کا مضمون یہی ہے کہ خداوند متعال حضرت امام مہدیؑ کو ظاہر کر دے تا کہ آپ حضرات شاد و مسرور ہو جائیں اور میں اس خوشی کو دیکھ سکوں۔ میرا رابطہ آپ حضراتؑ سے مضبوط ہو جائے اور حضرت امام مہدیؑ کے عدل و انصاف سے بھرپور عالمی حکومت کا مشاہدہ کر سکوں۔

(۳) ظہور اور سرور اہل بیتؑ کے لیے دعا کرنا ایک انتہائی اہم توفیق الٰہی ہے، جس سے ہمیں غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

(۴) اہل بیتؑ کی خوشی اس وقت ہوگی جب ان کا ظہور ہو جائے ان کا ظہور حضرت امام مہدیؑ کے ظہور پر موقوف ہے۔

(۵) آگے اس کا تذکرہ آئے گا کہ حضرت معصومہؑ اہل بیتؑ کے زمرے میں ہیں اس جملے میں ان کے حق میں بھی دعا ہے لیکن دوسرے اہل بیتؑ کے ہمراہ مراد ہیں، جن کے اسمائے گرامی کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے۔

"وَاَنْ لَایَسْلُبَنَا مَعْرِفَتَکُمْ اِنَّهُ وَلِیٌّ قَدِیرٌ ...."

آپ حضراتؑ سے آشنائی اور معرفت رکھنا ایک اہم امتیاز ہے۔ خدا نہ کرے کہ پاکیزہ ہستیوں سے دوری ہو یا ان ہستیوں تک رسائی پیدا نہ ہو سکے یا ہماری نسلیں پاکیزہ ہستیوں سے جدا ہو جائیں، یا ہمارے اعمال باعث بن جائیں کہ ہم آپؑ سے جدا ہو جائیں، ہمارے اور آپؑ کے درمیان آشنائی نہ ہو جائے۔ آیات و روایات کی روشنی میں ان کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ انسان ان کے معصوم اور حجت ہونے پر مکمل یقین کے ساتھ عقیدہ رکھے۔ زیارت عاشورا میں اس معرفت کو عطیۂ الٰہی سے تعبیر کیا ہے۔:"وَاَسْئَلُ اللّٰهَ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ بِمَعْرِفَتِکُمْ وَمَعْرِفَةِ اَوْلِیَائِکُمْ" خدا سے ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ یہ عطیۂ پروردگار ہمیشہ باقی اور جاوداں رہے ایسا کبھی بھی نہ ہو کہ یہ انسان سے چھن جائے۔"اِنَّـهُ وَلِـیٌّ قَـدِیرٌ" خداوند متعال اس دعا کو مستجاب کرے گا، کیوں کہ مومنین اور کائنات پر اس کی ولایت قائم ہے"اَللّٰـهُ وَلِیُّ الَّـذِیـنَ آمَـنُـوا" ہر چیز اسی کی قدرت سے ہے اور ہر کام کا آغاز اسی کے نام سے ہوتا ہے۔ وہ اس دعا کو مستجاب قرار دے سکتا ہے اور یقینی طور پر ایسا ہی ہے، کیوں کہ وہ ولی ہے اگر ولی طاقتور ہو تو وہ اپنی حکمت و آگاہی سے ارادہ کر لیتا ہے۔ مومنین

کے مصلحتوں، جو اس کی ولایت میں ہیں، ان کی حفاظت کرتا ہے۔ یقیناً ولایت اہل بیتؑ ہر مومن کے لیے سب سے اہم منفعت اور مصلحت ہے، جس کی بنا پر اس کی سعادت و شقاوت متعین ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ یہ جملہ استجابت دعا کے لیے تاکید ہے۔

"اَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰهِ بِحُبِّکُمْ"

عشق کے بغیر زندگی اس جسم کی مانند ہے، جس میں روح نہ ہو، جس میں نہ کوئی حرکت ہے اور نہ کوئی شادابی ہے، جس معاشرے میں محبت کی حکمرانی نہ ہو وہ معاشرہ ایک قبرستان کی مانند ہے، جس میں خاموشی، غم و اندوہ، افسردگی اور ناامیدی کی بارش برستی ہے۔ تمام خوشیوں کا محور محبت ہے حرکت، مقصود اور مقصد تک پہنچنے اور عظیم اہداف کو حاصل کرنے کے لیے محبت بہت ضروری ہے۔ لیکن یہ سوال انسان کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے کہ کس چیز سے محبت کریں اور کن لوگوں سے محبت کریں؟ اس کا جواب انتہائی اہمیت کا حامل ہے ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان اس چیز یا اس شخص کے ہمراہ محشور ہوگا، جس سے وہ محبت رکھتا تھا۔ "المرء مع من أحب" آیات و روایات کی روشنی میں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنین کو خدا سے دوستی رکھنی چاہیے، کیوں کہ اصل محبوب اور معشوق وہی مقدس ذات ہے۔ کوئی بھی چیز اس کی راہ میں ہو یا اس کے لیے ہو، یا اس کی طرف نسبت دی جائے تو وہ چیز بھی محبت کے لائق ہے۔ مومنین کے قلوب خدا کی محبت سے سرشار ہیں اپنے پورے وجود کے ساتھ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے غیر سے اپنے آپ کو الگ کر دیتے ہیں۔ اہل بیت رسولؐ

خدا کے محبوب بندے ہیں، کائنات پر خدا کی حجت اور معصوم ہیں۔ بنا برایں ان کی محبت بھی خدا کی محبت ہے۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے محبت رکھنا ایک عظیم نعمت الٰہی ہے۔ زیارت عاشور میں ہم اس جملے کو پڑھتے ہیں "اے حسینؑ میں نے آپؑ کی محبت کو خدا اور رسولؐ کی قربت کا وسیلہ قرار دیا ہے۔" اس سلسلے میں رسول خداؐ سے ایک روایت ہے آپؐ نے فرمایا: "حقیقی ایمان تم میں سے کوئی نہیں لایا جب تک وہ مجھ سے دوستی نہ رکھے، میرے اہل بیتؑ کو اپنے اہل بیت سے زیادہ، میری عترت کو اپنی عترت سے زیادہ اور میری ذریت کو اپنی ذریت سے زیادہ دوست نہ رکھے۔" جس کسی نے اہل بیتؑ سے محبت کی اور ان کے دشمنوں سے اظہار برائت کی تو درحقیقت اس نے خدا کی مضبوط رسی کو تھام لیا ہے، ہدایت کے راستے پر ثابت قدم ہوا ہے۔ سب سے بہترین نمونے کو پالیا ہے ان کی پیروی کی ہے اس کے پاس بہترین حجت ہے۔ یہ ہستیاں نجات کی کشتی ہیں۔، جو کوئی ظلمت کے پردوں سے نکلنا چاہتا ہے اور گمراہی و جہالت کے طوفانوں سے بچنا چاہتا ہے تو ان ہستیوں سے محبت رکھنے کی ضرورت ہے اور ان کے دشمنوں سے بچ کر رہنا چاہیے۔ آیات و روایات کی روشنی میں محبت اہل بیتؑ کی ایمان سے ایک خاص نسبت ہے۔ مومنین کو چاہیے کہ اس نعمت الٰہی کی قدر و منزلت کو پہچانیں۔ اس محبت و مودت کے حصول کے لیے سعی و تلاش کریں، کیوں کہ یہ نجات کا راستہ اور صراط مستقیم ہے اس سلسلے میں آیات و روایات کو بیان کرنے کے لیے وسیع فرصت کی ضرورت ہے، جو یہاں اختصار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فی الوقت ممکن نہیں۔

وَالْبَرَآئَةِ مِنْ اَعْدَآئِکُمْ

جس طرح محبت اہلبیتؑ کی اہمیت نمایاں ہے اور انسان کی سعادت کے لیے اس کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح ان کے دشمنوں سے اظہار برائت کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اہل بیتؑ کے دشمنوں سے اظہار برائت کے سلسلے میں مختلف آیات و روایات اور دعاؤں میں تاکید کی گئی ہے۔ اس زیارت نامے میں چند بار، حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا اور اہل بیتؑ کے لیے ضمیر جمع حاضر (کُم) سے خطاب کیا گیا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت معصومہؑ ائمہ معصومینؑ کے پاس کتنی قربت رکھتی ہیں۔

''وَالتَّسْلِیْمِ اِلَی اللّٰہِ رَاضِیاً بِہٖ غَیْرَ مُنْکِرٍ وَلا مُسْتَکْبِرٍ''

تسلیم کا مادّہ ''سلم'' سے ماخوذ ہے جو راضی ہونے اور حکم پر خوشنود ہونے کے معنٰی میں آیا ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں مومنین سے یہ چاہتا ہے کہ وہ رسول خداؐ کے فرامین کو دل و جان سے قبول کریں ان کے فرامین کے ذریعے زنگ آلود دلوں کو صیقل کرتے ہوئے مکمل طور پر سر تسلیم خم کرلیں۔ ''مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیْما'' (۱) اس آیۂ مجیدہ سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ حق کو پانے کے لیے سعی و تلاش کرنے کی ضرورت ہے اس مقام تک پہنچنا اگرچہ مشکل ضرور ہے، لیکن پاکیزہ دل، کے وسیلے سے انسان اس مرحلے تک با آسانی پہنچ سکتا ہے۔ عمل کے میدان میں بھی فرامین الٰہی اور احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرلیں۔

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۶۵۔

مرحوم علامہ نراقیؒ تسلیم کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جان لیں کہ تسلیم واگزار کرنے کے معنی بھی آیا ہے، رضا کے معنی کے بالکل قریب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کو ترک کرنا اور تمام کاموں کو خدا کے سپرد کرنا ،ان سے مکمل طور قطع تعلق رکھنا ، اس معنی میں کہ اس کی طبیعت مکمل طور پر ان سے وابستگی نہیں رکھتی ہو۔ پس یہ رضا کا بلند ترین مقام ہے۔ رضا کے مرحلے پر انسان کی طبیعت حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اس کی طبیعت مکمل طور پر حکم خدا کے ماتحت ہے اور انسان کلی طور پر اپنی ذات کی محبت کی نفی کرتا ہے۔ بنا بر ایں تسلیم کے یہی معنیٰ ہیں کہ اس کا دل احکام الٰہی کے سامنے خوشحال ہو۔ عمل کے میدان میں بھی یہی صورتحال ہو خدا کی لامتناہی قدرت پر یقین رکھنے والا ہو، اسی لیے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب بندہ کہتا ہے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ "تو خداوند عالم فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے میرا بندہ مکمل طور پر تسلیم ہوا ہے۔ پس اس کی حاجت کو برآوردہ کرو۔ جو کوئی خداوند عالم کے علم، قدرت، حکمت اور عظمت پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا حقیقی محبوب خدا کی ذات ہو، تو جب پروردگار عالم کسی خاص موضوع کے بارے میں ارادہ کر لیتا ہے یا کوئی خاص حکم دیتا ہے تو وہ دل و جان سے اسے قبول کر لیتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال ہوا: ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ کون صاحب ایمان ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے سے اور مشکلات و مصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کر لینے سے معلوم ہوگا کہ بندہ صاحب ایمان ہے۔

"رَاضِیاً بِہٖ غَیْرَ مُنْکِرٍ وَلا مُسْتَکْبِرٍ"

احکام، ارادے اور تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا باعث عزت اور مومن کے لیے بلندی ایمان کی غمازی ہے حضرت معصومہؑ کی زیارت نامے میں ہم پڑھتے ہیں کہ "میں خدا کے فرامین کے سامنے سر تسلیم خم ہوں اور یہ تسلیم دل کی گہرائیوں اور مکمل رضایت کے ساتھ ہے نہ اس کے مد مقابل تکبر کرنے والا ہوں اور اس کے انکار کو عمل اور کردار سے ثابت کرتا ہوں۔

زیارت کے جملوں پر ایک طائرانہ نظر

اس زیارت نامے کے مطابق قربت الٰہی کے عوامل حسب ذیل ہیں:

(۱) محبت اہل بیتؑ (اَتَقرَّبُ اِلَی اللّٰہِ بِحُبِّکُمْ)

(۲) ان کے دشمنوں سے اظہار برائت (وَالْبَرآئَۃِ مِنْ اَعْدَآئِکُمْ)

(۳) خدا کے فرامین کے مد مقابل سر تسلیم خم رہنا، وہ تسلیم جو کمال رضایت اور دل کی گہرائیوں سے ہو، جیسا کہ پہلے اشارہ ہوا کہ اہل بیتؑ کی محبت اور ان کے دشمنوں سے اظہار نفرت کرنا، صراط مستقیم قرب الٰہی کا وسیلہ کائنات کی حقیقت تک رسائی، ابدی اور لافانی سعادت ہے۔

متعدد روایات کی روشنی میں تسلیم حسب ذیل مصادیق سے عبارت ہے:

خدا کی رسی، نجات کا وسیلہ، سیرت رسولؐ اور اہل بیتؑ۔ انسان کی مصلحتوں کے مطابق تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔

(۴) رسول خداؐ کے دین و شریعت پر مکمل یقین رکھنا (وعلیٰ یقین ما أتیٰ بہ محمّدؐ)

(۵) دین اور آئین اسلام پر رضایت وخوشنودی کا اظہار کرنا (وبه راضٍ) ان سب کو قربت الٰہی کے لیے وسیلہ قرار دینا (وَبِہٖ رَاضٍ نَطْلُبُ بِذَالِكَ وَجْهَكَ يَا سَيِّدِىْ ،)

حضرت معصومہؑ کا زائر عاجزی سے کہتا ہے کہ میں رسول خداؐ کے دین پر ہوں، اور اس پر مکمل یقین بھی رکھتا ہوں، دل کی گہرائیوں سے اس سے خوش ہوں ، اور اس یقین ورضا کو قربت الٰہی کے حصول کے لیے سرمایۂ زندگی سمجھتا ہوں، میں قربت الٰہی کے حصول کی جستجو میں ہوں۔ یقین کے حوالے سے مسلمان مفکرین اور دانشوروں نے اپنی تفاسیر، منطق ، فلسفہ، کلام ، اصول فقہ، فقہ، حدیث اور اخلاق میں وضاحت کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ یہاں پر اختصار کے ساتھ یقین کے بارے میں کچھ ذکر کریں گے:

(۱) ظاہری طور پر یقین یہاں معروف معنٰی میں ہے، یعنی ایسا احتمال جو سو فیصد ہو اور فلاسفہ کے معنٰی میں یقین ایسا تصدیق ہے جو سو فیصد ہو اس کے برخلاف کسی قسم کا کوئی احتمال نہ ہو۔ اگر احتمال مضبوط ہو تو اس کے مد مقابل احتمال نظر انداز اور کمزور ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت معصومہؑ کا زائر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول خداؐ اپنے پروردگار کی جانب سے دین لے کر آئے ہیں یہ یقیناً خدا کا دین اور آخری آسمانی شریعت ہے، جس میں انسانوں کے لیے خیر و برکت ہے۔ اس یقین کے متعلقات میں دینی جذبے، فضائل، فقہی مسائل اور اجتماعی اور ثقافتی آداب شامل ہیں۔

(۳) دین اور احکام شریعت پر یقین انسانوں کے لیے قربت الٰہی کو حاصل

کرنے کے لیے سرمایۂ زندگی اور خدا کی طرف سے مخصوص عنایت ہے، جو کوئی خداوند عالم اور اس کے رسولؐ پر، نیز احکام الٰہی پر ایمان رکھتا ہے اس نے حقیقت میں عظیم سرمائے تک رسائی حاصل کرلی ہے، جس کے ذریعے وہ سعادت اور کمال کی شاہراہ پر کامیابی سے سفر کرسکتا ہے۔

قرآن مجید نے رہبران دین اور ائمہؑ کو اہل یقین تعبیر کیا ہے، خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو اہل یقین میں شمار کیا ہے۔ ائمہ معصومینؑ کی روایات کی روشنی میں یقین کو خدا کی عظیم نعمتوں میں سے شمار کیا گیا ہے ائمہ معصومینؑ کے فرامین کے مطابق یقین کے تیرہ معنیٰ ہیں:

۱۔ سربلندی کا وسیلہ ۲۔ وسیلۂ نجات ۳۔ دل کی زندگی اور آبادی۔
۴۔ بہترین چیز جو انسان کے دل پر القا ہوتی ہے۔ ۵۔ انسان کی سب سے عظیم سعادت۔ ۶۔ سب سے اصل ترین اور بافضیلت ایمان کا رکن۔
۷۔ دین کا نتیجہ۔ ۸۔ ایمان کا معیار اور بنیاد۔ ۹۔ باعث ہدایت۔
۱۰۔ عبادتیں مکمل ہونے کا ذریعہ۔ ۱۱۔ ایمان کا ایک خاص مقام و منزلت۔
۱۲۔ استجابت دعا کا وسیلہ۔ ۱۳۔ قربت الٰہی کا وسیلہ۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "مامن شیءٍ اعزّ من الیقین" یقین سے بڑھ کر کوئی چیز باعث عزت نہیں ہے۔ باعث عزت ہونے کی دلیل شاید یہ ہو کہ یقین انسان کو خدا کے قریب کر دیتا ہے، کیوں کہ اہل یقین خدا کی ذات کو حاضر و ناظر اپنے اعمال کا مشاہدہ کرنے والا اور کائنات کی کشتی کا ناخدا تصور کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ ان افراد کی مانند ہو جاتے ہیں جو حساب و کتاب، پُل صراط جنت اور

دوزخ کو مشاہدہ کرتے ہیں اسی لیے یقین کو سب سے بافضیلت عبادت شمار کیا جاتا ہے۔ یقین کے ہمراہ تھوڑا عمل بغیر یقین کے زیادہ عمل سے بہتر ہے،

حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں اس نکتے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یقین قربت الٰہی اور عنایات الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

(۴) یقین ایک پھل دار درخت ہے، جس کی کلیاں دلفریب اور پھل لذیذ ہوتے ہیں، جو کوئی یقین رکھتا ہے کہ خداوند عالم دانا و توانا اور حکیم ہے، اس کا دین بندے کی سعادت کو طے کرتا ہے اور اہم ترین اسلوب زندگی کو معین کر دیتا ہے، جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہو۔ ان تمام احکام اور آداب کا نہ صرف احترام کرتا ہے، بلکہ دل و جان سے اس پر راضی بھی ہے، رضا خود ایک ایسا مقام ہے، اس منزل پر بہت کم لوگ پہنچتے ہیں اور یہ مقام رضا بھی یقین کے آثار میں سے ایک ہے۔ مختلف روایات میں صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ مقام رضا یقین کا نتیجہ ہے جب تک انسان کو خدا کے علم، قدرت اور حکمت پر یقین نہ ہو اس وقت تک وہ مقام رضا تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں زائر پہلے اعلان کرتا ہے کہ مجھے دین محمدیؐ پر یقین ہے پھر کہتا ہے رسول خداؐ کے احکام اور ان کی شریعت پر راضی ہوں، درحقیقت کہنا یہ چاہتا ہے کہ خداوند متعال، خدا کے رسولؐ اور دین خدا سے راضی ہوں۔ یہ وہی مقام ہے جسے قرآن مجید عظمت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ خالص مومنین وہ ہیں جو خدا اور اس کے دین سے راضی ہیں اور خدا بھی ان سے راضی ہے۔ ''رضی اللّٰہ عنھم و رضو اعنہ'' زیارت نامے کی اس عبارت کے تحت انسان کا خدا سے راضی ہونا بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ زائر حضرت معصومہؑ

کے حضور بطور صراحت اعلان کرتا ہے کہ خدا کا بندے سے راضی ہونا بہت ہی افتخار کا باعث ہے۔ بعد کے جملے میں زائر راضی ہونے کو خدا سے چاہتا ہے یعنی طرفین کی رضایت، خدااور بندے کی رضایت ایک عظیم کامیابی ہے ان افراد کے لیے جو خدا کی ذات سے ڈرتے ہیں اور خدا کے گروہ میں سے ہیں۔

تیسری بار اسم مبارک محمدؐ اس زیارت نامے میں ذکر ہوا ہے۔ آنحضرتؐ کے اسم مبارک کو لینے میں ایک لطیف نکتہ اور اشارہ ہے کہ یقین ایک بہترین حالت ہے، لیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ یقین کیا چیز انسان کو سکھاتا ہے اور اس کی سعادت کا ماحول فراہم کرتا ہے۔ بے شک اس جملے کی بنا پر زائر اس چیز پر یقین رکھتا ہے، جو حضرت محمدؐ لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے تحفہ لے کر آئے ہیں۔ بہ طور صراحت رسول خداؐ کا اسم مبارک لینا اس لیے ہے تا کہ لوگوں کے اذہان اس بات کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ صرف اور صرف وہی حق ہے، جو رسول اکرمؐ خدا کی جانب سے لے کر آئے ہیں۔ یقین اور خوشی کے ساتھ ہمیشہ اس کی طرف متوجہ رہے کہ اللہ کے آخری رسول کا اسم مبارک حضرت محمدؐ ہے۔ ایسی شخصیت جنہیں تمام حق پرست انسان جانتے ہیں در حقیقت یہ سب خدا کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

"نَطْلُبُ بِذَالِکَ وَجْھِکَ یَا سَیِّدِیْ اَللّٰھُمّ وَرِضَاکَ وَالدَّارَ الآخِرَۃ"

ان سب کو تیری رضایت کی خاطر انجام دیا ہے۔ پروردگار جسے تو پسند کرتا ہے اسے میں پسند کرتا ہوں اور تیری مقدس ذات سے دو چیزوں کا سوالی ہوں (۱) تیری رضایت (اَللّٰھُمّ وَرِضَاكَ) (۲) بروز قیامت مسلسل رحمت کا نزول ہو (وَالدَّارُ الآخِـرَة) ان جملوں کا لب ولہجہ، کلمات اور جملوں کا استعمال بہت ہی خوبصورت اور دلنشین ہے اس سے بڑھ کر کیا کسی ادیب نے معانی کو سمجھنے اور بیان و بدیع کے حوالے سے گفتگو کی ہے اس زیارت نامے کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ امام معصومؑ کی زبان مبارک سے جاری ہونے والے کلمات ہیں جو ترجمانِ وحی ہیں۔

"یَا فَاطِمَۃُ اِشْفَعِیْ لِیْ فِیْ الْجَنَّۃِ

فَاِنَّ لَکِ عِنْدَ اللّٰہِ شَأناًمِنَ الشَّأنِ"

مقام رضا اور آخرت کے عظیم مدارج پر فائز ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے ،جس تک پہنچنے کے لیے انتھک جد و جہد اور سخت شرائط درکار ہیں۔ بنابرایں ایسی ہستیوں کے دامن کو تھامنے کی ضرورت ہے جن کے لیے خدا کے پاس ایک خاص امتیازی حیثیت ہے۔اس راستے کو طے کرتے ہوئے قربت الٰہی کے سب سے اعلیٰ درجے تک پہنچنے کے لیے ان ہستیوں کے دامن کو پکڑنے کی ضرورت ہے۔ حضرت معصومہؑ وہ معظّمہ خاتون ہیں، جو قربت الٰہی کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں معصومینؑ نے آپؑ کو عزت وعظمت کے ساتھ یاد کیا ہے، کیوں کہ آپؑ سے مخاطب ہو کر زائر کہتا ہے کہ "اے فاطمہ معصومہؑ" میں آپؑ سے شفاعت کا طلب گار ہوں۔ میرے

لیے جنت میں جانے کے ماحول کو فراہم کیجئے۔ میں آپؑ کی عظیم شفاعت کے وسیلے سے جنت میں جانا چاہتا ہوں، کیوں کہ یہ طریقہ میرے لیے ایک خاص عزت و سربلندی ہے۔

حضرت فاطمہ معصومہؑ کے نام کی طرف اشارہ:

زائر یہاں تک بار بار آپؑ پر سلام بھیجتا ہے، لیکن بطور احترام آپؑ کا نام نہیں لیتا ہے، بلکہ القاب وصفات کے ذریعے آپؑ سے مخاطب ہوا ہے، کیوں کہ بعض اوقات مخاطب کا نام نہ لینا بھی مقام احترام ہے۔ لیکن یہاں پر آپؑ کا نام اس لیے لیا گیا ہے کیوں کہ زائر آپؑ سے شفاعت کا طلب گار ہے، کیوں کہ زائر کہتا ہے: اے حضرت فاطمہ معصومہؑ میں آپؑ سے شفاعت چاہتا ہوں، زائر جانتا ہے کہ کون اس مقام پر فائز ہے جو میری شفاعت کر سکتا ہے۔ اس مطلب کو واضح کرنے کے لیے زائر آپؑ کا نام لے کر مخاطب ہوا ہے۔

شفاعت طلب کرنے کی دلیل:

"فَاِنَّ لَکِ عِنْدَ اللّٰہِ شَأناًمِنَ الشَّأنِ"

(اس سے پہلے حضرت معصومہؑ کے فضائل کے باب میں بی بیؑ کا مقام شفاعت اوران کی شان ومنزلت کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔)

اے حضرت معصومہؑ خدا کے پاس آپؑ کی بڑی منزلت ہے۔ پس آپؑ میری شفاعت فرمائیں میں آپؑ کی شفاعت کے راستے سے جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ میں اس جنت کو چاہتا ہوں جو آپؑ کی شفاعت اور وسیلے سے میسر ہو جائے۔ بے شک میں جانتا ہوں کہ خدا کے پاس آپؑ کی بڑی منزلت ہے اور آپؑ میری

شفاعت کر سکتی ہیں۔ ابدی سعادت اور خوبصورت جنت کے دروازے کو آپؑ ہی میرے لیے کھول سکتی ہیں، صرف وہ لوگ ہی شفاعت کر سکتے ہیں، جو عادلانہ طریقے سے لوگوں کے ہاتھوں کو تھام کر انہیں آتش دوزخ سے نجات دلا سکتے ہیں، جو خدا کے پاس عظیم مقام و منزلت رکھتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں کس سے مخاطب ہوں آپؑ کا نام فاطمہؑ ہے اور آپؑ کے القاب اور صفات سے بخوبی آگاہ ہوں۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَخْتِمَ لِیْ بِالسَّعَادَۃِ"

بعض لوگوں کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا ہے اور بد بخت ہو کر دنیا سے جاتے ہیں اور بعض لوگوں کی زندگی کی شروعات اچھی نہیں تھی، مگر آخر الامر نیک بن کر مرتے ہیں، بعض دفعہ زندگی کا آغاز تاریک دکھائی دیتا ہے مگر جب نیکی کے ساتھ اس دنیا سے جاتا ہے تو آخرت کی زندگی میں ہر طرف اجالا دکھائی دیتا ہے۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے کے ان جملوں میں، جن میں زائر خدا سے چاہتا ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور عافیت کے ساتھ دنیا سے چلا جائے۔ درحقیقت زائر کی یہ آرزو و تمنا ہے کہ اس کی زندگی ہمیشہ سعادت کے ہمراہ ہو، کیوں کہ زیارت کے دوران زائر ایک بہترین حالت اور پاکیزہ عقیدے کے ساتھ ہے اور رضایت خداوندی کو اپنی طرف مبذول کرایا ہوا ہوتا ہے۔ پس وہ دعا کرتا ہے اس کے بعد بھی وہ اسی حالت اور عقیدے پر ثابت قدم رہنا چاہتا ہے۔ پروردگار حضرت معصومہؑ کی زیارت کے صدقے میں تیرے حضور میں ایک بہترین حالت میں ہوں۔ پس تیری مقدس ذات سے یہی التجا کرتا ہوں کہ میری دنیاوی زندگی کا آخر بھی نیک اور سچائی پر مکمل

فرما۔ بقول شاعر ؎

الٰہی چنان کن سرانجام کار تو خوشنود باشی و مارستگار

پروردگار میری زندگی کے انجام کو ایسا کردے کہ تیری مقدس ذات عبد ذلیل سے خوش ہو اور میں فلاح پانے والوں میں سے ہو جاؤں (آمین)

"فَلَا تَسْلُبْ مِنِّیْ مَا اَنَا فِیْهِ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"

پروردگار! اس عظیم توفیق کو جو حضرت معصومہؑ کی زیارت کے سائے میں نصیب ہوئی ہے مجھ سے چھین نہ لینا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس سے تشیع کا عقیدہ اور جذبۂ انسانیت چھین لیا ہو۔ ایسی صورت حال میں توفیق کا ماحول سلب ہو جاتا ہے، عقیدہ اور صحیح و سالم ماحول باقی رہتا ہے۔ لیکن انسان کا عمل خراب ہو جاتا ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا وَ تَقَبَّلْهُ بِكَرَمِكَ

وَ عِزَّتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَعَافِيَتِكَ"

زائر کہتا ہے کہ پروردگار اس دعا کو تمام شیعوں کے لیے کر رہا ہوں تیری مقدس ذات سے التجا کرتا ہوں کہ تمام مومنین کا خاتمہ بالخیر ہو۔ بے شک اس دعا کی قبولیت تیرے لطف و کرم پر منحصر ہے تو وہ کریم ہے، جس کا کرم اور رحمت ہر پاکیزہ شخص کے سر پر سایہ فگن ہے۔ مومنین کے سروں پر ہمیشہ تیری رحمت کی بارش برستی رہی ہے وہ تیری باد نسیم جو بندوں کے دل و جان کو معطر کر رہی ہے۔

"وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"

تیری رحمت وعنایت اور درود وسلام ہو محمدؐ و آل محمدؐ پر ہر مکان اور ہر زمانے میں یہ وہ خاندان ہے، جنہوں نے خدا کے راستے سے کبھی بھی روگردانی نہیں کی۔ سیدھے راستے سے باہر نہیں نکلے۔ چوتھی مرتبہ زیارت نامے میں نام محمدؐ کو لیا گیا ہے اسی نام کی برکت سے زیارت نامے کی زیبائی اور حُسن میں اضافہ ہوا ہے۔

صیغۂ مخاطب کے ساتھ سلام بی بیؑ کے نام سے شروع ہوتا ہے اور زیارت آپؑ پر درود وسلام کے ساتھ انتہائی توجہ کے ساتھ اختتام ہوتا ہے۔ بالخصوص اس مبارک نام کے ساتھ آنحضرتؐ کی آل پاکؑ کا بھی تذکرہ ہوا ہے اور ان کے حق میں دعا کی ہے۔

"وَسَلَّمَ تَسْلِيماً يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"

پروردگارا! رسول خداؐ اور ان کی پاک آلؑ پر مسلسل درود وسلام بھیج، جو درود وسلام کبھی نہ رکے۔ کیوں کہ سلام اور صلوات میں فرق یہ ہے کہ سلام کا سلسلہ رک سکتا ہے بنابر این کلمۂ تسلیماً کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ادبیات عرب کی اصطلاح میں یہ مفعول مطلق ہے اور یہاں پر بطور تاکیداً ذکر ہوا ہے تاکہ سلام کا سلسلہ جاری وساری رہے۔ اے سب سے زیادہ مہربان قرآن مجید میں "خیر الرّاحمین" (۱) اور "أرحم الرّاحمین" (۲) دونوں ذکر ہوا ہے دعاؤں میں بھی بار بار یہی آیا ہے خدا کی معرفت رکھنے والے اس وقت خدا کو انہی ناموں سے پکارتے ہیں، جب اپنی دعاؤں کو مستجاب

۱۔ سورۂ مومنون، آیات ۱۰۹، ۱۱۸۔

۲۔ سورۂ یوسف، آیت ۶۴، ۹۲۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۵۱۔ سورۂ انبیاءؑ، آیت ۸۳۔

قرار دینے کے لیے زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ دعاؤں کے مستجاب ہونے میں یہ نام بہت تاثیر رکھتے ہیں۔

ہے لقب جن کا ''کریمۂ اہلِ بیتؑ''
''بی بی معصومہؑ'' کہیں سب مومنیں
اُن کے قدموں کی کرامت دیکھیے
ہے مُقدّس اُن سے ہی قُم کی زمیں

آستانۂ مقدسہ کی فنّی و ہنری تعمیرات کا خاکہ

روضۂ حضرت معصومہ علیہا السلام

آستانہ مقدسہ کی فنی وہنری تعمیرات کا خاکہ

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرفَعَ وَيُذكَرَ فِيهَا اسمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلهِيهِم تِجَارَةٌ وَلَا بَيعٌ عَن ذِكرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاء الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ القُلُوبُ وَالْأَبصَارُ(۱)

خداوند عالم کا یہ روشن چراغ ایسے گھروں میں ہے کہ خداوند عالم نے اذن دیا ہے کہ اس کی دیواروں کو بلند رکھے (تا کہ شیاطین، ہواوہوس کے شکار افراد کی زد سے محفوظ رہ سکے) وہ گھر کہ جس میں خدا کا نام لیا جاتا ہے اور وہ لوگ صبح وشام اس میں تسبیح پڑھتے ہیں یہ وہ افراد ہیں جن کو خرید وفروخت اور تجارت یاد الٰہی سے غافل نہیں کرتی ہے۔

بارگاہ حضرت معصومہ علیہا السلام دیگر مشاہد مشرفہ کی طرح اسلامی اقدار اور تشیع وقرآن کی ثقافت کا سہارا ہے اور اسلامی جمہوریہ ایران انہی روضوں کے تصدق زمانے کے حوادث اور حملوں سے محفوظ رہا ہے اور یقیناً ہر شیعہ کا تشخص انہی معنویات کی روشنی میں ممکن ہے۔

یہ مزار اور دیگر مزارات اسلامی افکار کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کے شیعوں کے لیے محکم قلعہ ہیں۔ نیز انسانی بلندی کا معیار ہیں۔ کیونکہ یہ مشاہد مشرفہ فقط زیارت گاہ نہیں ہیں بلکہ زائروں اور عاشقوں کے لیے

۱۔ سورۂ نور آیات ۳۶، ۳۷

کسب علوم الٰہی کی عظیم درسگاہ بھی ہیں۔ جو بھی زائر اس حرم مطہر میں آرام فرما خاتون یعنی حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی معرفت وشناخت اور ان کے اہداف کو مدنظر رکھتے ہوئے زیارت کرے گا تو یقیناً صاحب قبر بی بی سے الہامات حاصل کرے گا اور مذہب کے اصول وقوانین کی تعلیمات کو یاد رکھے گا اس کا ہر کام انہی درس اور الہامات سے سرشار ہوگا اور کسی نہ کسی طرح خود کو مادی ومعنوی کجی وکمی سے محفوظ رکھے گا اور ہر اس خصلت واعمال سے دوری اختیار کرے گا جو ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کی اولاد اطہار کو ناپسند ہیں اخلاقی بہتری اور اپنی رفتار وکردار میں اس بات کا کوشاں رہے گا کہ اپنے اماموں اور ولیوں کے نقش قدم پر گامزن رہے (۱)

ان دینی مراکز کے زندہ اور معنوی وجود میں تھوڑی سی بھی تردید نہیں ہے لیکن معنویات سے ہٹ کر ان روضوں کو اسلامی ہنر کا عظیم ذخیرہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ اہل ذوق ہنرمندوں نے دین کی ترویج اور بزرگان دین کی تجلیل وتکریم کے پیش نظر حیرت انگیز ہنروں کو ایجاد کیا ہے جو ہر ہنرمند کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور اسے داد وتحسین پر مجبور کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں درحقیقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ بارگاہ فاطمہ معصومہ علیہا سلام دیگر متبرک اسلامی مقامات کی طرح اسلامی ہنر کی تجلی گاہ اور قوم ایران کے دینی معاشرے کے درخشاں ماضی کی حکایت گر ہے۔

اسی وجہ سے ہم اس تاریخچے میں حضرت معصومہ علیہا السلام کے متبرک مزار کے ہنری آثار اور ہنری ومعماری تغیرات کا ایک خاکہ پیش کریں گے اور اسے اسلامی ہنر کے جلووں کو پسند کرنے والوں کی خدمت میں پیش کریں گے۔ لیکن

۱۔ حضرت معصومہ، قم، ص ۱۹ تا ۵۰، محمد حکیمی

شنیدن کی بود مانند دیدن بہتر ہے ہنر شناس افراد قریب سے ان حیرت انگیز ہنروں کا نظارہ کریں تا کہ ان گرانقدر آثار میں چھپے لطائف وظرائف کو کشف کر سکیں اور اس کے موجد کو داد و تحسین سے نوازیں۔

حرم مطہر کا گنبد

موسیٰ بن الخزرج کے ایک حصیری سائبان بنانے کے بعد جو سب سے پہلا گنبد فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی تربت پاک پر بنایا گیا تو وہ برجی شکل کا ایک قبہ تھا کہ جو حضرت زینب بنت امام جواد علیہ السلام کے ہاتھوں اینٹ و پتھر اور چونے کے ذریعے تیسری صدی ہجری میں بنایا گیا۔ زمانے کے گزرنے اور حضرت معصومہ علیہا سلام کے ساتھ کچھ علوی خواتین کے دفن ہونے کے بعد اس گنبد کے ساتھ دوسرے دو گنبد بنائے گئے۔ جس میں تیسرا گنبد مدفن حضرت زینب بنت امام محمد تقی علیہ السلام قرار پایا۔ یہ تین گنبد ۴۴۷ھ تک باقی تھے۔ اسی سال میر ابوالفضل عراقی (وزیر طغرل کبیر) نے شیخ طوسی کے حکم پر ان تین گنبدوں کے بجائے ایک بلند و بالا گنبد بنایا۔ اس گنبد کو رنگین نقش و نگار اور کاشی کاری کر کے بنایا تھا جس میں ایوان اور حجرے نہ تھے یہ گنبد تمام سادات کی قبور پر محیط تھا

شاہ بیگی بیگم دختر شاہ اسماعیل کی ہمتوں سے اسی گنبد کی تجدید بنا ہوئی جس میں معرق کاشی استعمال ہوا اس میں ایوان اور دو منارے نیز صحن (عتیق) بنایا گیا ۹۲۵ھ میں گنبد کی خارجی سطح معرق کاشی سے آراستہ ہوئی۔

یہ گنبد ۱۲۱۸ھ میں زرنگار اینٹوں سے مزین کیا گیا۔ جس میں ۱۲/ ہزار سنہری اینٹیں استعمال کی گئیں۔ اس گنبد کی بلندی سطح زمین سے اور چھت کی سطح سے ۱۶ میٹر تھی۔

اس کا محیط باہر سے ۳۰/۱۶ ،اور اندر سے ۶۶ / ۲۸۔اور اس کا قطر ۱۲ میٹر اور اس کی لمبائی (لمبی گردن کی طرح)۶ میٹر تھی۔

چھت کی سطح سے نچلا حصہ نوے (۹۰) سینٹی میٹر تک تراشی ہوئی اینٹوں سے اور اس کے اوپر ایک میٹر خشتی فیروزہ والی کاشی اس کے اوپر (تمام دیوار) سنہری اینٹوں سے مزین ہے گنبد کے نچلے حصے پر ایک کتبہ ہے جس پر فتح علی خان صبا کے اشعار ہیں جو خط نستعلیق میں لکھے ہیں۔(۱)

بارگاہ ملکوتی کریمہ اہل بیت علیہا السلام کے گنبد کا یہ ایک تاریخی خاکہ تھا جو شروع سے لے کر آج تک اسلامی ہنر اور معماری کا شاہکار ہے نیز عتبات عالیات کی عمارتوں میں کم نظیر ہے۔

حضرتِ معصومہؑ کا مرقد

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کا مرقد (بقعہ مبارکہ کے درمیان) بلندی کے اعتبار سے ۲۰/۱ ۱اور طول و عرض ۹۵ /۲ اور ۲۰/۱ میٹر ہے۔ جو بہترین نفیس و خوبصورت زرفام (ساتویں صدی ہجری کی ابتدا میں) کاشیوں سے مزین ہے۔

مرقد منور کے اردگرد دو میٹر دیوار اور طول و عرض تقریباً ۴/۸۰ اور ۴/۴۰ میٹر ہے۔ جو ۹۵۰ھ میں بنایا گیا ہے اور یہ مرقد معرق کاشی سے آراستہ ہے۔ اس وقت یہ دیوار ایسی ضریح ہے جس میں چاندی پوش چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ہیں۔(۲) حضرت کے مرقد پاک کا تاریخی خاکہ اس طرح ہے:

۶۰۵ھ میں امیر مظفر احمد بن اسماعیل خاندان مظفر کے مورث اعلیٰ اس زمانے کے

۱۔ ۔۔۔ ۔ باکان ج ۱، ص ۵۰، مدرس طباطبائی ۲ ۔گنجینۂ آثار قم ج ۱، ص ۱۴۶

بزرگ ترین استاد کاشی نے محمد بن ابو طاہر کاشی قمی کو مرقد مطہر پر رنگا رنگ کاشیوں کے لگانے پر مامور کیا۔ وہ آٹھ سال تک اس کام میں مشغول رہے۔ آخر کار ۶۱۳ھ میں کاشی کاری کا کام مکمل ہوگیا، ۹۶۵ھ میں شاہ طہماسب صفوی نے سابق مرقد کے اردگرد اینٹوں کی ایک ضریح بنوائی جو ہفت رنگ کاشیوں سے آراستہ تھی جس میں نقش ونگار کے ساتھ ساتھ معرق کتبے بھی تھے نیز اس کے اطراف میں دریچے بھی کھولے گئے تھے تاکہ مرقد کی زیارت بھی ہو سکے اور زائرین اپنی نذریں بھی مرقد کے اندر ڈال سکیں۔ اس کے بعد مذکورہ شاہ کے حکم سے سفید وشفاف فولاد سے اسی اینٹوں والی ضریح کے آگے ایک ضریح بنائی گئی جس کی لمبائی ۱۰۵۳۲۵ اور چوڑائی ۳۷ر۴۔ اور بلندی ۲۰۰۰ر۱۰ تھی۔ جس میں ۲۰ مضلع کھڑکیاں ۱۲۳۰ ہجری میں فتح علی شاہ نے اس ضریح کو نقرہ پوش کر دیا تھا جو گردش زمانہ سے فرسودہ ہوگئی تھی۔ لہذا ۱۲۸۰ ہجری میں اس زمانے کے متولی کے حکم سے ضریح بدل دی گئی اور موجودہ ضریح کو (مخصوص ہنری ظرائف وشاہکار کے ساتھ) اس کی جگہ پر نصب کیا گیا جو آج تک حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی نورانی تربت پر جلوہ فگن ہے(۱)

حرم مطہر کے ایوان

ایوان طلا

ایوان طلاء اور اس کے بغل میں دو چھوٹے ایوان روضۂ مقدسہ کے شمال میں واقع ہیں۔ جنھیں ۹۲۵ ہجری میں گنبد کی تجدید بنا، صحن عتیق اور گلدستوں کے بناتے

....

۱۔ گنجینۂ آثار قم ج۱، ص ۴۷۵۔

وقت شاہ اسماعیل صفوی اور اس کی دختر کے زمانے میں بنایا گیا۔ یہ ایوان طول و عرض کے اعتبار سے ۹۸/۷۰ میٹر اور بلندی کے لحاظ سے چودہ میٹر ہے۔ دیوار کا نچلا حصہ (تین طرف سے) ۱/۸۰ میٹر کی بلندی تک آٹھ گوشے فیروے والے کاشی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے آراستہ ہے۔ اس کے درمیان کتھئی رنگ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جو کاشی کے حاشیے کو لاجوردی نقش و نگار سے) چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ان کے اوپر ایک کتبہ ہے جس کا ایک سوم سفید لاجوردی زمین میں ایوان کے اردگرد دکھائی دیتا ہے جس کا متن نورانی حدیث الا و مــــن مات علی حبِّ آل محمدؐ مات شہیدا ۔تا آخر حدیث ہے۔

اس کتبے کے بعد ایوان کی دیواریں دو میٹر کی بلندی تک معرق کاشیوں سے آراستہ ہے جو صفوی کے دور آغاز کا شاہکار ہے۔ اس کے بعد ہر طرف کتبہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے اوپر ایوان کی چھت زرفام اینٹوں سے مزین ہے۔(۱)

دوسرے دو ایوان

ایوان طلاء کے دونوں طرف ایوان ہیں جن کی بلندی دس اور چوڑائی دو میٹر اور دونوں طرف کا حصہ پانچ میٹر ہے یہ صفوی دور کی عمارتیں ہیں ان کی سب دیواریں ایوانِ طلا کی طرح معرق کاشیوں سے آراستہ ہے۔

ایوان آئینہ

رواق مطہر کے شرقی جانب بھی ایوان طلا کی طرح ایک بلند و بالا ایوان ہے جس کی

....

۱۔ تربت پاکان ج ۱، ص ۶۲۔

لمبائی ۷ر۱۷ور چوڑائی ۹ میٹر ہے۔ آئینہ کاری کی وجہ سے ایوان آئینہ کے نام سے معروف ہے۔ دیوار کے نیچے ایک میٹر کی بلندی تک سنگ مرمر ہے جس کا ہر حصہ پتھر کے ایک ٹکڑے سے آراستہ ہے اور اس کے اوپر سارے حصوں میں چھت تک آئینہ کاری ہے۔

ایوان کے بیچ میں ایک سنگ مرمر کا کتبہ ہے جس کی چوڑائی تقریباً ۳۰ سینٹی میٹر ہے جس پر آیہ شریفہ اللہ نور السماوات والارض تا آخر منقوش ہے۔ شرقی رواق کے درمیان ایک چھوٹا سا ایوان ہے جو اصلی ایوان کی طرح مزین ہے جس کے صدر دروازے پر حدیث شریف من زار قبر عمتی بقم فله الجنة کالے حروف سے خط نستعلیق میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ شگفت انگیز ہنری مجموعہ قاجاری دور کے عظیم ہنر کا شاہکار ہے (جو استاد حسن معمار قمی کے ہاتھوں تشکیل پایا تھا) جو صحن نو کے ساتھ میرزا علی اصغر خاں صدر اعظم کے دستور پر بنا تھا۔ (۱)

صحن عتیق کے منارے

صحن عتیق میں بر فراز ایوان طلا کے اوپر دو رفیع و بلند منارے ہیں جن کی بلندی ۱۷ر۴۰ (چھت کی سطح سے) اور قطر ۵۰ر۱ ہے۔ منارے کی کاشی پیچ وخم کے ساتھ مزین ہے جس کے درمیان اسماء مبارک اللہ محمدؐ علیؑ بخوبی پڑھے جا سکتے ہیں منارے کے بالائی حصے کو تین ردیفوں میں رکھا گیا ہے جس کے نیچے بخط سفید کتبہ ہے جس پر آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلائِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (غربی منارے میں) یا اَیُّھا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (شرقی منارے میں) مرقوم ہے۔

۱۔ تربت پاکان، ج ۱، ص ۲۹۔

یہ منارہ محمد حسین خان شاہسون شہاب ملک حاکم قم کے حکم سے ۱۲۸۵ ہجری میں بنایا گیا ہے جس کا قبہ ۱۳۰۱ ہجری میں طلاء کاری کیا گیا ہے۔

ایوان آئینہ کے منارے

ایوان کے پایوں پر دو منارے ہیں جن میں سے ہر ایک چھت کی سطح سے، ۲۸ میٹر اور گہرائی ۳۰۰/۳ میٹر ہے یہ آستانے کی بلند ترین عمارت ہے۔ یہ منارہ سطح بام سے تین میٹر اور آٹھ متساوی الاضلاع پھر آدھا میٹر تزئین پھر ایک میٹر لمبا ہے اس کے بعد ۵/۲ میٹر تک بارہ برجستہ گوشے ہیں اور تمام کے بعد (لکڑی کے منارے کے نیچے) ایک ستون ہے جس پر ایک کتبہ ہے اس کی چوڑائی تقریبا ایک میٹر ہے ان مناروں میں سے ایک کے کتبے کا متن لا حول ولا قُوّۃ الا باللّٰہ العلی العظِیم ہے اور دوسری طرف سُبحَان اللّٰہ والحَمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر ہے ۔ پھر ایک بلند عمارت ہے جس کی چوڑائی تقریبا ایک میٹر ہے اس کے اوپر ایک چوبی منارہ ہے جس کا قبہ موجود ہے دونوں منارے اوپر سے نیچے تک گرہی کاشی سے مزین ہیں جن کے درمیان خداوند عالم کے نام دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۱)

حرم مطہر کی مسجدیں

مسجد بالاسر

مسجد بالاسر حرم مطہر کے وسیع ترین علاقوں میں شمار ہوتی ہے جہاں عمومی مجلسیں، نماز جماعت ادا کی جاتی ہے۔ صفوی دور میں یہ علاقہ چوڑائی میں ۶ اور لمبائی میں ۳۵،

....

۱۔ تربت پاکان ج ۱ ص ۱۷۱۔

میٹر آستانہ کے مہمان سرا میں شمار ہوتا تھا قاچاری دور میں تقی خان حسام الملک فرزند فتح علی شاہ کی طرف سے اس عمارت کی نوسازی ہوئی اور بصورت مسجد اس میں دو گنبد بنائے گئے جس کا شمار آستانے کے بزرگ ترین علاقوں میں ہوا۔

۱۳۴۸ھ میں جو مسجد کے غربی حصے میں زمین تھی اس کو ملانے سے اس کی مساحت، ۱۴ اور ۴۸ میٹر ہوگئی جو تین محکم اینٹوں کے ۳ اور ۲ میٹر ستونوں پر استوار ہے۔ یہ مقدس عمارت اپنی جگہ اسی طرح برقرار تھی لیکن جب مسجد اعظم ایک خاص وسعت و زیبائی کے ساتھ بنائی گئی تو چونکہ مسجد بالاسر کی قدیمی عمارت مسجد اعظم اور حرم کے مطہر کے درمیان خوشنما نہیں تھی لہذا متولی وقت آقائے سید ابوالفضل تولیت نے اس کی نوسازی کا اقدام کیا۔ قدیم عمارت کو زمین کی سطح سے ہٹا دیا گیا اور اس کی جگہ پر ایک بلند و بالا عمارت ۲۴ اور ۴۸ میٹر (بغیر ستونوں کے) معماری کی بے شمار خصوصیات کے ساتھ بنائی گئی جو آج حرم مطہر کی خوبصورت و عمدہ عمارت میں شمار ہوتی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسجد کے جنوبی حصے میں فقہاء اور استوانۂ علم و حکمت کی قبریں موجود ہیں ۔مثلاً حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ عبدالکریم حائری اعلی اللہ مقامہ موسس حوزہ علمیہ قم، آیۃ اللہ سید محمد تقی خوانساریؒ۔ آیۃ اللہ سید حسن صدرؒ، آیۃ اللہ سید احمد خوانساری طاب ثراہم ۔ نیز زمانہ جدید کے علماء و فقہا، مثلاً علامہ طباطبائیؒ، آیۃ اللہ گلپائگانیؒ، آیۃ اللہ اراکیؒ، آیۃ اللہ بہاء الدینیؒ، آیۃ اللہ میرزا ہاشم آملیؒ، آیۃ اللہ فاضل لنکرانیؒ، نیز انقلاب اسلامی کے شہداء مثلاً استاد شہید مطہری، شہید محراب آیۃ اللہ مدنی اس تربت پاک میں آرام فرما رہے ہیں۔ جبکہ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد حسین

بروجردیؒ مذکورہ ہال کے رہرو میں دفن ہیں۔

مسجد طباطبائی

مسجد طباطبائی کا گنبد پچاس ستونی ہے جو قدیم زنانے صحن کی جگہ روضہ مطہر کے جنوبی حصے میں بنایا گیا ہے یہ گنبد بیچ میں چوڑائی کے اعتبار سے ۱۷، اور بلندی کے لحاظ سے ۱۷ میٹر ہے۔ جس کی مساحت میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اس کے اطراف ۲۴/۸۰ در ۲۰/۲۴ میٹر ہیں۔ اس مسجد میں بشکل مثلث رواق ہیں جن کے نچلے حصے ۱۵/۲ میٹر ہیں۔ اس کے گنبد کو اینٹوں کی بنیاد پر ۲ میٹر کی موٹائی اور ۳۰/۳ میٹر کی بلندی میں بنایا گیا ہے۔ پھر تمام بنیادوں کو نیچے سے تراشا گیا اور ستونوں کے چاروں گوشے سے ایک ستون (بہت اچھے مسالے کی مدد سے جس میں سیمنٹ، چھڑ، لوہا وغیرہ مخلوط تھا) اوپر لایا گیا پھر اندر سے ان چاروں ستونوں کو یکجا کر دیا گیا اور اس طرح یہ عظیم گنبد، ۳۲ سے ۴۰، ستونوں پر برقرار رہا ان ستونوں کے اوپر جن پر سیمنٹ تھا، مشینوں سے تراشے ہوئے سنگ مرمر چوڑائی میں دس اور بلندی میں پچاس سینٹی میٹر تک مزین کیے گئے۔ اس طرح سب کے سب ستون سنگ مرمر کے لباس سے مزین ہو گئے اور اس گنبد کے ستونوں کے نیچے مدرجی شکل میں برونز ایک فلز جو سونے کی طرح ہوتا ہے، سے صیقل کر کے اس کی زیبائی میں ایسا اضافہ کیا گیا کہ اس میں چار چاند لگ گئے۔

اس بلند گنبد کے ستونوں کی تعداد رواق اور اطراف کے ستونوں کو ملا کر پچاس ستونوں تک پہنچتی ہے۔ اس بلند و بالا اور باعظمت مسجد کے بانی حجۃ الاسلام جناب محمد طباطبائی فرزند آیۃ اللہ حسین قمی ہیں۔ اس عمارت کی تعمیر میں تقریباً ۲۰،

سال صرف ہوئے (۱۳۵۰ ہجری سے لے کر ۱۳۷۰ ہجری تک تعمیر ہوئی) اس مکان مقدس کے شمال غربی علاقے میں بزرگ علماء وشہدا کی قبریں ہیں مثلاً آیۃ اللہ ربانی شیرازی، شہید ربانی املشی، شہید محمد منتظری، شہید آیۃ اللہ قدوسی، شہید محلاتی جس نے اس مکان مقدس کی معنویات میں اور اضافہ کر دیا۔

مسجد اعظم

لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ

باعظمت دینی آثار میں سے ایک عظیم اثر مسجد اعظم ہے جو عالم تشیع کے علی الاطلاق مرجع تقلید آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی قدس سرہ کی بلند ہمتی کا ثمرہ ہے۔ یہ مسجد حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم کے نزدیک زائروں کی آسانی کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ بلند وبالا عمارت آستانہ رفیع فاطمی کے کنارے ایک فرد فرید مسجد ہے۔ جسے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ گلپائگانیؒ کی اجازت سے درمیان سے دیوار ہٹا کر حرم کا حصہ قرار دیا گیا۔

مسجد کی تاسیس کا سبب

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ محمد حسین بروجردی اعلیٰ اللہ مقامہ کے لیے اس مسجد کی بنا کی اساسی ترین وجہ وضرورت یہ تھی کہ وہ کریمہ اہل بیتؑ کی بارگاہ میں ایک ایسی مناسب مسجد کی کمی محسوس کر رہے تھے جس میں زائرین روحانی فیوض سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہو سکیں۔ لہٰذا اسی کمی کا احساس کرتے ہوئے انھوں نے اپنے احساسات کو عملی جامہ پہنا دیا۔ چنانچہ بعض بزرگوں کے بیان کے مطابق آپ نے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ حرم مطہر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے جوار میں ایک ایسی مسجد کی بنیاد

ڈالوں جو حضرت علی بن موسی الرضا علیہما السلام کے حرم کے کنارے مسجد گوہر شاد کی طرح با جلالت ہو۔ دوسری طرف آپ کا نظریہ تھا کہ حوزہ علمیہ قم ایک طویل مدت تک مختلف دروس خصوصاً درس خارج کے لیے ایک وسیع و عریض جگہ کا نیاز مند ہے، اس سے بہتر کیا ہوگا کہ یہ عظیم مرکز حرم مطہر کے جوار میں بنام مسجد ہو۔ آپ کی اس نیت میں کتنا خلوص تھا اس کی گواہی آج بھی قبر مطہر دے رہی ہے۔

یقیناً اس مسجد کو قرآن مجید کی اس آیت لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ (۱)(وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ ضرور اس کی حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو) کے مصادیق میں سے ایک روشن مصداق کہا جا سکتا ہے۔

تاریخ تاسیس

۱۱/ ذی القعدہ ۱۳۷۳ ہجری روز ولادت باسعادت حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کو ایک خاص جاہ و حشم کے ساتھ اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔

مشکلات

اس مسجد کو بنانے میں ایک اہم مشکل اس کے لیے زمین کی کمی تھی۔ جیسا کہ خود مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک طرف سے آستانہ مقدسہ کی طرف تو دوسری جانب نہر کے ساحل کی طرف سے محدود ہے۔ نتیجتاً مسجد کا جغرافیائی ڈھانچہ ایک ناموزں شکل میں مثلث ہے جس کا غربی حصہ تقریباً ۱۲۰ میٹر اور بنیاد ۱۵ میٹر ہے۔ ایک دوسری مشکل وہ گھر تھے جو مسجد کے اطراف میں واقع تھے جن کا خریدنا ایک خطیر رقم کا

۱۔ سورہ توبہ/۱۰۸۔

معاملہ تھا۔ لیکن آیۃ اللہ بروجردی کے حکم پر ان تمام مکانوں کو بہت ساری مشکلیں برداشت کر کے خرید لیا گیا اور ان کے مالکوں سے رضایت بھی لے لی گئی۔ اسی طرح مسجد بالاسر کی جانب سے ۳۰۰ میٹر سے زیادہ جگہ آستانہ مقدسہ کی عمارتوں اور متعلقات میں شمار ہو رہی تھی جو آپ کی خاص درایت سے مسجد میں شامل ہو گئی۔ آخر کار مذکورہ مشکلوں کو دور کر کے باعنایات الٰہی مشہور معروف انجینیر وں اور معماروں کے زیر نظر (مثلاً لرزادہ صاحب مرحوم) دقیق نظر کے ساتھ جامع طور پر مسجد کا نقشہ بنایا گیا۔ اور اسی نقشے کی بنیاد پر مسجد بننے لگی چھ سال کی جاں توڑ محنت کے بعد مسجد کا اچھا خاصا حصہ بن کر تیار ہو گیا اور ۱۳۳۹ شمسی سال کے چھٹے مہینے آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی قدس سرہ کی اقتدا میں نماز جماعت کے ذریعے اس مسجد کا افتتاح ہو گیا۔ اس کے بعد تمام افراد مسجد سے بہرہ مند ہونے لگے۔

مسجد کا معماری خاکہ

مسجد کی مجموعی مساحت تقریباً ۱۲۰۰ مربع میٹر ہے۔ پوری عمارت محکم مسالوں (جن میں سیمنٹ چھوٹے چھوٹے پتھر، لوہے کے چھڑ وغیرہ استعمال کیے گئے ہیں) سے بنائی گئی لہٰذا یہ مسجد مضبوطی کے حوالے سے اسلامی عمارتوں میں کم نظیر شمار ہوتی ہے۔ مسجد میں چار شبستان (ہال) ہیں جن میں گنبد کے نیچے والے شبستان کی مساحت ۴۰۰ مربع میٹر اور اس کے دونوں طرف ہر شبستان کی مساحت ۹۰ مربع میٹر ہے۔ نیز مسجد کے شمالی حصے میں گھڑی کے نیچے ایک شبستان ہے جس کی مساحت ۳۰۰ مربع میٹر ہے۔ تمام شبستانوں کی چھتوں کی بلندی اس کی سطح سے تقریباً ۱۰ میٹر ہے، مسجد کے غربی حصے میں بیت الخلاء اور مسجد کا وضو خانہ ہے نیز خادموں کے لیے ایک ہال

بنام آسائشگاہ ہے۔اسی طرح مسجد کے غربی حصے میں ایک لائبریری بنائی گئی ہے۔
جس میں دو ہال ہیں ۔ ایک مطالعہ کے لیے اور دوسرا ہال کتابوں کا مخزن ہے
لائبریری میں داخل ہونے کا راستہ مسجد اعظم میں داخل ہونے والی گزرگاہ سے ہے۔
اس مسجد میں ایک بڑا سا گنبد ہے جس کی موٹائی ۳۰ مربع میٹر اور بلندی سطح بام سے
۱۵ مربع میٹر ہے اور شبستان سے اس کی بلندی ۳۵ مربع میٹر ہے ۔(خاطرات
زندگی آیۃ اللہ بروجردی ص ۱۰۱) اس کے بلند وبالا گلدستے سطح بام سے ۲۵ مربع
میٹر اور سطح زمین سے ۴۵ مربع میٹر ہیں۔اسی طرح گھنٹی بجنے والی خوبصورت گھڑی
پر ایک چھوٹا سا گنبد ہے جو چاروں طرف سے دکھائی دیتا ہے۔ یہ مسجد تزئین اور کاشی
کاری کے اعتبار سے آخری صدی میں اسلامی ہنر کا بہترین نمونہ شمار ہوتی ہے۔(۱)

بہترین مصرف

انقلاب کی کامیابی کے بعد حرم مطہر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے زائرین کے
استقبال کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس مسجد کی عبادی و معنوی فضا کی بارگاہ معصومہ سلام
اللہ علیہا میں شدید ضرورت محسوس کرتے ہوئے نیز مسجد اعظم کا بطور کامل استفادہ نہ
ہونے کی وجہ سے کہ جو اس کے بانی کا اصل ہدف تھا ماہ مبارک رمضان کے آخری
عشرے میں ۱۳۷۱ شمسی میں موازین شرعی اور قانون کی رعایت کرتے ہوئے مسجد
اعظم اور بالائے سر کے حصے کو ختم کر دیا گیا۔اس کے بعد مسجد کے اداری و خدماتی
امور کو آستانے کے سپرد کر دیا گیا۔

آستانہ مقدسہ کے متولی محترم کو حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای دام ظلہ

۱۔خاطرات زندگی آیۃ اللہ بروجردی ص ۱۰۴

العالی کی طرف سے دستور ملنے کے بعد اس امور سے مربوط مسئولین پابند ہو گئے کہ مسجد کے موقوفات میں مداخلت کیے بغیر مسجد کی نگہداری، اس کی حفاظت اور اس کے متعلقات کی پاسبانی نیز اس میں کام کرنے والوں کی تنخواہ کی ذمہ داری سنبھالیں۔

اب یہ مکان مقدس محققین کی تحصیل کے لیے ایک مناسب ترین مکان ہو گیا ہے کیوں کہ ایام تعلیم میں اکثر و بیشتر مراجع تقلید اسی مکان میں درس دیتے ہیں اور طلاب و فضلاء کی کثیر تعداد ان کے علمی فیوض و کمالات سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ اسی طرح مختلف مذہبی پروگرام جو مسجد کی زینت میں اضافے کا باعث ہیں، بڑی شان و شوکت کے ساتھ برپا ہوتے ہیں۔

حرم مطہر کا صحن نو (اتابکی)

صحن نو ایک وسیع و خوش منظر و قابل دید بنا ہے جس نے اپنی خاص معنویت کے ذریعے بارگاہ فاطمی کی جلالت و عظمت میں اضافہ کر دیا ہے یہ خوبصورت صحن چار ایوانوں، شمالی، جنوبی، شرقی اور غربی پر مشتمل ہے۔ اس کا شمالی ایوان میدان آستانے کی طرف سے وارد ہونے کا راستہ ہے اور جنوبی ایوان خیابان موزہ (میوزیم روڈ) سے وارد ہونے کا راستہ ہے اور شرقی ایوان خیابان ارم (ارم روڈ) سے وارد ہونے کا راستہ ہے۔ ان تمام ایوانوں میں ہنری و معماری کے ظریف آثار ہر فن کار، ہنر شناس کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

غربی ایوان وہی ایوان طلا ہے جو صحن نو سے روضہ مقدسہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ ان با جلالت ایوانوں (خصوصاً ایوان آئینہ) کے وجود اور صحن مطہر کے وسط میں بیضوی شکل کے حوض (جس کی اپنی اہم خصوصیت ہے) نے اس مکان مقدس

کی زیبائی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

یہ صحن مرزا علی اصغر خان صدر اعظم کے آثار میں سے ہے۔ جس کے بننے میں ۸ سال کی مدت صرف ہوئی ہے۔ (۱۲۹۵ھ سے ۱۳۰۳ھ) اس صحن میں بہت سارے علماء کی قبریں ہیں، مثلاً مشروطیت کے زمانے میں شہید ہونے والے بزرگوار آیۃ اللہ شیخ فضل اللہ نوری، شہید آیۃ اللہ مفتح، بزرگ عالم شیعہ قطب الدین راوندی

حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کے زائروں کے لیے ضروری ہے کہ ان راہ امامت وولایت کے فداکاروں کی زیارت سے مشرف ہوں اور اس سے کبھی غافل نہ ہوں۔

صحن عتیق (صحن قدیم)

صحن عتیق جو روضہ مبارکہ کے شمال میں واقع ہے وہ ایک سب سے پہلی عمارت ہے جو قبہ مبارکہ پر بنائی گئی ہے۔

اس صحن کو تین خوبصورت ایوان جو جنوب میں واقع ہے جو وہی ایوان طلا ہے جو روضہ مطہر سے صحن میں وارد ہونے کا راستہ ہے۔ مشرقی دالان صحن عتیق سے صحن نو میں وارد ہونے کا راستہ ہے، یہ صحن چھوٹا ہونے کے باوجود با جلالت ایوانوں اور متعدد حجروں کی وجہ سے ایک خاص خوبصورتی کا حامل ہے۔

اس صحن اور اس کے اطراف کے ایوانوں کو شاہ بیگی بیگم دختر شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۲۵ ہجری میں بنوایا تھا۔

صحن صاحب الزمانؑ وشبستان (ہال) امام خمینیؒ:

یہ نیا صحن جو گزشتہ سالوں میں تعمیر کیا گیا ہے مسجد محمدیہ (قدیم) کی اور پلِ اہنچی کے

قریب مکانات اور مہمان سراؤں کو ختم کر کے بنایا گیا ہے۔ یہ صحن اپنے ایوانوں اور حجروں کے ساتھ آٹھ ہزار مربع میٹر پر چار بڑے دروزاوں کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ اس کی تعمیر ۱۳۸۱ھ ش میں شروع ہوئی اور ۱۳۷۴ھ ش میں مکمل ہوئی۔ شبستان امام خمینیؒ کے چار دروازے ہیں مغربی دروازہ پل آہنچی، شمالی دروازہ مسجد اعظم، اور جنوبی دروازہ جدید خیابان پر واقع ہے۔ اس صحن کی دیواریں قرآنی آیات اور مختلف خطوں سے مزیّن ہیں۔ اس صحن کے وسط میں خوبصورت حوض بنایا گیا ہے۔

یہ آستانہ مقدسہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے ہنری و معماری آثار کا ایک مختصر خاکہ تھا۔ اسلامی ہنرمندوں کے لیے مناسب ہے کہ اس بلند و بالا عمارت کو جس میں ہنر کے خزانے پوشیدہ ہیں نزدیک سے دیکھیں اور اس کے موجد کو داد و تحسین سے نوازیں۔

نماز جماعت:

یوں تو حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں آپؑ کی تدفین کے وقت سے ہی اسے عبادت الٰہیہ کی جگہ قرار دی گئی تھی لیکن باقاعدہ مذکورہ مساجد کی تعمیر کے بعد جن مجتہدین و مراجع نے اس میں امامت کے فرائض انجام دیے، اُن میں:

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد محمد حسین بروجردیؒ، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد محمد رضا گلپایگانیؒ، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد شہاب الدین مرعشی نجفیؒ، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد فاضل لنکرانیؒ، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شبیری زنجانی، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی، حضرت آیۃ اللہ ابراہیم امینیؒ، حضرت آیۃ اللہ اشتہاردی وغیرہ جیسی شخصیات سرِ فہرست ہیں۔

فصل ششم

منظومات

(در شانِ کریمۂ اہل بیتؑ)

حضرت فاطمہ معصومہؑ شعراء کی زبانی

اگر چہ قرآن مجید سورۂ شعراء کی آخری آیات میں شعراء کی مذمت کی وجہ اور تعریف کی وجہ دونوں بیان کردی گئی ہیں، گویا شاعری ایک ایسا فن ہے جو معاشرے کو بے راہ روی کی طرف لے جاسکتا ہے اور ہدایت اور کامیابی کی راہ پر بھی گامزن کرسکتا ہے۔ چناں چہ ارشاد ہوا: ''حالاں کہ ان میں اکثر تو جھوٹے ہیں اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ جنگل جنگل سرگرداں مارتے پھرتے ہیں اور یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں جو کبھی نہیں کرتے، مگر ہاں! جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے اور کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرتے ہیں، اور جب ان پر ظلم کیا جاچکا تو انہوں نے ظالموں سے بدلہ اور عنقریب انہیں معلوم ہوجائے گا کہ جنہوں نے ظلم کیا، وہ کہاں لوٹائے جائیں گے۔'' (سورۂ شعراء آیات ۲۲۴ تا ۲۲۷)

مذکورہ آیت میں شاعر کے اہداف کو معین کردیا گیا ہے کہ وہ ایمان، عملِ صالح، ذکرِ خدا اور ظلم کے خلاف اپنے فن کا استعمال کرے۔ چناں چہ مسلمان شعراء ان چاروں نکات کو اہل بیتؑ کی مدح اور دشمنانِ اہل بیتؑ کی ذم میں شمار کرتے ہیں، اور شاعری کی تاریخ میں حسانؔ، فرزدقؔ، دعبلؔ، ابوالعطاءؔ، سیّد حمیریؔ وہ نام ہیں جنہوں نے اس خدمت کی بنیاد ڈالی۔

تاریخ کی رہ گذر میں مکتب امامت وولایت کی ترویج اور فضائل ومناقب اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے نشر میں مسلمان شاعروں کا ایک اچھا کردار رہا ہے، جن کے حکمت آمیز فضائل ومحاسن پر مشتمل اشعار نے ہمیشہ عاشقان خاندان

نبوت ورسالت کے قلوب کو جلا بخشی ہے اور محبت اہل بیت علیہم السلام میں اضافے کا سبب قرار پائے ہیں۔ ایک زندہ جاوید سند کی حیثیت سے گلستانِ فضائل اہل بیتؑ کو معطر کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

اسی رہ گزر میں کریمۂ اہل بیت علیہم السلام کی عظمت نے ان منادیان حق شعراء کو بارگاہ ملکوتی حضرت معصومہ علیہا السلام میں عرض ادب پیش کرنے پر مجبور کر دیا اور اس طرح وہ پر معنیٰ اشعار و قصائد کہنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

زبان فارسی میں تو حضرت معصومہؑ کی شان میں قصائد کی تعداد بہت زیادہ ہے کہ اگر بطور مستقل اس پر کام کیا جائے تو ایک دیوان ہو جائے گا۔ لیکن اُردو میں موجود منتخب قصائد اس کتاب میں جمع کر کے اسے ایک مستقل فصل قرار دیا ہے۔

بنا براین دور حاضر کے جن شعراء کے اشعار دستیاب ہو سکے ہیں انہیں اس فصل میں ذکر کر رہے ہیں، خاص طور پر سالِ گزشتہ بابُ العلم میں منعقدہ محفلِ میلاد حضرت معصومہؑ میں جن شعرائے کرام نے اپنا کلام پیش کیا، شامل کر رہے ہیں۔

اگر چہ بہت سے بزرگ اور دیگر معروف شعرائے کرام سے معذرت خواہ ہیں کہ ان سے رابطہ نہ کر سکے، ان قصائد کو لکھنے کا ایک مقصد منقبت خوان حضرات کے لیے حضرت معصومہؑ کی شان میں کلام مہیا کرنا بھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان شعرائے کرام کے کلام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

عنوان: دونورِ مطہر

کلام: امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

ای ازلیت بہ تربت تو مخمّر — وی ابدیّت بہ طلعت تو مقرّر
آیت رحمت زجلوہ تو ہویدا — رایت قدرت در آستین تو مضمر
جودت ہم بسترا، بہ فیض مقدس — لطف ہم بالشا، بہ صدر مصدّر
پردہ کشد گر کہ عصمت تو بہ اجسام — عالم اجسام گردد، عالم دیگر
جلوہ تو ایزدی رامجلی — عصمت تو سر مختفی رامظہر
گویم واجب ترا، نہ آنت رتبت — خوانم ممکن ترا، ممکن برتر
ممکن اندر لباس واجب پیدا — واجبی اندر ردای امکان مظہر
ممکن امّا چہ ممکن، علّت امکان — واجب، امّا شعاع خالق اکبر
ممکن امّا یگانہ واسطہ فیض — فیض بہ مہتر رسد وز آن پس کہتر
ممکن امّا نمود ہستی ازوی — ممکن امّا زممکنات فزون تر
وین نہ عجب زآنکہ نور اوست ززہرا — نور وی ازحیدر است واوزپیمبر
نور خدا در رسول اکرم پیدا — کرد تجلّی زوی بہ حیدر صفدر
وز وی تابان شدہ بہ حضرت زہرا — اینک ظاہر ز دخت موسی جعفر
این است آن نور کز مشیّت کن، کرد — عالم، آن کاو در عالم است منوّر
این است آن نور کز تجلّی قدرت — داد بہ دوشیزگان ہستی زیور
شیطان عالم شدی اگر کہ بدین نور — ناگفتی، آدم ز خاک ہست ومن آذر
آبروی ممکنات جملہ ازاین نور — گر نبدی، باطل آمدند سراسر
جلوہ این خود عرض نمود عرض را — ظلّش بخشود، جوہریّت جوہر
عیسی مریم بہ پیشگاہش دربان — موسی عمران بہ بارگاہش چاکر
این یک چون دیدہ بان فراشدہ بردار — وین یک چون قاپقان معطّی بردر

یاکه دوطفلند درحریم جلالش — از پی تکمیل نفس آمده مضطر

این یک انجیل رانمایدازحفظ — وآن یک تورات رابخوانداز بر

گر که نگفتی امام هستم برخلق — موسی جعفر،ولیّ حضرت داور

فاش بگفتم که این رسول خدای است — معجزه اش می بود همانا دختر

دختر جز فاطمه نیابداین سان — صلب پدر راوهم مشیمه مادر

دختر چون این دوازمشیمه قدرت — نامد ونایدد گر هماره مقدّر

آن یک امواج علم راشده مبدا — وین یک افواج حلم راشده مصدر

این یک ازخطابش مجلی — وین یک معدوم ازعقابش مستر

این یک برفرق انبیاشده تارک — وین یک اندرسراولیا رامغفر

این یک درعالم جلالت کعبه — وین یک درملک کبریائی مشعر

لم یلد بسته لب وگرنه بگفتم — دخت خدایند این دونور مطهّر

این یک کون ومکانش بسته به مقنع — وین یک ملک جهانش بسته به معجر

چادرآن یک حجاب عصمت ایزد — معجر این یک نقاب عفّت داور

آن یک برملک لایزالی تارک — این یک برعرش کبریائی افسر

تابشی ازلطف آن بهشت مخلّد — سایه ای ازقهر این جحیم مقعّر

قطره ای ازجود آن بحار سماوی — رشحه ای ازفیض این ذخایر اغبر

آن یک خاک مدینه کرده مزیّن — صفحه قم رانموده این یک انور

خاک قم این کرده ازشرافت جنّت — آب مدینه نموده آن یک کوثر

عرصه قم غیرت بهشت برین است — بلکه بهشتش یساولی است برابر

زیبداگرخاک قم به عرش کندفخر — شایدگرلوح رابیایدهمسر

خاکی عجب خاک،آبروی خلایق — ملجأبرمسلم وپناه به کافر

گر که شنیدندی این قصیدههندی — شاعرشیراز و آن ادیب سخنور

آن یک طوطی صفت همی نسرودی — ای به جلالت زآفرینش برتر

وین یک قمری نمط هماره نگفتی — ای که جهان ازرخ توگشته منوّر

عنوان: نگین خاتمیّت

کلام: حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ وحید خراسانی دامت برکاتہ

ای دختر عقل و خواهر دین — وی گوهر دُرج عزّ و تمکین

عصمت شده پای بند مویت — ای علم و عمل مقیم کویت

ای میوه شاخسار توحید — همشیره ماه و دخت خورشید

وی گوهر تاج آدمیّت — فرخنده نگین خاتمیّت

شیطان به خطاب قم براندند — پس تخت تو را به قم نشاندند

کاین خانه بهشت و جای حوّاست — ناموس خدای جایش اینجاست

اندر حرم تو عقل مات است — زین خاک که چشمه حیات است

جسمی که در این زمین نهان است — جانی است که در تن جهان است

این ماه منیر و مهر تابان — عکسی بود از قم و خراسان

ایران شده نور بخش ارواح — مشکات صفت عرش و کرسی

هر کس به درت به یک امیدی است — محتاج تو از همه وحیدی است

عنوان : نگینِ قم

کلام: حجة الاسلام والمسلمین جواد محدّثی

شهرها انگشترند و قم ، نگین ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ قم، همواره حجّت روی زمین

تربت قم، قبله عشق و وفاست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ شهر علم وشهر ایمان و صفاست

مرقد معصومه ع چشم شهر ما ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ مهر او جانهای ما را کهربا

دختری از اهل بیت آفتاب ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ وارث درّ حیا، گنج حجاب

در حریمش مرغ دل پر می زند ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ هر گرفتار آمده، در می زند

هر دلی اینجاست مجذوب حرم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ جان، اسیر رشته جود وکرم

این حرم باشد ملائک را مطاف ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ زائران را ارمغان، عشق و عفاف

دیده پاکان به قبرش دوخته ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ عصمت و پاکی از آن آموخته

حوزه قم هاله ای بر گِرد آن ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ فقه و احکام خدا را مرزبان

قم همیشه رفته راه مستقیم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بوده در مهد هدایتها مقیم

شهر خون، شهر شرف، شهر جهاد ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ شهر فقه و حوزه، علم و اجتهاد

هر کجا را هر چه سیرت داده اند ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ اهل قم را هم بصیرت داده اند

نقطه قاف قیامند اهل قم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ برق تیغ بی نیامند اهل قم

اهل قم ز اوّل ولایت داشتند ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ در دل و در دیده آیت داشتند

اهل قم از یاوران قائم اند ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ درقیام و پیشتازی دائمند

دختر موسی بن جعفر ع را درود ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ کز عنایاتش تراوید این سرود

فخرِ جہاں

(از جناب مظفّر حسین (شاداںؔ دہلوی)

یہ فاطمہؑ ، شہزادیِ قم، فخرِ جہاں ہیں
موجود یہاں اِن کی عبادت کے نشاں ہیں
یہ موسیِٰ کاظمؑ کی ہیں وہ دُخترِ پُرنُور
معصومہ ہیں امکانِ خطا ان میں کہاں ہیں
معصومۂ قمؑ، مولا رضاؑ، زینبؑ و شبّیرؑ
دُنیا میں بھلا ایسے بہن بھائی کہاں ہیں
اِن کے لیے مولائے دوعالمؑ کا ہے اِرشاد
معصومۂ قمؑ ثانیِ خاتونِ جناںؑ ہیں
بھائی کی محبّت میں مدینے سے کیا کُوچ
اِس عمر میں بھی صاحبِ ایثارِ جواں ہیں
زہراؑ کی جو تربت کا نشاں پا نہیں سکتے
وہ روضۂ معصومہؑ پہ مصروفِ فغاں ہیں
ملنے نہ دیا بھائی سے مظلوم بہن کو
عبّاسیوں کے واسطے یہ ظلم گراں ہیں
جو عظمتِ معصومۂ قمؑ کے نہیں قائل
ان کے لیے درجات یہاں ہیں نہ وہاں ہیں
سب مسئلے حل ہوتے ہیں آکر اِسی در پر
سب مشکلیں آسان جو ہوتی ہیں یہاں ہیں

سب اپنی مُرادوں کے لیے آتے ہیں قم میں
جو بابِ حرم اِن کے ہیں وہ بابِ جناں ہیں

انبار در انبار جو ہیں اِن کے فضائل
انگشت بدنداں قلمِ اہلِ جہاں ہیں

وہ عظمت و توقیر ہے معصومۂ قمؑ کی
تاریخ نویسوں کے قلمدان دُھواں ہیں

یہ حوزۂ عِلمیۂ قم کی ہے فضیلت
جو علم کے دریا یہ زمانے میں رواں ہیں

جو حجۃ الاسلام میسّر ہیں یہاں سے
وہ منبر و محراب کی عظمت کا نشاں ہیں

آنسو ہیں رواں روضۂ معصومۂ قمؑ پر
آنسو جو ہر اِک ٹُوٹے ہُوئے دِل کی زباں ہیں

عرضی بھی ہے، حسرت بھی، تمنّا بھی، دُعا بھی
اِن آنسوؤں میں دِل کے سب ارمان نہاں ہیں

شاداںؔ یہ ہوں مقبول تو بی بیؑ کا کرم ہے
ورنہ تو نصیب اپنے بھلا ایسے کہاں ہیں

مدحتِ معصومۂ قمؑ

(از جناب سیّد نسیم الحسن (حسنؔ زیدی)

مدحتِ معصومۂ قمؑ میں بڑی تاثیر ہے
یہ برائے حفظِ ایماں تحفۂ تنویر ہے
آسمانِ علم و حکمت پر یہی تحریر ہے
سر زمینِ قم بڑی اچھی تیری تقدیر ہے
کب جُدا ہیں فاطمہ زہراؑ سے قم کی فاطمہؑ
ایک ہے قرآں کی صورت دوسری تفسیر ہے
مثلِ زہراؑ رکھتی ہیں معصومۂ قمؑ بھی عزیز
اُس کو، جو بھی غم گُسارِ حضرتِ شبّیرؑ ہے
سرزمینِ قم بھی شامل ان کی ہے جاگیر میں
جس طرح سے کربلا عبّاسؑ کی جاگیر ہے
بھائی سے ان کی محبّت اور عقیدت دیکھ کر
''پیشِ حق معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے''
یہ بھی اِک پہلو ہے ان کی عظمت و تحریم کا
مثلِ زہراؑ فاطمہؑ نام ان کا بھی تحریر ہے
کہہ دیا مولا رضاؑ نے اپنے ہر زائر سے یہ
پہلے تم پہ فرض طوفِ روضۂ ہمشیر ہے
کربلا ،مشہد،مدینہ اور نجف کی طرح سے
روضۂ معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے
معجزاتِ حضرتِ معصومۂ قمؑ سے حسنؔ
ہر طرف دُنیا میں پھیلی علم کی تنویر ہے

ایمان کی تفسیر

(از جناب نقاشؔ کاظمی)

ایمان کی تفسیر ہیں معصومۂ قمؑ
اسلام کی تنویر ہیں معصومۂ قمؑ

اِک خواب کہ تھا موسیٰ کاظمؑ کا تصوّر
اِس خواب کی تعبیر ہیں معصومۂ قمؑ

سب مانگتے آتے ہیں مِری طرح یہاں بھی
زوّار کی تقدیر ہیں معصومۂ قمؑ

جن ہاتھوں نے ہمشیر کی عظمت کو سراہا
اُن ہاتھوں کی تحریر ہیں معصومۂ قمؑ

پرتَو ہیں رضاؑ گرچہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے
زینبؑ کی سی ہمشیر ہیں معصومۂ قمؑ

ہم نام کی ہے ساری صفت ذات میں اِن کی
زہراؑ ہی کی تصویر ہیں معصومۂ قمؑ

"حرمین" نے نقاشؔ ہمیں لاکے دِکھایا
اِس شہر کی تقدیر ہیں معصومۂ قمؑ

کیا میری تقدیر ہے

(از جناب سیّد عبّاس حیدر زیدی)

لوح پر کندہ ہے، قلبِ لوح میں تحریر ہے
خاکِ قم خاکِ نجف کی ہُو بہُو تصویر ہے

سُوئے قم ہم گامزن ہیں کس نئی سج دھج کے ساتھ
ہاتھ میں اپنے علم ہے، پاؤں میں زنجیر ہے

کیا ہے حق اور کیا ہے باطل، جا اور اُن سے پوچھ لے
جن کے دِل میں کربلا ہے اور بِالتصویر ہے

قم ہے اِک ایسا صحیفہ طُوس پر اُترا ہُوا
آخری آیت جہاں آغاز میں تحریر ہے

یہ نسب میں اِنّما ہیں اور حسب میں ھل اتٰی
ان کے خُوں میں سیّدہؑ کے خون کی تاثیر ہے

ایک شہزادیؑ نے جو کی تھی سرِ دربارِ شام
قم کا ہر منظر اُسی تقریر کی تفسیر ہے

قم سے جب میں لوٹ کر آؤں تو مجھ سے پُوچھنا
کیا میری تقدیر تھی اور کیا میری تقدیر ہے

مدحتِ معصومۂ قم (از جناب ریاض میرٹھی)

مدحتِ معصومۂ قمؑ خوبیِ تقدیر ہے
مدح اِن کی آیۂ تطہیر کی تفسیر ہے

اِنکی اُلفت اِنکی چاہت شاملِ ایمان ہے
نام ان کا زندگی کی لوح پر تحریر ہے

دُخترِ کاظمؑ امینِ جرأتِ حیدرؑ بھی ہے
ثانیِ زہراؑ کی اِس کے خون میں تاثیر ہے

روضۂ معصومۂ قمؑ مرکزِ انوار ہے
تشنگانِ علم کے یہ خواب کی تعبیر ہے

شہرِ قم کو شہرِ نورِ ربِّ اکبر کردیا
وصف معصومہؑ کا یہ تاریخ میں تحریر ہے

مُوسیِٰ کاظمؑ نے اِس کا نام رکّھا فاطمہؑ
مثلِ زینبؑ یہ امامِ وقتؑ کی ہمشیر ہے

برسرِ قم آج بھی مینارِ عزم و آگہی
آپؑ کے کردار کی بنیاد پر تعمیر ہے

موسیِٰ کاظمؑ سے جرأت اِنکو ورثے میں ملی
صبر اور ایثار بھی اَجداد کی جاگیر ہے

راہِ ایثار و وفا میں اپنے بھائی کے لیے
ہُو بہو یہ زینبؑ و کلثومؑ کی تصویر ہے

ورثۂ معصومۂ قمؑ حق کی جانب سے ریاضؔ
عزم و ہمت کی سپر اور علم کی شمشیر ہے

اوج پر تقدیر ہے

(از: جناب ساغرؔ نقوی)

اللہ اللہ دیکھیے کس اوج پر تقدیر ہے
مدحتِ معصومۂ قمؑ میں مِری تحریر ہے
مرتبہ اِن کا بھی مثلِ زینبِ دلگیرؑ ہے
''وپیشِ حق معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے''
قم کی جانب لے چلا مجھ کو تصور میں قلم
صفحۂ قرطاس پر تنویر ہی تنویر ہے
دُخترِ باب الحوائج کی لکھوں میں منقبت
ہر گھڑی فکرِ رسا کی بس یہی تدبیر ہے
بھائی سے معصومۂ قمؑ کو ہے اُلفت اِس طرح
جس طرح زینبؑ فدائے حضرتِ شبّیرؑ ہے
اِن کے روضے کی زیارت ہے بشارت خُلد کی
فاطمہؑ ہے مثلِ زینبؑ وارثِ تطہیر ہے
فاطمہؑ کا فیض ہے علمِ ہدایت کے لیے
قم کی شہرت اس لیے تو آج عالمگیر ہے
قم سے آئے جو خراساں آئے، زیارت کے لیے
والیِ مشہد کو پیاری کس قدر ہمشیر ہے
اُن کو روضے پر بُلانے کا ہو بی بیؑ انتظام
گردشِ دوراں کی جن کے پاؤں میں زنجیر ہے
سجدہ کرتے ہیں ملائکؑ ان کے در پر آن کر
ثانیِ زہراؑ ہے مثلِ زینبِ دلگیرؑ ہے
ذرّہ ذرّہ قم کا اُن کے نُور سے روشن ہُوا
فاطمہؑ کے نام کی ساغرؔ عجب تاثیر ہے

حرفِ ثنا سلام

(از: جناب ڈاکٹر ریحانؔ اعظمی)

شہزادیٔ قم خواہرِ مولا رضاؑ سلام
ہمنامِ بنتِ مصطفیٰؐ بے ساختہ سلام

آیا ہے جو بھی آپؑ کے روضے پہ ایک بار
قسمت نے اُس کی، اُس کو کِیا بارہا سلام

زینبؑ مثال آپؑ بھی بھائی پہ تھیں فدا
کیوں نہ کروں میں آپؑ کو بی بی سدا سلام

مولا رضاؑ کے یومِ شہادت پہ آپؑ کو
سینہ زنی سے کرتے ہیں اہلِ عزا، سلام

تھا نام فاطمہؑ تو وہی طور تھے سبھی
لکھ کر قلم بھی کرتا ہے صد مرحبا سلام

پُرسا تمہارے بھائی کا دینے میں قُم گیا
نوحہ کبھی پڑھا کبھی پڑھتا رہا سلام

اُس کی سلامتی میں کوئی شک نہیں رہا
کرتا ہے جو بھی آپؑ سے لے کر دُعا، سلام

دُختر ہیں بی بی آپ بھی مظلوم باپ کی
کیسے کریں نہ آپؑ کو زین العباؑ سلام

نان و نمک ہے آپؑ کے بھائی کا مستقل
مشہد کے زائروں کے لیے اِک عطا سلام

بی بیؑ تمہارے روضے پہ بھرتی ہیں جھولیاں
دیتا ہے بھائی آپؑ کا سب کو شفا سلام

مدحت ہو آپؑ کی یا امامِ رضاؑ کی ہو
دراصل پیش کرتا ہے حرفِ ثنا سلام
روضہ تمہارا خطۂ جنّت سے کم نہیں
کرتا ہے اِس بِنا پہ تو عرشِ عُلا سلام
معصوم خانوادے کی معصومہ آپؑ ہیں
معصومیت پہ آپؑ کی صبح و مسا سلام
پڑھتا ہُوں یا سلامُ کی تسبیح دم بہ دم
شاید اسی طرح سے ہو میرا ادا سلام
کرکے سلام آپؑ کو گھر سے نکلتا ہُوں
دورِ فنا میں دیتا ہے ہم کو بقا سلام
تم کو سلام کرنا نہ بُھولوں گا میں کبھی
بچّے کا اپنے نام ہے میں نے رکھا سلام
مشکل کو ٹال دیتا ہُوں کہتا ہُوں جس گھڑی
یا فاطمہؑ یا طاہرہؑ یا سیّدہؑ سلام
ریحانؔ کوئی کام کِیا ہی نہیں، مگر
نوحہ، رُباعی، سوز، لکھا مرثیہ سلام

عُلوئے مرتبت (از جناب پروفیسر ڈاکٹر سیّد سبطِ جعفر زیدی)

کوئی جانے بھلا کیا مقدِرت معصومہؑ قُمؑ کی
خُدا ہی جانتا ہے منزلت معصومہؑ قُمؑ کی

زیارت کے لیے وہ بالیقیں ایران آئے گا
لکھے گا جو کوئی بھی منقبت معصومہؑ قُمؑ کی

ہیں یہ بھی فاطمہؑ، ان کا لقب معصومہؑ قُمؑ ہے
مُقدّس کس قدر ہے شخصیّت معصومہؑ قُمؑ کی

نہیں معصوم، پر محفوظ تھیں ہر اک بُرائی سے
کوئی کیا کرسکے گا منقصت، معصومہؑ قُمؑ کی

انہیں معصوم آئمہؑ بھی کہا کرتے تھے معصومہؑ
یہ عظمت دیکھیے زینبؑ صفت معصومہؑ قُمؑ کی

وہ ہوں مولا رضاؑ یا ان کے والد مُوسیٰؑ کاظمؑ
کِیا کرتے تھے سب عزّت بہت معصومہؑ قُمؑ کی

زِیارت اور سلامی کو امامِ عصرؑ آتے ہیں
کوئی دیکھے عُلوئے مرتبت معصومہؑ قُمؑ کی

جو زائرطُوس آئے گا میسّر لازماً ہوگی
شَفاعت اُس کو یومِ آخرت معصومہؑ قُمؑ کی

مدد کرتے نہ میری گر امامِ مُوسیٰؑ کاظمؑ
کہاں تھی میرے بس میں منقبت معصومہؑ قُمؑ کی

یہاں سے بھی نہ مِل پایا اگر بخشش کا پروانہ
خدا کی معذرت ہے معذرت معصومہؑ قُمؑ کی

زہے قسمت تمہاری آئے ہو پھر سبطِ جعفر تم
زِیارت کو عظیم المرتبت معصومہؑ قُمؑ کی

بابِ شہرِ علم

(از جناب سیّد عابد حسین شاہ (ہاتف الوری)

بخت کی بالائی منزل پر میری تقدیر ہے
یہ کرم مجھ پر طفیلِ آلِ خیبر گیرؑ ہے
قم کی بستی بابِ شہرِ علم کی جاگیر ہے
کفر کے مدِ مقابل دِین کی شمشیر ہے
جس طرح قرآں میں شانِ آیۂ تطہیر ہے
''پیشِ حق معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے''
ساری دنیا دیکھ لے اعجازِ اولادِ علیؑ
علم کی بارہ دری میں ایک ہی تاثیر ہے
مرقدِ معصومۂ قمؑ، مِثلِ قبرِ فاطمہؑ
ایک قرآں ایک اِس قرآ ن کی تفسیر ہے
اب مشہد اور قم چمن دونوں ہیں زہراؑ آپ کے
کتنی پاکیزہ تمہارے شِیر کی تاثیر ہے
یہ بھی کیا کم ہے فضیلت فاطمہ معصومہؑ کی
دُخترِ معصومؑ ہے، معصومؑ کی ہمشیر ہے
اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ کا رب میرا اللہ ہے
میرا قبلہ ہے علیؑ، کعبہ مِرا شبیرؑ ہے
آپؑ نے ہاتف کو بھی ایسا نوازا فاطمہؑ
آپؑ ہی کی یہ عطا کردہ میری تحریر ہے

شاخِ نخلِ آیۂ تطہیر

(از جناب ڈاکٹر اختر ہاشمی)

اس لیے معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے
بولتے قرآں رضاؑ کی بولتی تفسیر ہے

کیوں نہ ہم مدحت کریں معصومۂ قمؑ کی بھلا
یہ بھی تو اِک شاخِ نخلِ آیۂ تطہیر ہے

مرتبہ تو دیکھیے معصومۂ قمؑ کا ذرا
پاک سیرت سلسلوں کی آہنی زنجیر ہے

یوں تو لاکھوں ہیں شرف معصومۂ قمؑ کے مگر
یہ بھی زینبؑ کی طرح معصومۂ تطہیر ہے

یہ تو ہم پر ہے کہ ہم حق کا کرم سمجھیں کسے
آدمی ہی شاخِ گُل ہے، آدمی ہی تیر ہے

مدحتِ معصومۂ قمؑ زندگی کی ہے اَساس
پاؤں میں اجرِ رسالت کی اگر زنجیر ہے

مدحتِ معصومۂ قمؑ کا اثر تو دیکھیے
اب مری تدبیر سے آگے مری تقدیر ہے

وہ یقیناً خلد میں جائیں گے اخترؔ دیکھنا
ہاتھ میں جن کے علیؑ کے ہاتھ کی تحریر ہے

کوثر و تطہیر

(از جناب شاعر حسین شاعرؔ)

روضۂ معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے
عظمتوں میں یہ حرم کی بولتی تصویر ہے
نثر میں بالکل یہی قرآن کی تفسیر ہے
"پیشِ حق معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے"

علم کا مکتب ہے تیرا آستاں، قرآں گواہ
شہرِ قم میں علم کے دَر کی یہی جاگیر ہے

تیرے دَر پہ ہوتی ہیں پوری مُرادیں آج بھی
تیرا دَر بھی مثلِ بابِ زینبؑ دِل گیر ہے

تیرے تابع کیوں نہ ہوں اے فاطمہؑ یہ دو جہاں
دو جہاں کے آٹھویں مالک کی تُو ہمشیر ہے

بنتِ کاظمؑ فاطمہؑ بنتِ نبیؐ کے فیض سے
آپؑ کا تو نام لوحِ عرش پر تحریر ہے

کیوں نہ ربّ دیتا تجھے معصومۂ قمؑ کا لقب
تیری رگ رگ میں جنابِ فاطمہؑ کا شیر ہے

جانشینِ بنتِ احمدؐ تُو ہے اپنے عہد کی
تیری چادر عکسِ نُورِ چادرِ تطہیر ہے

بات یہ سچ ہے جو تجھ کو ثانیٔ زینبؑ کہوں
تیری ہر اک سانس وقفِ ماتمِ شبیرؑ ہے

کی عیاں مظلومیت بھائی کی زینبؑ کی طرح
تیری حق گوئی رضاؑ کے حق میں عالمگیر ہے
درس گاہِ قم سے وابستہ اُجالے کیوں نہ ہوں
اس کے دامن میں متاعِ کوثر و تطہیر ہے
میں ہوں شاعر، شاعرِ معصومۂ قمؑ شُـــــکــــرِ رب
ذاتِ دعبلؒ کی طرح روشن میری تقدیر ہے

نگاہِ لطف

(از جناب سیّد مختار علی۔ مختارؔ اجمیری)

بیاں کیا ہو تمہارا مرتبہ اے قم کی معصومہؑ
ہو تم نُورِ نگاہِ فاطمہؑ اے قم کی معصومہؑ

درِ والا پہ حاضر ہیں، لبوں پر اِلتجائیں ہیں
ہمارے حق میں بھی کیجے دُعا اے قم کی معصومہؑ

تمہارا قم بہارِ خُلد ہے، جنّت بداماں ہے
تمہارا قم بہشتِ جاں فزا، اے قم کی معصومہؑ

جہاں پر درس میں تدریس میں علمِ آئمہؑ ہے
تمہارے قم میں ہے وہ جامعہ، اے قم کی معصومہؑ

نہ کیوں وہ جامعہ آلِ عباءؑ کے نُور سے چمکے
جہاں پرتو ہے بابُ العلم کا، اے قم کی معصومہؑ

حُسینیؑ درسگاہوں میں، اِمامیؑ بارگاہوں میں
تمہارے نام کا ڈنکا بجا، اے قم کی معصومہؑ

تمھیں شہزادیِ قمؑ ہو، تمھیں معصومۂ قم ہو
وَلیہ ہو علیہ مرحبا، اے قم کی معصومہؑ

تمنّا ہے دمِ آخر مَوَدّت کیش آنکھوں میں
نجف ہو، قم ہو اور ہو کربلا، اے قم کی معصومہؑ

خجل اعمال سے اپنے یہ مختارِؔ حزیں بھی ہے
نگاہِ لطف ہو برحالِ ما، اے قم کی معصومہؑ

❁❁❁❁❁

فکرِ رسا

(از جناب سیّد مختار علی ۔ مختار اجمیری)

"قم کی زمیں کا مرتبہ عرشِ عُلا کا ہے"
سایہ یہاں پہ بنتِ نبیؐ فاطمہؑ کا ہے
نادِ علیؑ لبوں پہ دلوں میں علیؑ علیؑ
قم کی فضا میں ذِکر تو مُشکل کُشاؑ کا ہے
قم کے جُمل میں ایک سو چالیس ہیں عدد
مُفرد ہے پانچ وہ کہ جو آلِ عباؑ کا ہے
قائمؑ سے خاص نسبتِ قم ہے جہان میں
قم لالہ زار قائمؑ ہر دوسرا کا ہے
مختار پانچ شعر گُزارے ہیں نذر میں
قم سے نمود میری بھی فکرِ رسا کا ہے

نازشِ نُورِ سَحر

(از: جناب کوثر نقوی)

نازشِ نُورِ سَحر ، یُوں قلب کی تنویر ہے
نام اے معصومۂ قُمؑ آپ کا تحریر ہے

تُو اِسے پیمانۂ دِینار ودرہم میں نہ دیکھ
جو وِلائے آلؑ رکھّے، صاحبِ جاگیر ہے

سجدۂ تعظیم کو، جو شرک دیتا ہو قرار
چشمِ مومن میں وہی تو صاحبِ تقصیر ہے

یوں ملک پلکوں پہ لیتے ہیں مِری تحریر کو
نسبتِ معصومۂ قُمؑ سے مِری تحریر ہے

خاکِ قم ہے یہ، اِسے سطحِ عمومی پر نہ دیکھ
صاحبِ عرفاں کی نظروں میں یہی اکسیر ہے

کس طرح معصومۂ قُمؑ کا نہ ہو اعلیٰ مقام
جو ہے ہمنامِ علیؑ اُس بھائی کی ہمشیر ہے

موسیٰ کاظمؑ پدر ہیں ، تو یہی مطلب ہُوا
سر پہ بیٹی کے یقیناً سایۂ تطہیر ہے

نعمتیں یُوں تو بہت سی شاملِ تقدیر ہیں
اُلفتِ معصومۂ قُمؑ حاصلِ تقدیر ہے

جب وہاں سے ہم یہاں پہنچے ، تو یہ ہم پر کُھلا
شہرِ قم تو شہرِ مشہد کی ہی اِک تصویر ہے

جنّت فن میں ہے ان کے دَم سے کوثرؔ کا بھرم
ایک قطرے کی سمندر سے سِوا توقیر ہے

وارثِ تطہیر

(از جناب ارتضیٰ جونپوری)

لب کُشاء قرآن میں یوں آیۂ تطہیر ہے
"پیشِ حق معصومۂ قُمؑ کی بڑی توقیر ہے"
فاطمہؑ ہے نام، معصومہؑ لقب ہے آپ کا
ہاں جلی لفظوں میں بابِ قم پہ یہ تحریر ہے
علم کے چشمے ہیں جاری جس زمیں پہ آج بھی
وہ زمیں روزِ ازل آپؑ کی جاگیر ہے
ہیں پدر بابُ الحوائج، بھائی ہیں مشکل کُشاء
آپؑ کی قسمت پہ نازاں کاتبِ تقدیر ہے
کہہ رہی ہیں جُھوم کے قم کی فضائیں بار بار
ہے ضیاء جو چارسُو وہ آپؑ کی تنویر ہے
ہو نہیں سکتی کبھی معصومۂ قُمؑ کی ثنا
وارثِ تطہیر ہے، تطہیر کی تفسیر ہے
سر جُھکا کے آپؑ کے در پہ فرشتوں نے کہا
آپؑ کے روضے کی چوکھٹ کی عجب تاثیر ہے
گھر سے کوسوں دُور زینبؑ کی طرح پردیس میں
جو فدا بھائی پہ ہو جائے یہ وہ ہمشیر ہے
منقبت اے ارتضیٰ لکھی ہے اُس کی شان میں
جو جنابِ فاطمہؑ کی ہُو بہُو تصویر ہے

❁❁❁❁❁

جبینِ لوح

(از: جناب ظفر عبّاس ظفرؔ)

جس طرح سے کربلا اور شام کی تصویر ہے
مشہد و قم اِک بہن اِک بھائی کی جاگیر ہے

خطّہ قم کو بنایا ہے عبادت گاہ یُوں
"پیشِ حق معصومہ قمؑ کی بڑی توقیر ہے"

ہر دُعا اِن کے وسیلے سے ہُوئی ہے مستجاب
مدحتِ معصومہ قمؑ کی یہی تاثیر ہے

شہرِ قم ہے منبعِ رُوحانیت بحر العلوم
یہ حقیقت بھی جبینِ لوح پر تحریر ہے

بادشاہِ طُوس مولا قمؑ کی شہزادی بتولؑ
ایک ہے قرآن اِک قرآن کی تفسیر ہے

روشنی کرتے ہیں اِن کے گھر امامت کے چراغ
شہرِ قم میں اس لیے تنویر ہی تنویر ہے

اُن سے وابستہ کیا ہے میں نے خود اپنا نصیب
مہرباں مجھ پر ظفرؔ یُوں کاتبِ تقدیر ہے

خواب کی تعبیر

(از جناب قمرؔ حسنین)

اِک برادر کا شرف، اِک عظمتِ ہمشیر ہے
ایک ہے قرآن،اِک قرآن کی تفسیر ہے

زندگی معصومۂ قمؑ نے گزاری اِس طرح
سامنے آنکھوں کے ہر دم بھائی کی تصویر ہے

روضۂ معصومۂ قمؑ کی زیارت ہوگئی
یہ نہیں ہے خواب، یہ تو خواب کی تعبیر ہے

کربلا میں ہی نہیں ہوتی فقط خاکِ شفا
مشہدِ مولا رضاؑ کی خاک بھی اِکسیر ہے

جب بُلایا عید کے دن، یُوں چلے مولا رضاؑ
ہر زباں پہ آج دیکھو ''نعرۂ تکبیر'' ہے

ذہن میں معصومۂ قمؑ کے رضاؑ کی ہے رضا
سامنے مولا رضاؑ کے مقصدِ شبّیرؑ ہے

یہ غمِ معصومۂ قمؑ، یہ رضاؑ کی مشکلیں
یہ ہے زینبؑ آج کی ، یہ آج کا شبّیرؑ ہے

نام ہی اِن کا نہیں ہے فاطمہؑ کے نام پہ
ہر عمل میں فاطمہؑ کے نام کی تاثیر ہے

اب میں سمجھا ہیں مِرے اعمال ہی اس کا سبب
یہ ظہورِ حجتِ آخرؑ میں جو تاخیر ہے

مرقدِ مولا رضاؑ پہ آج پہنچی ہے بہن
آج پھر زینبؑ کے گھر میں ماتمِ شبّیرؑ ہے

داد دیتے ہیں قمرؔ، دِل کھول کر مولا رضاؑ
مدحتِ معصومۂ قمؑ کی عجب توقیر ہے

یابی بی معصومہؑ

(از جناب سیّد سہیل شاہ)

نوحہ کناں ہیں اہلِ عزا، سوگ میں ہے مشہد کی فضا
یابی بی معصومہؑ یابی بی معصومہؑ
ماتمیوں کا لو پُرسہ ، زہرِ دغا مولاؑ کو ملا
یابی بی معصومہؑ یابی بی معصومہؑ
جیسے بقائے دِیں کے لیے اکبرؑ چھوٹے صغریٰؑ سے
قتلِ جفا شبیرؑ ہوئے، جیسے ستم زینبؑ نے سہے
تم پہ ہوئی ویسی ہی جفا، بھائی تمہارا قتل ہوا
یابی بی معصومہؑ یابی بی معصومہؑ
گونجیں صدائیں یہ گھر گھر، واویلا صد واویلا
روتے ہیں دیوار و در، واویلا صد واویلا
ماتم ہے گھر گھر میں بپا، تم سے ہوا ہے بھائی جُدا
یابی بی معصومہؑ ،یابی بی معصومہؑ
کیسے کٹے دن فرقت کے، کوئی یہ صغریٰؑ سے پُوچھے
بھائی بہن کی اُلفت کے صدمے پُوچھو زینبؑ سے
ماں جائے سے ہوکے جُدا، مشکل ہے زندہ رہنا
یابی بی معصومہؑ،یابی بی معصومہؑ
نوحہ سہیل نے جولکھا، کیجے قبول یہ بحرِ خدا
جتنے اُٹھے ہیں دستِ دُعا، صدقہ رضاؑ کا کیجے عطا
سُن لیں عزاداروں کی صدا، واسطہ آپ کو بھائی کا
یابی بی معصومہؑ،یابی بی معصومہؑ

خُلد کی تصویر

(از جناب سیّد ذوالفقار حسین نقویؔ)

جو نہ مانے اُنؑ کو اُس کی دہر میں تحقیر ہے
"پیشِ حق معصومۂ قم کی بڑی توقیر ہے"

اُنؑ کی عظمت پوچھنا چاہو تو دل والے بنو
جو مودّت کیش ہے معصومہؑ کی جاگیر ہے

آپؑ ہیں شبّیرؑ کی اور یہ ہیں ہمشیرِ رضاؑ
رُوئے معصومہؑ میں زینبؑ آپ کی تنویر ہے

قم کی شہزادیؑ پہ لاکھوں ہوں سلامِ مومنین
آج اُنؑ کے نام سے منسوب ہر تقریر ہے

میں عریضہ لکھ چکا تھا، اُس کا آیا ہے جواب
متن اُس کا میری پیشانی یہ سب تحریر ہے

فاطمہ زہراؑ کے صدقے میں ملا عزّ و شرف
سیرتِ معصومہؑ یوں ایمان کی تفسیر ہے

محفلِ میلاد ہے حضرت شہنشاہِ قمی
آپ کا گھر آج دیکھو خُلد کی تصویر ہے

نیند میں دیکھا ہے میں نے کربلا سے تا نجف
حاضریِ قم ہی میرے خواب کی تعبیر ہے

دل تو قم میں جابسا، آنکھیں وہاں کی ہوگئیں
تم بھی نقویؔ اب چلو یہ کس لیے تاخیر ہے

❀❀❀❀❀

منزلِ فخر و اِفتخار

(از جناب مولانا ظہور مہدی مولائی ـ ظہورؔ بجنوری)

میں عقیدت کے سبزہ زار میں ہُوں
یعنی حاضر ترے دِیار میں ہُوں
شُکر صد شُکر میں بھی مستغرق
تیری اُلفت کے آبشار میں ہُوں
اللہ اللہ میرا عِزّ و شَرَف
زیرِ قُبّہ ترے دِیار میں ہُوں
اب تو مجھ پر کرم کرو بی بیؑ
کب سے میں راہِ اِختبار میں ہُوں
ماں کی آغوش کیسے یاد آئے
تیری شفقت کے جب حصار میں ہُوں
مجھ کو نسبت ہے آپؑ سے بی بی
منزلِ فخر و اِفتخار میں ہُوں
جب سے میرا ہُوا جہاں میں ظہورؔ
مستقل راہِ انتظار میں ہُوں

❁❁❁❁❁

(نوٹ: ''اِختبار'' کے معنیٰ ہیں: اِمتحان، آزمائش، جانچ، پرکھ)

تحفۂ درویش

(از جناب سیّد موسیٰ رضا رضوی)

فاطمہ معصومۂ قمؑ کا بڑا ہے مرتبہ
آٹھویں مولا رضاؑ کی آپؑ نے پائی رضا
معصومہ اِس واسطے ہے آپؑ کا بے شک لقب
خُوبیاں معصومیت کی آپؑ میں ہیں سب کی سب
آیۂ تطہیر کی تفسیر ہیں اِک آپؑ بھی
رحمتِ رب کا سبب قم پر ہیں بی بی آپؑ ہی
ہر گدا کے قلب میں نُوری ضیاء پاشی رہے
آپؑ کی محفل شہنشاہوں کے بھی ہوتی رہے
کیوں نہ نُورانی بھلا ہوگی یہ بزم فاطمۂ
آپؑ کی محفل میں آتی ہیں جنابِ آمنۂ
مدحتوں کے نُور سے لاریب یہ ہم پر کُھلا
آپؑ نے قم کو ہے بخشا رُتبۂ عرشِ عُلا
شعر یہ سب آپؑ نے بخشے، میرا ایمان ہے
آپؑ سے قلبی مودّت ہی میری پہچان ہے
سیرتِ معصومۂ ہم سے کہہ رہی ہے آج بھی
ہم جو رب کے ہوگئے، رب کی رضا ہم کو ملی
بابِ علمی سے جو نذرِ تحفۂ درویش ہے
یہ کتابِ حق بیاں معصومہ بی بیؑ، پیش ہے
ارضِ مشہد، کربلا، قم کی زمیں یا شام ہو
کام ہو تو آلِ اطہرؑ ہی سے ہم کو کام ہو
اپنے اِس ناچیز موسیٰ کو بھی پھر بُلوایئے
زِیارتوں کا ربِّ اکبر سے شَرَف دِلوا یئے

دربانیِ جبریلؑ

(از جناب سیّد موسیٰ رضا رضوی)

سب روضوں میں بھی نُور کا حامل ہے یہ روضہ
روشن ہے کہ بُرجِ مہِ کامل ہے یہ روضہ
ابناتِ نبیؐ میں ہُوا شامل ہے یہ روضہ
دربانیِ جبریلؑ کے قابل ہے یہ روضہ

ہر ذرّہ چراغِ حرم و طُور بنا ہے
معصومہؑ کا در، رُوکشِ انوارِ قُبا ہے

یُوسفؑ ہیں فِدا جس پہ یہ بازار ہے کس کا
کیوں زرد ہے خورشید، یہ انوار ہے کس کا
دُربار ہے ہر چشم، یہ دَربار ہے کس کا
کہتا ہے مہِ نو کہ یہ شاہکار ہے کس کا

جلوہ ہے یہ سب میرے غریبُ الغربأ کا
دربار ہے یہ خواہرِ سرکارِ رضاؑ کا

مجھ کو یہ تفاخر ہے کہ اثناء عشری ہُوں
نسبت یہ رضاؑ سے ہے کہ میں بھی رَضوی ہُوں
مرقد کی نِدا ہے کہ میں رحمت سے بھری ہُوں
اِخلاص یہ کہتا ہے رِیا سے میں بَری ہُوں

جو سُورۂ اِخلاص کے پڑھنے میں اثر ہے
تاثیر وہی ذکرِ کریمہؑ کا ثمر ہے

یہ وجد کا عالم ہے کہ مے نوش ہے محفل
ہر بند کی خاطر ہمہ تن گوش ہے محفل

یہ ذِکر ہے کس کا کہ جو پُرجوش ہے محفل
یہ مرتبہ کس کا ہے کہ مدہوش ہے محفل
حیدرؑ کی خلف، فاطمہؑ کی نُور پری ہے
سیرت میں جو تصویرِ محمدؐ کی رہی ہے
جاروب کشِ فرشِ حرم عرشِ عُلا ہے
ہر ایک گُناہ عفو کی میزاں پہ تُلا ہے
دروازہ ہے یا ہاتھ سخی کا یہ کُھلا ہے
ہم سب کی شفاعت کے لیے دَر یہ ملا ہے
آتے ہی رَوا ہوتی ہے نادار کی حاجت
مُوسیٰؑ کو نہیں دولت و دِینار کی حاجت

مشکُور ہُوں شاہنشہٗ نقوی کے سُخن کا
یہ بزم ہے گُلدستہ بہشتوں کے چمن کا

آبروئے فاطمہؑ

(از: جناب مولانا سیّد شہنشاہ حُسین نقوی عاصیؔ قمی)

دخترِ معصومؑ ہے، معصومؑ کی ہمشیر ہے
"پیشِ حق معصومۂ قمؑ کی بڑی توقیر ہے"

جو ہمیشہ ظلم کے سینے کو کرتا ہے فِگار
ذکرِ اہلِ بیتؑ ہی لاریب ایسا تیر ہے

جہل و استبداد کی تاریکیاں مٹنے کو ہیں
آج کی شب چارسُو پھیلی ہُوئی تنویر ہے

صورتِ زینبؑ لیے ہے آبروئے فاطمہؑ
سیرتِ آلِ نبیؐ کی بولتی تصویر ہے

قم میں ہوگی دفن میری دُخترِ اعلیٰ صفات
صادقِ آلِ نبیؐ کے خواب کی تعبیر ہے

طاہرہؑ اور سیّدہؑ اُختِ رضاؑ اور مرضیہؑ
ہے حمیدہؑ اور رشیدہؑ، آیتِ تطہیر ہے

ہے لقب اِن کا کریمہؑ، نام معصومہؑ ہُوا
خونِ زہراؑ کی یہ کیسی بولتی تاثیر ہے

جو زِیارت کے لیے پہنچا یہاں، زائر ہُوا
ان کے روضے پر یہی قولِ رضاؑ تحریر ہے

آپ کا ہی کھا رہا ہے مستقل عاصیؔ نمک
حق ادا کرنے میں اے بی بیؑ مگر تاخیر ہے

تاثّراتی قطعہ

(از جناب سیّد سردار حسین نقویؔ)

بی بی معصومہؑ کے صدقے میں مُقدّر جاگا
در پہ بی بیؑ نے مجھ عاصی کو بھی ہے بُلوایا
مجھ پہ نقویؔ یہ عطا تو مِرے رب نے کی ہے
میں کہاں اور کہاں آپؑ کا طاہر روضہ

شفیعۂ قیامت

(از سیّد مشتاق حسین ترمذی عابدی (مرحوم ومغفور) پیش کردہ جناب موسیٰ رضا)

پاک طینت پاک فطرت پاک سیرت فاطمہؑ
ہیں مکمّل باپ کی ہم شکل و صورت فاطمہؑ
طُوس میں نسواں کی سرداری کا محور آپؑ ہیں
آپ سے تا حشر قائم کی ہے فضیلت فاطمہؑ
دینِ حق کو سرفرازی آپؑ سے حاصل ہُوئی
ہیں شریکِ کارِ تبلیغِ امامت فاطمہؑ
بھائی سے نہ مل سکیں وہ، ظلم کی حد دیکھیے
کر گئیں دُنیا سے اِس حالت میں رحلت فاطمہؑ
نامۂ اعمال کی کیوں فِکر ہو مشتاق کو
خوف کیسا، ہیں شفیعۂ قیامت فاطمہؑ

تشنگیِ علم

(از جناب مولانا سیّد شبیہ الرّضا واسطی (تخلص صارمؔ)

جہاں بھی آلِ محمدؐ قیام کرتے ہیں
خدا کے دِین کو لوگوں میں عام کرتے ہیں
جنابِ زہراؑ کی پوتی ہے ایک قم میں مقیم
طواف روضے کا قُدسی مُدام کرتے ہیں
بلند رُتبہ ہے اِتنا امام زادیؑ کا
جنہیں امامِ رضاؑ خود سلام کرتے ہیں
مِٹانے تشنگیٔ عِلم ، در پہ بی بیؑ کے
پیاسے عِلم کے آکر قیام کرتے ہیں
مُرادیں پاتے ہیں دِل کی حرم میں بی بیؑ کے
سلام اہلِ وِلا صبح و شام کرتے ہیں
حیات کیوں نہ ابد تک اُنہیں ملے لاریب
حُسینیت کو جو دُنیا میں عام کرتے ہیں
یہ کُلّیہ ہے کہ آلِ نبیؐ کا اے صارمؔ
جلال زادے ہی بس احترام کرتے ہیں

تاثّراتی قطعات

(از جناب مولانا سیّد شبیہ الرّضا واسطی (بتخلص صارمؔ)

قم ارضِ مُقدّس ہے نگہبان ہے رحمت
مسکن ہے نبیؐ زادی کا، ارزان ہے رحمت
سرچشمۂ عرفان ہے بی بیؑ کے سبب سے
قسمت کا چَراغاں ہے،فراوان ہے رحمت

❀❀❀❀❀

اِمام زادیؑ نے تقدیرِ قُم سنواری ہے
علومِ آلِ محمدؐ کا فیض جاری ہے
ثنائے فاطمہؑ بنتِ امامِ کاظمؑ کر
اِسی سے گُلشنِ ایماں کی آبیاری ہے

سجدوں کا اِفتخار

(از جناب وقار گوپالپوری)

رب جانتا ہے رُتبہَ اعلائے فاطمہؑ
بزمِ نبیؐ ہے بزمِ مُعلّائے فاطمہؑ

بنتِ امام کاظمؑ و اُختِ علی رضاؑ
عصمت کدہ ہے منزل و ماوائے فاطمہؑ

حُوریں اُٹھا کے مَلتی ہیں اپنی جبیں پر
ملتی جہاں ہے خاکِ کفِ پائے فاطمہؑ

دستِ طلب بڑھا کے تو دیکھو خُلوص سے
بٹتا ہے ہر گھڑی مَن وسَلوائے فاطمہؑ

حیدرؑ کی ذُوالفقار، علیِ رضاؑ کی تیغ
زہراؑ کی جا نماز مُصلّائے فاطمہؑ

اِس عابدہ کی شانِ عبادت میں کیا کہوں
سجدوں کا افتخار ہے سیمائے فاطمہؑ

معصومہ طاہرہ و رضیّہ و سیّدہ
وابستہ ہیں صفات سے اَسمائے فاطمہؑ

اللہ اِس زمیں کو سلامت رکھے سدا
ہے جسکے دل میں جائے رضاؑ جائے فاطمہؑ

دُنیا جسے امام خمینیؒ سمجھتی ہے
دراصل تھا وہ گوہرِ دریائے فاطمہؑ

دُشمن زمانہ اور خراسان کا سفر
وَاللہ کیا تھی ہمّتِ والائے فاطمہؑ

چھوڑا وطن کو بھائی کے دِیدار کے لیے
پر ہو نہ پائی پُوری تمنائے فاطمہؑ
محشر میں کیا عجب کہ پُکارے بہشت یُوں
آ اے وقارؔ خادم و شیدائے فاطمہؑ

ارضِ عجم کی شان

(از جناب مولانا غلام علی عارفی)

لاریب لاجواب ہے عنوانِ فاطمہؑ
حق کی کھلی کتاب ہے عرفانِ فاطمہؑ

ہوگا نہ شہرِ علم میں کیوں بابِ فاطمہؑ
سرچشمۂ علوم ہے ایوانِ فاطمہؑ

بنتِ رسولؐ آپ ہو، دُختر علیؑ کی ہو
خواہر رضاؑ کی آپ ہو اور جانِ فاطمہؑ

ہے ''بابُ العلم ''ہی کا تو یہ فیضِ جاریہ
ناچیز بھی ہُوا ہے مدح خوانِ فاطمہؑ

کشکول لے کے ہاتھ میں سب خاص و عام ہیں
شاہ و گدا ہر ایک ہے دربانِ فاطمہؑ

ہیں لائقِ تقلید خواتین کے لیے
ہوتی ہے ہر جہت سے عیاں شانِ فاطمہؑ

اے زائرِ کلیمؑ سفر کر بہ سُوئے طور
دِل کی نگاہ سے پڑھو قرآنِ فاطمہؑ

پُھولوں کے ساتھ آج بھی کانٹے ضرور ہیں
قائم ہے شہرِ قم میں گلستانِ فاطمہؑ

ارضِ عجم کی شان، کریمہؑ کا شہر ہے
ہوگی نگاہ جن پہ وہ سلمانِ فاطمہؑ

طیبہ کی سیّدہ ہو یا شہزادی قم کی ہو
کیا سلسلۂ نُور ہے گردانِ فاطمہؑ

باطل کا نام صفحۂ ہستی سے مِٹ گیا
اب آرہا ہے دہر میں سُلطانِ فاطمہؑ

اے خواہرِ رضاؑ نظرِ کُن بہ سُوئے ما
ما آمدیم تا شویم مہمانِ فاطمہؑ

میلاد کا ہے جشن شہنشاہِ قمؔی کے
مولانا صاحبان، ثنا خوانِ فاطمہؑ

ہے عارفؔی کے واسطے زِیارت میں زندگی
پھر مجھ کو ہو نصیب یہ احسانِ فاطمہؑ

دُعائیہ قطعہ

(از۔۔۔محترمہ مہ جبیںؔ بیگم نقوی)

میں کنیزِ فاطمہ معصومہؑ ہُوں ہاں مہ جبیں
بی بیؑ، ہم سب کا بُلاوا بھیجیے، کیجیے کرم
ہم بھی پہنچیں اب درِ اقدس پہ بے حد باادب
مشہد و قُم کی فضاؤں سے نہ واپس آئیں ہم

روضے کا نُور

(از محترمہ سیدہ سعدیہ رضا رضوی)

قم کی معصومہؑ ہمیں بھی پھر سے بُلوائیں ضرور
قلب میں رکھتے ہیں ہم بھی آپؑ کے روضے کا نُور

آپؑ کے روضے پہ حاضر ہوتا ہے ہر خُوش نصیب
ہم کو بھی اُتنی ہے قربت، ہے مُسافت جتنی دُور

آپؑ کے در کی کرامت، معجزے سے کم نہیں
آپؑ کا تو تذکرہ بھی دِل کو بخشے ہے سُرور

آپؑ ہی کے تو وسیلے سے ہے لب پر یہ دُعا
ربِ تعالیٰ آخری حُجّتؑ کا کردے اب ظہور

حضرتِ موسیٰؑ نے دیکھا کس کا جلوہ طُور پر
حضرتِ معصومہؑ کے جَد مولا حیدرؑ کا تھا نُور

آپؑ سے اُلفت، محبّت اور مودّت جس کو ہے
آدمی جنّت کا غُلماں اور عورت مثلِ حُور

جو بھی زائر طُوس کا ہے، جو بھی زائر قم کا ہے
عشق میں ہوتا کہاں ہے وہ تھکن سے چُور چُور

چودہ معصوموں کی جس کو بھی رہی ہے معرفت
کیوں نہ بُلوائیں اُسے قم، معصومہ بی بیؑ ضرور

سعدیہ کا بھی نصیبہ آپؑ نے روشن کیا
کیوں نہ پاؤں گی لحد میں، میں علیؑ مولا کا نُور

عزمِ حُسینیت

(از محترمہ سیّدہ سعدیہ رضا رضوی)

فارس کو جانے والے معصومہ کی دُعا لے
بھائی کی خیریت کی مجھ کو خبر تُو لادے

ہر روز کاٹا رو کر، بُھولا نہیں ہے چہرہ
بھائی کو جاکے بہنا کی یاد تُو دِلا دے

بھائی رضاؑ کی فرقت اب تو نہیں گوارا
پیارے خُدایا اُنؑ کی زِیارت مجھے کرادے

تم بُھول گئے بھائی پردیس میں بہن کو
ایسی تو نہیں میں ہُوں، بھائی جسے بُھلا دے

ملنے کی تمنّا ہے بس زندگی میں اپنی
یارب مجھے امامؑ ہر دوسرا دِکھا دے

قُم میں ہے اب دھرا کیا، ہے طُوس کی تمنّا
فارس کے راہی مجھ کو رستہ تو تُو بتا دے

فانی حکومتیں ہیں، باقی امامتیں ہیں
باطل کی سازشوں کو ہر اہلِ حق مِٹا دے

رحمت کا معاملہ رب عقبیٰ میں بھی کرے گا
بی بیؑ کے صدقے میں دِل میرا بھی یہ صدا دے

ہے سعدیّہ کا دِل بھی فرشِ عزا حسینؑ
عزمِ حُسینیت بھی مجھ کو مرا خُدا دے

منزلِ تسلیم

(از جناب مولانا یعقوب شاہد آخوندی)

فکر ہے معراج پر، اور اوج پر تقدیر ہے
مدح خوانوں میں ہمارا نام بھی تحریر ہے

یہ شرف کیا کم ہے غافل فکر کی پرواز کو
جہدِ کامل کے لیے یہ خواب کی تعبیر ہے

آلِ احمدؐ کا حرم ہے شہرِ قم یعنی حضور
"پیشِ حق معصومہؑ قم کی بڑی توقیر ہے"

اس دیارِ علم میں رہ کر یہ جانا ہے ضرور
ذرہ ذرہ بھی یہاں کا باعث تنویر ہے

زائرینِ فاطمہؑ پر نارِ دوزخ ہے حرام
روضۂ اقدس پہ یہ فرمان بھی تحریر ہے

مرتبہ اختُ الرضاؑ کا کر نہیں سکتا بیاں
مثلِ زہراؑ سورۂ کوثر کی یہ تفسیر ہے

پیدا ہوتے ہیں خمینیؒ بت شکن جیسے یہاں
بابِ معصومہؑ کی دیکھو کیا عجب تاثیر ہے

منزلِ تسلیم ہے شاہدؔ، ادب کا پاس ہو
صرف ۔ ۔ ہی نہیں یہ منزلِ تطہیر ہے

نسبتِ خیرالنّساءؑ

(از: ڈاکٹر سیّدہ فاطمہ بیگم نقوی (مرحومہ ومغفورہ)

قم کی معصومہؑ مراتب آپ کے کیا ہوں بیاں
رب مہرباں آپؑ پہ ہے،رب کے پیارے مہرباں
حضرتِ مولا رضاؑ کی پیاری ہمشیرہ ، سلام
ساتویں آقاؑ کی دُختر پر دُرود اِنس و جاں
سیّدہ ہیں فاطمہ ہیں اور معصومہ ہیں آپؑ
نسبتِ خیر النّساءؑ سے ہیں زمیں پر آسماں
آپؑ کا تقویٰ،عمل اور حُسنِ سیرت ، مرحبا
آپؑ سے کرکے توسُّل نُور کا پایا جہاں
بارہؑ، چودہؑ پہ فدا ہُوں ، اہلِ کربلا پر نثار
آپؑ کے صدقے میں پاؤں گی میں جنّت میں مکاں
دینداری پیاری ہو گر دُنیا داری سے ہمیں
آپؑ کے در سے بُلاوا آئے گا پھر بے گُماں
قدر و قیمت دیکھ لیجے صالحہ اعمال کی
رحمتِ یزداں کا منظر، آپؑ کا ہے آستاں
آج تھا جَل تھَل کراچی ، رب کی رحمت بے حساب
منقبت کہنی جو چاہی ، برکتیں ہیں بے کراں
نام ہے جب فاطمہ میرا ، عمل بھی نیک ہو
قم کی شہزادیؑ عطا کردیں گی مجھ کو سائباں

عالمہ غیرِ مُعلّمہ

(از: جناب سیّد رفیق عبّاس جعفری)

زینبؑ سے جیسا ربط شہِ کربلاؑ کا ہے
ویسا ہی حال مشہد و قم کی فضا کا ہے

اُمّ البنینؑ، بنتِ اسدؑ، قم کی سیّدہؑ
یہ نامِ فاطمہؑ شرفِ بے بہا کا ہے

معصومہ نام، بھائی بھی معصوم، باپ بھی
عِصمت نسب یہ سلسلہ اہلِ کساؑ کا ہے

بھائی بغیر جی نہ سکیں چند روز بھی
قسمت ہے زینبیؑ تو جگر فاطمہؑ کا ہے

تبلیغِ دِین زینبِ دِلگیرؑ جیسی کی
پیرایۂ جہاد شہِ کربلاؑ کا ہے

عِلم و ہُنر کا آج بھی مرکز ہے شہرِ قم
یہ فیض ایک بی بیؑ کے دِل کی دُعا کا ہے

مدفون ہیں مراجع و علاّمِ دِیں یہاں
قم کی زمیں کا مرتبہ عَرشِ عُلاَ کا ہے

پایا لقب جو عالمہ غیرِ مُعلّمہ
اعزازِ خاص کنبۂ آلِ عباؑ کا ہے

السّلام شہزادیٔ معصومۂ قمؑ

(از محترمہ سیّدہ لطیف النّساء)

السّلام شہزادیِ معصومۂ قمؑ السّلام
السّلام اے باعثِ فخرِ اب و اُم السّلام
بھائی کی آرامِ دل اور راحتِ جاں باپ کی
سو رہی ہے ارضِ قم میں لختِ دل ماں باپ کی
المدد اے حضرتِ کاظمؑ کی دُختر المدد
المدد اے ضامنِ آہُوؑ کی خواہر المدد
العطا اے تاجدارِ ھل اتٰیؑ کی نازنیں
الاماں اے شہسوارِ لافتیٰؑ کی مہ جبیں
ثانیِ زہراؑ ہیں زینبؑ، ثانیِ زینبؑ ہو تم
بھائی کے غم میں قضا کی آپؑ نے شاہد ہے قم
فاطمہؑ ہے نامِ نامی، فاطمہؑ کی جان ہو
نام کا صدقہ ملے، پُوراوِلی ارمان ہو
یہ لطیفِ بے عمل تو آپؑ پر قربان ہے
آپ کی اُلفت میں جینا یہ مرا ارمان ہے

مقدّس شہرِ قم

(از جناب مُکرّم رضوی لکھنوی)

قبرِ معصومہؑ کا حامل ہے مقدّس شہرِ قم
آسماں والوں کی منزل ہے مقدّس شہرِ قم

تشنگانِ علمِ دیں سیراب ہوتے ہیں یہاں
آپ دریا آپ ساحل ہے مقدّس شہرِ قم

لو لگی رہتی ہے جن کی روضۂ معصومہؑ سے
اُن کے ارمانوں کا حاصل ہے مقدّس شہرِ قم

مرقدِ معصومہؑ کا فیضِ زیارت کیا کہوں
تا ابد رہنے کے قابل ہے مقدّس شہرِ قم

ہیں مقدّس کربلا و کاظمین و سامرہ
بس اسی زُمرے میں شامل ہے مقدّس شہرِ قم

تا فلک معصومۂ قم ؑ کے مراتب ہیں بلند
اور اِس رِفعت کا قائل ہے مقدّس شہرِ قم

ہر طرف علم و عمل کی برکتیں ہیں خیمہ زن
واقعاً اِک شہرِ کامل ہے مقدّس شہرِ قم

ہے یہاں آرام گاہِ فاطمہؑ بے پیش و پس
عظمتوں میں عرش منزل ہے مقدّس شہرِ قم

لائقِ تعظیم ہے معصومۂ قمؑ کا مزار
کاملاً شہرِ فضائل ہے مقدّس شہرِ قم

ہے زمیں اِس کی فلک رُتبہ بفیضِ فاطمہ ؑ
ہاں بڑی عظمت کا حامل ہے مقدّس شہرِ قم

اے مُکرّم فیضِ معصومہؑ کا ہے شہر آئینہ
اور مرا آئینۂ دِل ہے مقدّس شہرِ قم

منابع کتب:

۱۔قرآن مجید

۲۔احقاق الحق، قاضی نور اللہ شوستری، قم۔

۳۔اصولِ عقائد راہنماشناسی، درسہائے استاد محمد تقی مصباح، انتشارات مرکز مدیریت حوزہ علمیہ قم۔ ۱۳۶۷ق

۴۔اعلام الوریٰ، طبرسی قم، ۱۳۹۱ھ

۵۔اعلام الہدایۃ، گروہ مؤلفان، مرکز الطباعۃ والنشر للمجمع العالمی لاھل البیتؑ چاپ دوم ۱۴۲۵ھ

۶۔اعیان الشیعہ، سید محسن جبل عاملی، چاپ بیروت۔

۷۔اقرب الموارد، سعید الشرتوتی، بیروت مکتبۃ لبنان، اسوہ، چاپ ۱۹۹۲ء م۔

۸۔الارشاد، محمد بن محمد بن العمان العکبری، (شیخ مفیدؒ) قم، کنگرہ جہانی شیخ مفیدؒ، چاپ ۱۴۱۳ھ

۹۔الاعتقادات، شیخ صدوق، قم، الموتمر العالمی الألفیہ الشیخ مفیدؒ، ۱۳۷۱ش، ۱۴۱۳ھ۔

۱۰۔الاغانی، لابی الفرج الاصفہانی، بیروت، دار الفکر، چاپ نہم، ۱۹۹۵م، ۱۴۱۵ھ۔

۱۱۔الانساب، عبد الکریم سمعانی، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔

۱۲۔البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر دمشقی۔

۱۳۔التحقیق فی کلمات القرآن، شیخ حسن مصطفوی، تہران، وزارت فرہنگ ارشاد اسلامی، چاپ، ۱۴۱۶ھ ۱۳۷۴ھ، ش۔

۱۴۔الجامع الاحکام القرآن، محمد انصاری قرطبی، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ۔

۱۵۔الاحتجاج، احمد بن علی الطبرسی، قم، انتشارات اسوہ، چاپ ۱۴۱۶ھ۔

۱۶۔الحدود، محمد بن الحی النسین پوری۔

۱۷۔الحدود والحائق، صاعد البریدی الآبی، قم مطبعۃ الاسلام، بغداد، مطبعۃ المعارف، ۱۹۷۰ء

۱۸۔الخرائج والجرائح، قطب الدین راوندی، قم انتشارات مصطفوی۔

۱۹۔السنی المطالب، محمد بن محمد جزری، تہران، ۱۴۰۲ق۔

۲۰۔السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، باتحقیق دکتر مصطفیٰ السقاء ودیگران، مصر، مکتبۃ مصطفیٰ البانی۔
۲۱۔الصحیح من سیرۃ النبی الاعظمؐ۔
۲۲۔العین، الخلیل بن احمد اغراہیدی، قم انتشارات اسوہ، چاپ ۱۴۱۴ھ۔
۲۳۔الغدیر، شیخ عبدالحسین احمد الامینی النجفی، مؤسسہ دائرۃ المعارف الفقہ الاسلامی، چاپ نہم، ۱۴۳۴ھ، ۲۰۰۴ء۔
۲۴۔الفصول المہمۃ، علی بن محمد بن احمد مالکی، ابن صباغ، بیروت، دارالاضواء، چاپ دوم، ۱۴۰۹
۲۵۔الکافی، ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی، تہران، مکتبۃ الاسلامیۃ، ۱۳۸۸ھ۔
۲۶۔الکامل فی التاریخ علی بن ابی الکرم شیبانی (ابن اثیر) بیروت، ۱۳۸۵ھ۔
۲۷۔المجالس السنیۃ، سید محسن الامین، بیروت، دارالتعارف للمطبوعات، چاپ پنجم، ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴م۔
۲۸۔المحجۃ فیما نزل فی القائم الحجۃ، السید ہاشم البحرانی، بیروت، مؤسسۃ الوفاء، ۱۴۰۳ق، ۱۹۷۴م
۲۹۔المصباح المنیر، علامۃ الفیومی، قم، ناشر، موسسۃ دارالہجرۃ، چاپ دوم، ۱۴۱۴ق۔
۳۰۔المصباح الکبیر، سلیمان بن احمد الطبرانی، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، ۱۹۸۴م، ۱۴۰۴ھق۔
۳۱۔المقنعہ، محمد بن محمد بن نعمان تلعکبری، قم، موسسہ نشر اسلامی۔
۳۲۔المناقب اہل بیتؑ از دیدگاہ اہل سنت، سید محمد طاہر ہاشمی شافعی، چاپ آستان قدس رضوی، چاپ دوم، ۱۳۸۱ھش
۳۳۔النقان ابن حیان۔
۳۴۔الیقین، باختصاص مولانا بامرآۃ المومنین، رضی الدین علی بن الطاوس الحلیؒ، قم، موسسہ دارالکتاب، چاپ، ۱۴۱۳ھق۔
۳۵۔امالی، شیخ صدوق، بیروت، ۱۴۰۰ھق۔
۳۶۔امالی، شیخ طوسی، محمد بن نعمان عکبری بغدادی، مشہد، بنیاد پژوہشای اسلامی، ۱۳۶۴ھش۔

۳۷۔امام ہادی ونہضت علویان، محمد رسول، دریائی۔

۳۸۔انوار المشعشعین، محمد علی کارتوزیان۔

۳۹۔بحار الانوار، علامہ شیخ الاسلام محمد باقر مجلسیؒ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۸۸ق۔

۴۰۔بشارۃ المصطفیٰ، عماد الدین طبری، نجف، کتابخانہ حیدریہ، ۱۳۸۳ق۔

۴۱۔تاج العروس، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی، قاہرہ، ۱۳۸۰ق۔

۴۲۔تاریخ الاسلام السیاسی، دکتر حسن ابراہیم حسن، قاہرۃ، مکتبۃ النہضۃ الحصریۃ، بیروت دار الجمیل، چاپ، ۱۴۱۶ق۔

۴۳۔تاریخ الخلفاء، امام جلال الدین سیوطی۔

۴۴۔تاریخ بغداد، محمد بن علی خطیب بغدادی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، چاپ، ۱۴۱۷ھ ق۔

۴۵۔تاریخ دمشق، ابن عساکر، بیروت ودمشق۔

۴۶۔تاریخ طبری، محمد بن جریر طبری، بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات۔

۴۷۔تاریخ قم، حسن بن محمد قمی، ترجمہ حسن بن علی قمی، تہران، چاپ، ۱۳۶۱ھ ش۔

۴۸۔تاریخ مذہبی قم، علی اصغر فقیہی، انتشارات زائر، آستانہ مقدسہ قم، چاپ ۱۳۷۸ھ ش۔

۴۹۔تاریخ نیشاپور، ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری، ترجمہ وتلخیص حاجی خلیفہ نیشاپوری وتحقیق محمد رضا شفیعی کدکنی، چاپ، ۱۳۷۵ھ ش۔

۵۰۔تاریخ یعقوبی، ابن واضح اخباری، نجف، ۱۳۸۲ھ ق۔

۵۱۔تجلی کوثر درحضرت معصومہؑ موسسہ کوثر ولایت، انتشارات فجر ولایت، چاپ ۱۳۸۲ھ ش۔

۵۲۔تحف العقول، حسین بن شعبہ الحرانی، تہران، انتشارات علمیہ اسلامیہ۔

۵۳۔تذکرۃ الخواص، سبط ابن اجوزی، بیروت، موسسہ اہل البیتؑ، ۱۴۰۱ھ ق۔

۵۴۔ترجمہ خاتون دوسرا، فیض الاسلام۔

۵۶۔ترجمہ نفس المہموم، حاج شیخ عباس قمیؒ ترجمہ آیۃ اللہ شیخ محمد باقر کمرہ ای، انتشارات مسجد مقدس جمکران، چاپ ۱۳۸۰ش۔

۵۷۔ ترجمہ جامع السعادات، بیروت، دار العلم الاسلامی، چاپ ۱۴۱۸ھ ق۔

۵۸۔ تفسیر الجلالین، جلال دین محمد بن احمد المحلی وجلال دین عبدالرحمن ابوبکر سیوطی۔

۵۹۔ تفسیر العیاشی، مسعود بن عیاش السلمی، سمرقندی معروف بہ عیاشی، تہران مکتبۃ الاعلمیہ الاسلامیہ۔

۶۰۔ تفسیر المیزان، سید محمد حسین طباطبائیؒ قم، موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۹۱ھ ق، ۱۹۸۲ء م

۶۱۔ تفسیر ثعلبی (الکشف والبیان)، ابواسحاق احمد ثعلبی، (م ۴۲۷)، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، چاپ ۲۰۰۲ء م، ۱۴۲۲ھ ق۔

۶۲۔ تفسیر رہنما، اکبر ہاشمی رفسنجانی، قم مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، چاپ ۱۳۷۴ھ ش۔

۶۳۔ تفسیر روح المعانی والبیان، سید محمود آلوسی البغدادی، بیروت، دار الاحیاء التراث الاالعربی، ۱۹۷۵ء م، ۱۴۰۵ق۔

۶۴۔ تفسیر طبری، محمد بن جریر طبری، بیروت، موسسہ الرسالۃ، چاپ ۱۴۱۵ھ ق، ۱۹۹۴ء م۔

۶۵۔ تفسیر علی بن ابراہیم، قمی، کتاب فروشی علامہ۔

۶۶۔ تفسیر کنز الدقائق، میرزا محمد مشہدی، قم موسسہ انتشارات اسلامی چاپ دوم، ۱۴۱۴ھ ق۔

۶۷۔ تفسیر مجمع البیان، شیخ ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی، تہران، کتابفروشی اسلامیہ، ۱۳۹۰ھ ق

۶۸۔ تفسیر نمونہ، استاد ناصر مکارم شیرازم، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، چاپ بیست وچہارم، ۱۳۷۹ھ ش۔

۶۹۔ تفسیر نور الثقلین، شیخ عبد علی بن جمعۃ العروسی الحویزی، قم، مطبعۃ العلمیۃ، چاپ نہم۔

۷۰۔ توحید صدوق، شیخ صدوقؒ قم، موسسہ نشر اسلامی (جامعہ مدرسین)۔

۷۱۔ جامع احادیث شیعہ، شیخ اسماعیل المعزی الملایری، قم ۱۳۵۷ھ ش۔

۷۲۔ جامع الصحیح سنن ترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۲۰۹۔ ۲۹۷ھ ق۔

۷۳۔ جغرافیائی تاریخی قم، بہ کوشش ابوالفضل عرب زادہ، انتشارات زائر، چاپ ۱۳۸۳ھ ش۔

۷۴۔حضرت زینب کبریٰؑ ،جعفر نقدی، نجف۔

۷۵۔حضرت معصومہؑ، فاطمہ دوم، محمد محمدی اشتہاردی، نشر اخلاق چاپ ۱۳۸۰ھ ش۔

۷۶۔حضرت معصومہؑ وشہر قم، محمد حکیمی۔

۷۷۔حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی، بیروت۔

۷۸۔خاتمۃ الدمعۃ الساکبۃ، محمد باقر عبدالکریم بھبھانی، با تحقیق محمد حسن شاہ آبادی، چاپ ۱۳۸۱ھ ق۔

۷۹۔خاتمیت، مرتضی مطہری مجموعہ آثار، قم، انتشارات صدرا، چاپ سوم، ۱۳۸۱ھ ش۔

۸۰۔خورشید مغرب، محمد رضا حکیمی، تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۶۰ھ ش۔

۸۱۔دائرۃ المعارف تشیع، تہران، بنیاد خیریہ فرہنگی شطؔ، زیر نظر گروہ مؤلفان چاپ، ۱۳۷۳ھ ش۔

۸۲۔دلائل الامامۃ، محمد بن جریر طبری، قم، ۱۴۱۳ھ ق۔

۸۳۔دیوان امام خمینیؒ، تہران موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ، چاپ ۱۳۷۴ھ ش۔

۸۴۔رجال الکشی، شیخ طوسی، مشہد ۱۳۴۸ھ ش۔

۸۵۔رجال تاج العروس، سید محمد مرتضی حسینی زبیدی، قاہرہ، ۱۳۸۰ھ ق۔

۸۶۔روض الجنان وروح الجنان، ابوالفتوح رازی، مشہد، بنیاد پژوہشہای اسلامی ۱۳۷۵ش۔

۸۷۔ریاحین الشریعہ، شیخ ذبیح اللہ محلاتی، تہران۔

۸۸۔ریاض الانساب ومجمع الاعقاب، مظاہر حبیب پور، بمبئی، میرزا محمد خان ملک الکتاب، ۱۳۳۵ھ ش۔

۸۹۔زندگانی چہاردہ معصومینؑ۔

۹۰۔زندگی سیاسی امام جوادؑ، جعفر مرتضی عاملی۔

۹۱۔زندگانی امام علی الہادیؑ، باقر شریف القرشی، ترجمہ سید حسن اسلامی۔

۹۲۔سفینۃ البحار، شیخ عباس قمیؒ۔

۹۳۔صحیح مسلم۔

۹۴۔ علل الشرایع، شیخ صدوق، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، منشورات المکتبۃ الحیدریہ، نجف، ومطبعتہا، ۱۳۸۵ھ ق۔

۹۵۔ سیرہ حلبی۔

۹۶۔ سیرہ امام رضاؑ، دکتر محمد صالحی ودیگران، دارالھدیٰ چاپ ۱۳۸۴ھ ش۔

۹۷۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید۔

۹۸۔ علم اخلاق اسلامی، ترجمہ کتاب جامع السعادات، ملا مہدی نراقی، مترجم سید جلال الدین مجتبوی، تہران، انتشارات حکمت، ۱۳۷۰ھ ش۔

۹۹۔ عوالم، شیخ عبداللہ بن نور اللہ البحرانی الاصفہانی، انتشارات مدرسۃ الامام المہدیؑ، قم، ۱۴۰۹ھ ق۔

۱۰۰۔ عیون اخبار الرضاؑ، شیخ صدوق، نجف، ۱۳۹۰ھ ق۔

۱۰۱۔ غرر الحکم و درر الکلم۔

۱۰۲۔ فروغی از کوثر، الیاس محمد بیگی، انتشارات زائر، آستانہ مقدسہ قم، چاپ ۱۳۸۰ش۔

۱۰۳۔ فرہنگ جامع نوین، دکتر محمد معین، تہران، ۱۳۶۰ش۔

۱۰۴۔ فوائد السمطین۔

۱۰۵۔ قاموس۔

۱۰۶۔ قاموس قرآن، سید علی اکبر قرشی، تہران، دار الکتب الاسلامیہ۔

۱۰۷۔ قرب الاسناد، عبداللہ بن جعفر حمیری، قم، ۱۴۱۳ق۔

۱۰۸۔ قیام سادات علوی، علی اکبر تشیدی، تہران، چاپ ۱۳۳۱ش۔

۱۰۹۔ کامل الزیارات، ابن قولویہ، نجف، چاپ ۱۳۵۶ق۔

۱۱۰۔ کتاب الخصال، محمد بن علی بن بابویہ قمی، قم، موسسہ نشر اسلامی، ۱۴۰۳ق۔

۱۱۱۔ کریمۂ اہلبیتؑ، علی اکبر مہدی پور، قم نشر حاذق، چاپ ۱۳۸۰ش۔

۱۱۲۔ کتاب سلیم بن قیس، سلیم بن قیس ہلالی، تحقیق، شیخ محمد باقر انصاری، قم انتشارات الہادی،

چاپ ۱۳۸۲ش۔

۱۱۳۔ کشف الاسرار، خواجہ عبداللہ انصاری، تہران، انتشارات امیر کبیر، چاپ ۱۳۷۶ش۔

۱۱۴۔ کشف الغمہ، علی بن عیسیٰ اربلی۔

۱۱۵۔ کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ، محمد بن یوسف الگنجی الشافعی، تہران، دارالاحیاء التراث اہل بیتؑ چاپ ۱۴۰۴ق۔

۱۱۶۔ کمال الدین وتمام النعمۃ، محمد بن علی بن بابویہ قمی، تہران، دارالکتب الاسلامیہ، چاپ دوم ۱۳۹۵ھ ق۔

۱۱۷۔ کنز العمال، علی متقی ہندی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، چاپ اول ۱۴۱۹ھ ق۔

۱۱۸۔ لسان العرب، ابن منظور، بیروت دارالاحیاء التراث العربی، چاپ اول ۱۴۰۸ق، ۱۹۸۸ء

۱۱۹۔ مجالس المومنین، قاضی نوراللہ شوستری۔

۱۲۰۔ مرآۃ العقول، محمد باقر مجلسی، قم، دارالکتب اسلامیہ، چاپ دوم ۱۳۸۰ھ ش۔

۱۲۱۔ مستدرک الصحیحین، ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری۔

۱۲۲۔ مستدرک رجال الحدیث، شیخ علی النمازی الشاہرودی، تہران چاپ اول۔

۱۲۳۔ مستدرک سفینۃ البحار، شیخ علی النمازی الشاہرودی، تہران، قسم الدراسات الاسلامیہ فی موسسۃ البعثۃ چاپ ۱۴۰۹ق۔

۱۲۴۔ مسند الامام الرضاؑ، الشیخ عزیزاللہ عطاردی، الموتمر العالمی الامام الرضاؑ، ۱۴۰۶ق۔

۱۲۵۔ مسند الامام الباقرؑ، شیخ عزیزاللہ عطاردی، قم، انتشارات عطارد، چاپ اول، ۱۳۸۱ق۔

۱۲۶۔ مسند الامام الجوادؑ، الشیخ عزیزاللہ عطاردی، الموتمر العالمی الامام الرضاؑ، ۱۴۱۰ق۔

۱۲۷۔ مسند الامام المجتبیٰؑ، شیخ عزیزاللہ عطاردی، قم، انتشارات عطارد، چاپ اول، ۱۳۸۳ق۔

۱۲۸۔ مطالب السئول، ابن طلحہ شافعی، تہران، ۱۲۷۵ق۔

۱۲۹۔ معانی الاخبار، محمد بن علی بن بابویہ قمی، شیخ صدوقؒ۔

۱۳۰۔ معجم الفاظ الاحادیث النبویۃ، (ا۔ی) ونسنک، لیدن، مکتبۃ بریل، ۱۹۳۶م

۱۴۸۔ ینابیع المودت، سلیمان بن ابراہیم

۱۴۹۔ اور دیگر کتب ورسائل، اخبارات و